فہرست مضامین ضروریہ تنقید بخاری حصہ ثانیہ

صحیح البخاری

كتاب الايمان بسم الله الرحمن
الرحيم باب قول النبي صلى الله
عليه وسلم بني الاسلام على خمس
وهو قول وفعل ويزيد وينقص
قال الله تعالى ليزدادوا ايمانا
مع ايمانهم وزدناهم هدى ويزيد الله الذين
اهتدوا هدى والذين اهتدوا
زادهم هدى وآتاهم تقواهم و
يزداد الذين آمنوا ايمانا وقوله
عز وجل ايكم زادته هذه ايمانا
فاما الذين آمنوا فزادتهم ايمانا
وقوله فاخشوهم فزادهم ايمانا
وقوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما
والحب في الله والبغض في الله
من الايمان وكتب عمر بن عبد
العزيز الى عدي بن عدي ان
للايمان فرائض وشرائع وحدودا
وسننا فمن استكملها
استكمل الايمان ومن لم
يستكملها لم يستكمل الايمان

کتاب ایمان کے بیان میں بسم اللہ
الرحمن الرحیم باب نبی صلی اللہ علیہ و
سلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنا پانچ چیزوں
پر ہے اور ایمان قول اور فعل ہے اور
بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے فرمایا اللہ تعالی
نے البتہ زیادہ ہوتے ہیں ایمان میں ساتھ
ایمان اپنے کے اور ہم نے اونکو ہدایت
(یعنی ایمان) زیادہ کی ہے اور اللہ تعالی
جو لوگ ہدایت کا ارادہ کرتے ہیں اونکو
ہدایت زیادہ کرتا ہے اور جو لوگ ہدایت
طلب کرتے ہیں اونکو اللہ ہدایت زیادہ
کرتا ہے اور دیا ہے اونکو تقوی انکا اور
زیادہ ہوتے ہیں ایمان والے ایمان میں
اور قول اللہ عزوجل کسکو اسنے ایمان زیادہ
کیا ہے لیکن ایمان والوں کو اس سے
ایمان زیادہ کیا ہے ڈرو تم اس سے پس
زیادہ کیا اونکو ایمان اور قول اللہ
تعالی کا اور نہ زیادہ کیا تم میں مگر ایمان
اور تسلیم اور اللہ کیلئے حب اور اللہ
کیلئے بغض ایمان سے ہے اور عمر بن عبد
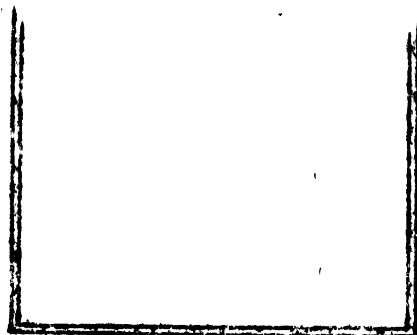
ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین و آلہ الطاہرین **اما بعد** یہ دوسرا حصہ ہے **فضل الباری بتنقید بخاری** کا جسکی ابتدا کتاب الایمان سے کی جاتی ہے کیونکہ اب تک جتنی حدیثیں مذکور ہوئیں وہ بمنزلہ خطبہ یا دیباچہ کتاب تھیں جن پر خود علمائے اہل سنت نے بہت کچھ اعتراضات کئے ہیں کہ حمد و نعت کو اوڑا کر اونہوں نے **باب کیف کان بدء الوحی** الی رسول اللہ سے شروع کیا۔

اس تالیف کی اصلی غرض جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنا ہے تاکہ صحیح صحیح حدیثیں رسول اللہ کی معلوم ہو جائیں اور اون پر عمل کر کے فلاح دارین حاصل ہو اسی وجہ سے جو کچھ بیان لکھا جاتا ہے وہ خود علماء اہل سنت کے اقوال سے ماخوذ ہے علماء شیعہ کے اقوال سے کسی طرح استناد کیا جاتا ہے۔ نہ

انشاء اللہ اللہ الموفق والمعین وعلیہ نتوکل وبہ نستعین —

دسوم رمضان { پرواہ نہ کرتا ہو سب ایمان کا ہی ثمرہ ہے ایمان ایسی چیز ہے کہ سوا اوسکے کسی طرح سے خلاصی کی امید نہیں۔

حدیث کی ہمسے عبیداللہ بن موسی نے کہا خبر دی ہمکو حنظلہ بن ابی سفیان نے عکرمہ بن خالد سے اسنے ابن عمر سے کہا اوس نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی پانچ چیزون پر بنا ہے گواہی دینی اسکی کہ نہیں کوئی معبود سوا ے اللہ کے اور بیشک محمد بھیجے ہوے اوسکے ہین اور پڑہنا نماز کا اور دینا زکوۃ کا اور کرنا حج کا اور رمضان کے روزے رکہنے۔ ترجمہ فضل الباری۔

اس پوری عبارت کے پڑہنے سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مصنف کی غرض صرف جمع احادیث صحیحہ نہیں ہی۔ بلکہ اپنے خیال اور عقیدہ پر استدلال قائم کرنا۔ کیونکہ بخاری صاحب نے اس باب کو تین غرض کے لئے مقرر کیا ہے۔ ایک ذکر قول رسول اللہ کہ اسلام کی بنا پانچ اصول پر ہی دوسری غرض یہ ہے کہ ایمان نام ہے قول اور فعل کا۔ تیسری غرض یہ ہے کہ ایمان زیادہ اور کم ہو سکتا ہے۔ جس سے مناسب تھا کہ اسی ترتیب سے احادیث رسول اللہ کو ذکر تے مگر ایسا نہیں کیا بلکہ صرف تیسری بحث پر آٹھ آیتین کلام اللہ کی لائے اور ایک قول عمر بن عبدالعزیز کا جو بنی مروان کا چوتھا خلیفہ تھا پھر قول ابن مسعود سے پھر قول ابن عمر پھر قول مجاہد پھر قول ابن عباس تب اوسکے بعد وہ حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی جس کے ذکر کو شروع باب مین ذکر کیا تہا۔ اس ترکیب سے جہان اس کا پتہ چلتا ہی اسکے مصنف کو محض جمع احادیث رسول اللہ صحیحہ مطلب ہے بلکہ ہر قسم کے لوگون کے اقوال کا مجموعہ تیار کرنا ہی وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ خلاف ترتیب مقرر کردہ خود یہ استدلال کسی خاص غرض سے ہے۔

اصل یہ ہی کہ ایمان کی تعریف اور اوسکی حقیقت مین اہل سنت کے یہان اسقدر اختلاف ہے کہ اوسکی حد ہی نہیں کیونکہ تینے فرقے ہین اور سی قدر ایمان کی تعریف بھی ہے جس سے سمجھ سکتے ہین کہ ہنوز اہل سنت کے یہان اصل ایمان ہی نہین محقق ہی کہ ایمان کسکو کہتے ہیں

فان اعش فسابينها لكم حتى
تعملوا بها وان امت فما انا
على صحبتكم بحريص وقال ابراهيم
عليه السلام ولكن ليطمئن
قلبي وقال معاذ اجلس بنا
نؤمن ساعة وقال ابن مسعود
اليقين الايمان كله وقال ابن
عمر لا يبلغ العبد حقيقة التقوى
حتى يدع ما حاك في الصدر
وقال مجاهد شرع لكم من
الدين ما وصى به نوحا اوصيناك
يا محمد واياه دينا واحدا
وقال ابن عباس رض شرعة
ومنهاجا سبيلا وسنة ودعاؤكم
ايمانكم حدثنا عبيد
الله بن موسى قال انا حنظلة
بن ابي سفيان عن عكرمة
بن خالد عن ابن عمر قال قال
رسول الله صلى الله عليه
وسلم بني الاسلام على
خمس شهادة ان لا اله الا
الله وان محمدا رسول الله و
اقام الصلوة وايتاء الزكوة والحج

نے عدی بن عدی کی طرف لکھا کہ ایمان
کے لئے کئی فرائض اور عقائد اور منہیات
اور سنتیں ہیں۔ پس جسنے اونکو کامل
کیا اسنے ایمان کو کامل کیا اور جسنے
انکو کامل نہ کیا اس نے ایمان کو کامل
نہ کیا اگر میں جیتا رہا میں اونکو تمہارے
لئے بیان کرونگا کہ تم ان کے ساتھ عمل کرو
اور اگر میں مرگیا تو میں تمھاری صحبت کا حریص
نہیں ہوں اور ابراہیم علیہ السلام نے
فرمایا ہے اور لیکن تاکہ تسلی پکڑے میرا دل
اور کہا معاذ نے (اسود بن ہلال) سے
ہمارے پاس بیٹھ ایک ساعت تاکہ
نصیحت پکڑیں اور کہا ابن مسعود نے یقین
سب کا سب ایمان ہے اور کہا ابن عمر نے
کوئی آدمی حقیقت ایمانی کو نہیں پھونچتا
تاکہ چھوڑے وہ چیز جو کہ سینہ میں متردد ہوتی
ہے اور کہا مجاہد نے اللہ تعالی نے تمہارے
لئے وہ دین مشروع کیا ہے جسکی نوح کو وصیت
کی ہے۔ اے محمد تجھے اور اسکو یعنے ایک
دین کی وصیت کی ہے اور کہا ابن عباس
نے شرعۃ ومنہاجا یعنی راستہ اور طریقہ
اور اگر نہ ہوتی پکار تمہاری یعنی اگر تم میں
ایمان نہ ہوتا تو اللہ تعالی تمہاری کچھ

چوتھا فرقہ اوس کا قایل ہے کہ ایمان فعل قلب و لسان ہو مع سائر الجوارح یہ مذہب اصحاب حدیث و امام مالک و امام شافعی و احمد و اوزاعی کا ہو اور یہی مذہب معتزلہ و خوارج و زیدیہ ہے۔ اصحاب حدیث مین پھر اختلاف پیدا ہوا عبد اللہ بن سعید وغیرہ اس کے قایل ہین کہ معرفتہ ایمان کامل ہے اور وہ اصل ہے اس کے بعد جتنے اعمال ہوتے ہین وہ سب علحدہ علحدہ ایمان ہین اور وہ اس کے بھی قایل ہین کہ جحود و انکار قلبی کفر ہے اور ہر معصیت علحدہ علحدہ کفر ہین۔

دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہے کل طاعات کا خواہ فرائض ہون یا نوافل اون سب کا مجموعہ ملکر ایک ایمان بنتا ہے اب جو کسی فریضہ کو ترک کرتا ہے تو اوس کا ایمان ناقص ہوتا ہو مگر نوافل کے ترک سے ایمان نہین ناقص ہوتا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان نام ہو فرائض کا نہ نوافل کا۔ دیکھو عینی ص ۱۲۱

ان اقوال مختلفہ کی نقل سے ہماری غرض یہ ہے کہ ناظرین دیکھین اہل سنتہ نے صرف ایمان کی تعریف مین کس قدر اختلاف کیا ہو اور پھر راہ حق پر نہ پہونچے کیونکہ ایمان نام ہو تصدیق کا جو دل کا کام ہو اور علم اس کا کہ اس کو تصدیق حاصل ہوا نہین ہوتا مگر اقرار باللسان سے لہذا ان دونون کا ہونا ضروری ہے مگر اب چونکہ اقرار باللسان بھی دو طرح کا ہوتا ہے ایک بجبر و اکراہ دوسرے برضا و رغبت لہذا دیگر اعضا و جوارح کے اعمال سے اوس کا انکشاف ہو جاتا ہو کہ آیا اس کا اقرار و اعتراف بخوشی و رضا و رغبت ہو یا بجبر و اکراہ اس لئے یہ تعریف سب سے زیادہ جامع ہے کہ تصدیق بقلب و اقرار

چنانچہ بنا بر تحقیق علامہ ابن حجر عسقلانی سلف اہل سنت کے نزدیک ایمان نام ہے اعتقاد
بالقلب اور نطق باللسان اور عمل بالارکان کا یہ تو سلف کا قول ہے اور مراد انکی
یہ ہے کہ اعمال شرط ہیں کمال ایمان کے جس سے وہ قائل ہوئے کہ ایمان کم اور زیادہ
ہو سکتا ہے اور مرجیہ قائل ہیں کہ ایمان فقط اعتقاد اور نطق کا نام ہے اور کرامیہ قائل
ہیں کہ صرف نطق کا نام ایمان ہے اور معتزلہ قائل ہیں کہ عمل اور نطق اور اعتقاد کو ایمان
کہتے ہیں سو اب درمیان معتزلہ اور سلف کے یہی فرق ہوا کہ معتزلہ اعمال کو شرط
صحت ایمان قرار دیتے ہیں اور سلف اہل سنت انکو شرط کمال ایمان کہتے ہیں۔
علامہ عینی نے اپنی شرح میں اس بحث کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے جسکا خلاصہ یہ
ہے کہ اس میں چار قول ہے پہلا فرقہ تو اسکا قائل ہے کہ ایمان صرف فعل قلب ہے اس
میں بھی دو قول ہے ابو الحسن اشعری (جو آج کل کے تمامی اہل سنت کے امام ہیں) اور
قاضی عبد الجبار وغیرہ تو اسکے قائل ہیں کہ مجرد تصدیق بالقلب کو ایمان کہتے ہیں دوسرا
قول یہ ہے کہ معرفت خدا بالقلب یہی ایمان ہے اور اقرار باللسان نہ شرط ہے نہ رکن ہے
دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ ایمان عمل باللسان ہے فقط اس میں بھی دو فرقہ ہیں ایک کہتے
ہیں کہ اقرار باللسان ایمان ہے مگر اوسکے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ معرفت بھی قلب میں
ہو۔ پس معرفت شرط ہے اقرار لسانی کے ایمان ہونے کا یہ قول غیلان بن مسلم دمشقی
و فضل رقاشی ہے دوسرا فریق کہتا ہے کہ مجرد اقرار باللسان ایمان ہے یہ قول کرامیہ ہے
اور یہ لوگ گمان یہ ہے کہ منافق ظاہر میں مومن ہے اور باطن میں کافر ہے۔ تیسرا فرقہ
اسکا قائل ہے کہ ایمان عمل قلب اور لسان دونوں ہے اس میں بھی تین قول ہے ایک
یہ کہ ایمان اقرار لسان اور معرفت بالقلب کا نام ہے یہ قول ابو حنیفہ و عامہ فقہا
و بعض متکلمین ہے دوسرے یہ کہ ایمان نام ہے تصدیق بالقلب و اللسان کا یہ قول
بشر مریسی و ابو الحسن اشعری ہے تیسرے یہ کہ ایمان اقرار باللسان اور اخلاص
بالقلب کا نام ہے۔ پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ اقرار باللسان رکن ایمان ہے
یا شرط ہے اجرا احکام میں۔

والاسلام ان تشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ
الخ۔ جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ ایمان واسلام مین فرق ہی چنانچہ خود لکھتے ہین یدل
علی المغائرۃ بینہما لان العطف یقتضی تغائر المعطوف والمعطوف علیہ یعنی یہ حدیث
دلالت کرتی ہے ایمان واسلام کی مغائرت پر کیونکہ عطف مقتضی مغائرت ہو درمیان
معطوف ومعطوف علیہ کے اور نیز علامہ عینی لکھتے ہین اختلف العلما فیہما فذہب المحققون
الی انہما متغائران وہو الصحیح یعنے علما نے ایمان واسلام کے اتحاد واختلاف مین اختلاف
کیا ہی محققین اسکے قائل ہین کہ وہ دونون متغائر ہین کیونکہ یہ بھی لکھتے ہین اصل ایمان
تصدیق ہی اور اصل اسلام انقیاد واطاعت ہی پس نہ دونون مین لزوم ہی نہ عموم
خصوص مطلق بلکہ عموم خصوص من وجہ ہی کیونکہ ایمان کہین بلا اسلام پایا جاتا ہی مثل
اسکے کہ کوئی شخص شاہق جبال پر ہو اور خدا پر ایمان لاے بغیر اسکے کہ کسی نبی کی دعوت
اوسکو پہونچی ہو اور اوسکی تصدیق کی ہو اسیطرح اسلام بلا ایمان پایا جاتا ہی کہ کوئی کافر
زبانی سب باتون کا اقرار کرے اور دل سے وہ معتقد نہ ہو تو اسلام پایا گیا اور ایمان نہ
پایا گیا کما فی العینی ص ۱۲۹ جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ ایمان واسلام ایک شے نہین ہے بلکہ
دو چیزین علحدہ ہین اور یہ حدیث ہے خود حضرت نے بھی دونو کا فرق بتا دیا ہی جسے
خود بخاری صاحب نے اپنی صحیح مین وارد کیا تو اب اوسکے خلاف کیونکر اعتقاد اوسکا رکھ
سکتے ہین کہ ایمان واسلام دونون ایک چیز ہے جو ہو کی ضمیر اسلام کی طرف پھیر ہی حالانکہ
خود قرآن نے اس کا فیصلہ کردیا ہے کہ ایمان واسلام دو چیز ہین یقولون آمنا قل
لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا لہذا پہلا اعتراض یہ ہونا چاہیے کہ جب اونھون نے کتاب
الایمان لکھنا شروع کیا تہا تو اوس مین اوس حدیث کو کیون لاے جو اسلام سے متعلق
ہی اور وہ ایمان سے متمیز ہے اور بالفرض اگر کسی وجہ سے ایسا کیا تہا تو ہو کی
ضمیر اودھر کیون پھیری۔

بلسان وعمل بہ اعضا وجوارح ملکر ایمان حاصل ہوتا ہے نہ تنہا تصدیق قلبی سے چنانچہ خود خداوند عالم فرماتا ہے وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم یعنے انکار کیا اوسکے ساتھ حالانکہ اون کے دلون نے یقین کیا تھا اوسکے ساتھ جس سے معلوم ہوا کہ باوصف یقین قلبی انکار ہو سکتا ہے دوسری آیہ مین فرماتا ہے ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمومنین یعنے بعض آدمیون سے وہ لوگ ہین جو کہتے ہین ایمان لاے ہم خدا اور یوم آخر کے ساتھ حالانکہ وہ مومنین نہین ہین جس سے معلوم ہوا کہ باوصف اقرار لسانی وہ مومن نہین ہین تیسرا آیہ ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان جس سے زبانی تکذیب نمایان ہے باوصف وجود تصدیق قلبی کے۔

اصل یہ ہے کہ ایمان کی دو حالت ہے ایک تو بظاہر احکام شریعت جسکے لئے دیگر مومنین کا علم اور وہ موقوف اوس کی حالت کے ساتھ ضروری ہے اوسکے لئے اظہار تصدیق قلبی کو اقرار لسانی وعمل بالارکان ضروری ہے۔ دوسرے وہ حالت ہے جو درمیان اوسکے اور خدا کے ہے جس کا علم ہمکو نہین ہو سکتا ہے۔

بہر حال عبارت بخاری صاحب پر بہت سے اعتراضات کئے گئے ہین افسوس کہ معترضون نے ترتیب کا نہین خیال کیا لہذا ہم اون کے اعتراضات کو بترتیب لکھتے ہین۔ پہلا اعتراض یہ ہے ما وجہ من اعاد الضمیر اعنی ہو الی الاسلام یعنی اسکی کیا وجہ ضمیر ہو کو اسلام کی طرف پھیرا علامہ عینی لکھتے ہین قلت وجہہ ان الایمان والاسلام واحد عند البخاری فاذا کان کلاہما واحدا یجوز عود الضمیر الی کل واحد منہما۔ یعنی اسکا جواب یہ ہے کہ بخاری کے نزدیک ایمان واسلام ایک چیز ہے پس جب دونون متحد ہوے تو جائز ہوا پھیرنا ضمیر کا ہر ایک کی طرف۔ مگر یہ جواب غلط ہے کیونکہ خود علامہ عینی لکھتے ہین کہ حضرت نے یہ جواب جبرئیل امین درباب فرق ایمان واسلام فرمایا الایمان ان تومن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر وتومن بالقدر خیرہ وشرہ

لیگئی ہین خارج ہو جاتے۔

اب اس کو بھی سن لیجے کہ یہ جملہ نہ حدیث ہو نہ قرآن ہو بلکہ ھذا الذی قالہ البخاری عن سفیان بن عیینہ فانہ قال الایمان قول وفعل یزید وینقص یعنی جو کچھ یہان بخاری نے کہا ہی یہ منقول ہو سفیان بن عیینہ سے کہ اونسے کہا ایمان قول وفعل ہو زیادہ ہوتا ہی اور کم ہوتا ہی لیکن اوسکو ایسے محل مین لانا کہ لوگون کو شبہہ ہو یہ حدیث رسول ہو کس درجہ کی عقلمندی ہے جس سے ابن التین ایسے محدث عالی قدر کو وہم ہوا وھم ابن التین فظن ان قولہ وھو الی اخرہ مرفوع لما راٰہ معطوفا ولیس ذلک مراد المصنف وان کان ورد ذلک باسناد ضعیف فتح الباری ص۲۵ یعنی ابن التین کو اسکا وہم ہوا کہ بخاری کا قول ہو قول و فعل بھی حدیث مرفوع رسول اللہ ہی کیونکہ قول رسول پر معطوف ہے حالانکہ یہ مراد مصنف نہین ہے۔ مگر اس مین ابن التین کا کوئی قصور نہین معلوم ہوتا کیونکہ سیاق عبارت ہی ایسا ہی۔

دوسرا جملہ یزید وینقص ایسا اختلافی جملہ ہو کہ خود امام ابو حنیفہ اسکے خلاف ہین چنانچہ اونکی کتاب فقہ اکبر مین ہو وایمان اھل السماء والارض لا یزید وینقص یعنی ایمان تمامی اہل آسمان وزمین کا نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔

یہان تمامی عقلاے عالم کو حیرت ہو گی کہ یہ دونو بزرگوار یعنی امام اعظم ابو حنیفہ اور امام بخاری مذہب اہل سنت کے امام مسلم الثبوت ہین اور اون مین اس قدر اختلاف کہ بخاری صاحب تو کہین ایمان زیادہ بھی ہوتا ہی اور کم بھی اور اوسکے مقابلہ مین امام ابو حنیفہ یہ بلند پروازی فرمائین کہ آسمان و زمین والون مین کسی کا بھی ایمان نہ زیادہ ہوتا ہی نہ کم آخران دونو مین کیونکر اتفاق ممکن ہے۔

ہمکو یہان مولوی عبد الحی صاحب کا ایک فقرہ یاد پڑا جو رسالہ احکام القنطرہ مین لکھتے ہین والبخاری کثیر التتبع لما یرد علی الحنفیۃ بمخالفۃ السنۃ الحدیث ثم

دوسرا اعتراض علامہ عینی یہ لکھتے ہین فان قلت الایمان عندہ قول و فعل و اعتقاد فکیف ذکر القول والفعل ولم یذکر الاعتقاد الذی ہو الاصل قلت لانزاع فی ان الاعتقاد لابد منہ والکلام فی القول والفعل بل ھما منہ ام لا فلاجل ذلک ذکرا ہو المتنازع واجیب ایضا بان الفعل اعم من فعل الجوارح فیتناول فعل القلب وفیہ نظر من وجہین احدہما ہو ان یقال لاحاجۃ الی ذکر القول ایضا لانہ فعل اللسان والاٰخر ان الاعتقاد من مقولۃ الانفعال او الفعل وفیہ تامل صـ۱۳۱ کہ جب بخاری کے نزدیک ایمان نام ہے قول - فعل - اعتقاد کا تو یہان صرف قول و فعل کیون کہا اور اعتقاد کو کیون نہ ذکر کیا جو اصل ہے اسکا جواب عینی یہ دیتے ہین کہ چونکہ قول و فعل کے بارے مین اختلاف تہا کہ وہ داخل ایمان ہے یا نہین اسلئے اوس امر متنازعہ کو ذکر کیا اور جس مین اختلاف نہ تھا اوس کو چھوڑ دیا اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ فعل کا لفظ چونکہ عام تہا اسلئے اوسیکو ذکر کیا جسمین فعل قلب یعنی اعتقاد بھی داخل ہے اسپر عینی اعتراض کرتے ہین کہ پھر قول کو کیون ذکر کیا وہ بھی فعل لسان ہے یعنی فعل مین وہ بھی داخل ہے پھر اوسکو علیحدہ کیون لکھا

• دوسرا اعتراض اسپر یہ ہے کہ اس مین اختلاف ہے کہ اعتقاد مقولہ فعل سے ہے یا انفعال سے اگر مقولہ انفعال سے ہے تو کیونکر لفظ فعل مین داخل ہوگا۔

بہرحال ان اعتراضات اور جواب سے بھی خوب ظاہر ہے کہ بخاری کی یہ کتاب کس درجہ کی ہے کہ کوئی جملہ اعتراض سے خالی نہین کیونکہ اونکا یہ کہنا ہو قول و فعل بصراحت دلالت کرتا ہے کہ اعتقاد کی ضرورت نہین اور درحقیقت جتنے منافق تھے اونپر اسلام کا اطلاق اسیوجہ سے ہوتا ہے کہ قول یعنی اقرار اونکا اور عمل یعنے ظاہری افعال روزہ نماز مطابق مسلمانون کے ہے اور دل اونکا تصدیق اور نور ایمان سے خالی ہے اسلئے بخاری صاحب نے ہو قول و فعل لکھا کیونکہ اگر اعتقاد کو بھی داخل کرتے تو بہت سے وہ حضرات جنسے روایتین

کو لکھا جس کا ذکر شروع باب مین ہے یہ ایمان کے قول و فعل ہونے پر کوئی حدیث لائے مگر
ایمان کی زیادتی و نقصان پر آٹھ آیتین لکھ دین جسکے نسبت علامہ عینی لکھتے ہین ولکن
ذکر هذه الآیات ماکان یناسب فی باب زیادة الایمان ونقصانه صـ۱۳
یعنی اون آیتون کا ذکر باب زیادتی و نقصان ایمان مین مناسب نہ تہا مگر افسوس کہ
وجہ عدم مناسبت کو نہ لکھا کہ کیون مناسب نہ تھا۔

بہرحال جس قدر امام بخاری نے یہان رد امام اعظم کی کوشش کی ہے اوسی قدر امام ابو حنیفہ
نے بھی ان کے یا آیات و احادیث کی مخالفت مین کوشش کی ہے چنانچہ لکھتے ہین
والمؤمنون مستوون فی الایمان والتوحید یعنے تمام مومنین ایمان و توحید
مین مساوی ہین جسکے صریح مطلب تو یہی ہین کہ معمولی درجہ کے مومن کا ایمان اور
صحابہ بلکہ انبیا کا ایمان مساوی ہے چنانچہ خود امام صاحب فرماتے ہین کہ میرا ایمان
اور ابو بکر کا ایمان برابر ہے جسکی نسبت مولوی شبلی سیرة النعمان مین لکھتے ہین۔

امام صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ قایل تھے کہ ،، میرا ایمان اور ابو بکر صدیق
کا ایمان برابر ہے ،، اگرچہ امام صاحب کی طرف اس قول کی اسناد ثابت نہین لیکن
اگر ثابت ہو تو کیا نقصان ہے جس اعتبار سے وہ مساوات کے مدعی ہین اوس سے کس کو
انکار ہو سکتا ہے صـ۱۳

جس سے خود شبلی صاحب کا اقرار بھی اسکے ساتھ نمایان طور پر ظاہر ہے کہ اگر ایسا
دعوی کیا جاے کہ ابو حنیفہ کا ایمان اور ابو بکر صاحب کا ایمان ایک ہے تو کوئی مضایقہ
نہین۔

رہا یہ اعتراض کہ اسناد اسکی ثابت نہین پس اوسکا جواب اسی قدر کافی ہے کہ علامہ
خطیب اپنی تاریخ مین بہ سند اپنے روایت کرتے ہین اور اس تاریخ کا یہ درجہ تھا کہ
حسب روایت شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین مین اس تاریخ کے سننے کو سوال

مساوات ایمان ابوحنیفہ و ابوبکر صاحب

بعرض بذکرہ یقول قال رسول اللہ کذا وکذا وقال بعض الناس کذا وکذا فیشیر ببعض الناس الیہ ویشنع علیہ پھر لکھتے ہین وقد قال فی اول کتاب باب الصلوٰۃ من الایمان ثم ساق احادیث الباب وقصد الرد علی ابی حنیفہ فی قولہ ان الاعمال لیست من الایمان مع غموض ذلک علی کثیر من الفقہاء صفحہ ۲۵۹ یعنی بخاری صاحب بہت بیچھا کرتے ہین ابو حنیفہ کا بہ مخالفت سنت کہ پہلے حدیثین لاتے ہین پھر کہتے ہین کہا رسول اللہ نے ایسا اور بعض آدمی ایسا کہتے ہین مراد اس بعض آدمی سے ابو حنیفہ ہوتے ہین جنپر وہ تشنیع کرتے ہین پھر لکھتے ہین اول کتاب مین باب نماز ایمان سے ہی پھر لکھا حدیثین اس باب کی اور قصد کیا رد ابو حنیفہ کا جو اسکے قایل ہین کہ اعمال داخل ایمان نہین ہین حالانکہ یہ مسئلہ بہت غامض ہے کہ اکثر فقہا نہین سمجھے اور تذکرۃ الراشد مین ہے فقد رد البخاری امام المحدثین فی مواضع من صحیحہ علی ابی حنیفہ سید ائمۃ الدین صفحہ پھر لکھتے ہین الا تری الی البخاری یرد علی ابی حنیفہ فی کثیر من المسائل صفحہ ۲۳ جس سے معلوم ہوا کہ بخاری کے عادت ہو گئی تھی کہ رد کرتے ہین ابو حنیفہ پر بہت سے مسایل مین تو اب معلوم ہوا کہ بخاری صاحب نے جو اس باب مین یہ جملہ لکھا یزید وینقص تو مقصود اون کا رد کرنا ہی ابو حنیفہ پر جو اس کے قایل ہین کہ اہل آسمان و زمین سے کسی کا بھی ایمان نہ زیادہ ہوتا ہی نہ کم پھر فرمایئے جس کتاب کی بنیاد اور اصلی غرض یہ ہو کہ وہ اپنے حریف پر رد کرے اوسمین کہان تک روحانیت و حقانیت ہو گی کیونکہ محدث کا فرض منصبی ہے کہ جو حدیث صحیح اوس کو ملے اوس کو جمع کرے مگر جب اوس کا کوی خاص مذہب ہو گا تو کب اوس سے اس کی امید ہو سکتی ہے کہ وہ صرف جامع احادیث ہو گا۔

اب اہل سنت با خود انصاف کریں کہ ان کا کون سا امام حق پر ہے اور کون باطل پر اگر اہل فہم تو ضرور سمجھین گے کہ مقصود بخاری رد ابو حنیفہ ہے جبھی تو نہ پہلا اوس حدیث

اوس کے خدانے اپنے اقوال مین کہ جسوقت کہا حضرت ابراہیم نے خداوندا دکھا تو مجھے کیونکر
زندہ کرتا ہی مردونکو تو خدانے کہا کیا تو ایمان نہین لایا کہا ہان لیکن تاکہ مطمئن ہو میرا قلب
بس تحقیق کہ مرتبہ عین الیقین فوق مرتبہ علم الیقین ہی۔
اسی وجہ سے حدیث مین ہی کہ نہین ہی خبر مانند معائنہ کے اگرچہ کہا ہی بعض اون کے نے
کہ اگر کھول دیا جائے پردہ تو نہ زیادہ ہوگا میرا یقین یعنی اصل یقین بسبب مطابقت
علم الیقین کے اس خبر مین اور یہ اسکے منافی نہین ہی کہ یقین زیادہ ہو بسبب رویت
کے جیسا کہ دہ مشاہد ہی اوس شخص کے حق مین جس کو علم کعبہ حاصل ہی غیبت مین پھر اوسکو
مشاہد ہو عالم حضرت مین"
افسوس کہ ملا علی قاری اپنے امام رازی کے قول پر تو ایمان لائے مگر جناب امیرالمومنین ع
کے ارشاد فیض بنیاد لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا پر ایمان نہ لاسکے جسے بقول
وان قال بعضہم تعبیر کیا حالانکہ اگر وہ غور کرتے تو یہ قول جناب امیرالمومنین ع نہ مخالف حدیث
لیس الخبر کالمعائنہ ہی کیونکہ یہان خبر نہین ہی نہ مخالف قول خلیل اللہ کیونکہ حضرت ابراہیم کیفیت احیاء
موتی کا دیکھنا چاہتے تہین چنانچہ علامہ شیخ محی الدین عربی باب ۲ فتوحات مکیہ مین لکھتے ہین
وفیہ علم تنزیہ الانبیاء مما نسب الیہم المفسرون من الطامات مما لم یجی فی کتاب
اللہ وہم یزعمون انہم قد فسروا کلام اللہ فیما اخبر بہ عنہم نسال اللہ العصمۃ فی
القول والعمل فلقد جاؤا فی ذلک باکبر الکبائر کمسئلۃ ابراھیم خلیل اللہ وما
نسبوا الیہ من الشک وما نظروا الی قول رسول اللہ نحن اولی بالشک من ابراھیم
ما شک فی احیاء الموتی ولکن علم ان لاحیاء الموتی وجوہا مختلفۃ لم یدر بای وجہ
یکون احیاء الموتی وھو مجبول علی طلب العلم فعین اللہ لہ وجھا من تلک الوجوہ
حتی سکن اللہ قلبہ فعلم کیف یحیی الموتی۔ اس باب مین ہی جاننا تنزیہ انبیا کا اون چیزون
سے کہ نسبت دیا ہی طرف اون کے مفسرین نے طامات سے حالانکہ وہ باتین کتاب
خدا مین نہین ہین۔ اور مفسر لوگ گمان کرتے ہین کہ اونھون نے کتاب خدا کی تفسیر کی ہی
بیچ اوسکے کہ خبر دیا ہی اون لوگون سے۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہین عصمت کو قول و عمل مین

تنزیہ انبیا و ابراہیم علیہ السلام

تشریف لایا کرتے تھے۔
ہان وہی علامہ خطیب اسکے بھی ناقل ہین کہ امام ابوحنیفہ کہتے تھے کہ ایمان ابی
بکر الصدیق و ایمان ابلیس واحد یعنی حضرت ابوبکر کا ایمان اور شیطان کا ایمان
برابر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو اصول امام ابوحنیفہ نے مقرر کئے ہین اوسکے مطابق کسی
طرح اوسپر اعتراض نہین ہوسکتا۔
اسکو جانے دیجئے خود علامہ عبدالعلی بحر العلوم شرح مسلم الثبوت مین لکھتے ہین و
یجوز نسخ وجوب الایمان وحرمة الکفر عند الاشاعرة فالایمان والکفر
سیان عندھم یعنی جائز ہے نسخ وجوب ایمان وحرمت کفر اشاعرہ کے
نزدیک کیونکہ ایمان وکفران کے نزدیک مساوی ہو پس اس قاعدہ سے بھی مساوات
ایمان ابوبکر وابلیس مین کوئی عذر نہین ہوسکتا ملا علی قاری شرح فقہ اکبر مین
لکھتے ہین فالتحقیق ان الایمان کما قال الامام الرازی لا یقبل الزیادۃ
والنقصان من حیثیة اصل التصدیق لا من جهة الیقین فان مراتب
اھلھا مختلفة فی کمال الدین کما اشار الیه سبحانه بقوله تعالیٰ واذ قال
ابراهیم رب ارنی کیف تحیی الموتی قال اولم تؤمن قال بلی ولکن
لیطمئن قلبی فان مرتبة عین الیقین فوق علم الیقین ولذا ورد لیس الخبر
کالمعاینة وان قال بعضهم لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا یعنی اصل
الیقین المطابقة علم الیقین فی ذلک الخبر وھو لا ینافی زیادۃ الیقین
عند الرؤیة کما ھو مشاھد لمن له علم بالکعبة فی الغیبة ثم حصل
له المشاھدۃ فی علم الحضرۃ ص ۱۰۲ یعنی تحقیق یہ ہے کہ ایمان جیسا
کہ کہا امام رازی نے نہین قبول کرتا زیادہ ونقصان کو بحیثیت اصل تصدیق کے
نہ بجہت یقین سے کیونکہ مراتب یقین مختلف ہین کمال دین مین جیسا کہ اشارہ کیا طرف

لانہ لو ینقص لا یبقی ایمانا پھر لکھتے ہین قال الداؤدی سئل مالک عن نقص الایمان وقال قد ذکر اللہ تعالی زیادتہ فی القران وتوقف عن نقصہ وقال لو نقص لذھب کلہ ص ۱۲۶ جس سے بصراحت ظاہر ہے کہ امام مالک نقصان ایمان کے نہین قائل ہین حالانکہ علامہ عینی بہت سے صحابہ وتابعین سے اس کے ناقل ہین کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے وقال سھل بن متوکل ادرکت الف استاذ کلھم یقول الایمان قول وعمل یزید و ینقص وقال یعقوب بن سفیان ان اھل السنۃ والجماعۃ علی ذلک بمکۃ والمدینۃ والبصرۃ والکوفۃ والشام عینی ص ۱۲۷ کہا سھل بن متوکل نے کہ ہم نے ہزار استادو کو یہی کہتے سنا ہے کہ ایمان قول وعمل ہے زیادہ ہوتا ہے اور کم اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ اہلسنت والجماعت اسکے قائل ہین مکہ۔ مدینہ۔ بصرہ۔ کوفہ۔ شام مین کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے۔ تو اب امام ابو حنیفہ وامام مالک دونون فرقہ اہل سنت سے خارج ہوئے جن مین سے ایک تو نہ کم ہونے کا قائل ہے نہ زیادہ ہونے کا اور دوسرا کم ہونیکا منکر ہے پھر نہ معلوم یہ دونون امام کس فرقہ مین داخل ہون گے۔

تیسرا جملہ ان سب کے بعد بخاری صاحب الحب فی اللہ والبغض فی اللہ من الایمان لکھتے ہین جس مین بقول عینی دو احتمال ہین ایک تو یہ کہ عطف ہو بنی الاسلام پر جس سے یہ مطلب نکلین گے کہ اس باب مین اسکا بھی بیان ہے مگر اس پر نہ کوئی حدیث لائے نہ آیہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ایمان کے کمی و زیادتی کی یہ بھی ایک دلیل ہے ابن حجر اسی احتمال کے قائل ہین مگر ہر حال مین نہ یہ حدیث ہے نہ آیہ ہے نہ کسی کا مقولہ ہے بلکہ خود بخاری صاحب کا یہ جملہ ہے کیونکہ سنن ابو داؤد مین یہ حدیث اس طرح وارد ہے قال رسول اللہ صلعم افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور مصنف ابن ابی شیبہ مین اسطرح ہے قال رسول اللہ صلعم اوثق عری الایمان الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور دوسری روایت ان کی یہ ہے اوثق عری الاسلام الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور جامع ترمذی مین ان الفاظ سے ہے ان النبی صلعم قال من اعطی للہ ومنع للہ واحب للہ وابغض للہ فقد استکمل الایمان جس سے بصراحت معلوم ہوا کہ یہ فقرہ بخاری صاحب کا ہے نہ کہ جملہ حدیث ہو

بہ تحقیق وہ مفسرین مرتکب ہوئے ہیں اکبر کبائر کے مثل مسئلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کہ اون
کی طرف شک کی نسبت دی اور نہ نظر کیا اونھون نے قول رسول اللہ مین کہ حضرت نے فرمایا ہمکو
زیادہ مستحق شک ہین بہ نسبت حضرت ابراہیم کے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کو احیاء موتی مین نہین
شک ہوا تھا بلکہ وہ جانتے تھے کہ مردون کے زندہ کرنے کے وجوہ مختلف ہین لہذا اونھون نے
اس کو جاننا چاہا کہ کس وجہ سے زندہ کیا جاتا ہے بس خدا نے معین کیا اون کے لئے ایک وجہ کو
بہت سے وجوہ سے" جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم طالب تعیین وجہ احیاء اموات
تھے اور اوسیکے نسبت فرماتے ہین لیطمئن قلبی بخلاف یہان کے جو حضرت فرماتے
ہین لوکشف الغطا ماازددت یقینا کہ خداوند عالم کے وجود یا قدرت و حکمت
مین پردہ سے کسی طرح کا فرق نہین پڑتا۔

ہان چونکہ ملا علی قاری اون لوگون سے ہین جو اسکے قائل ہین کہ خداوند عالم کی رویت دنیا
مین بھی ممکن ہے اور قیامت مین تو ضروری ہے اس وجہ سے اسکی تمثیل لائے کہ ہمارا علم بوجود
کعبہ غیبت مین اور مشاہدہ مین فرق رکہتا ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ غیر محسوس کا قیاس محسوس
پر بالکل باطل ہے۔ اور لیس الخبر کالمعاینہ کو وجود باری سے تعلق ہی نہین کیونکہ یہان تو صرف معاینہ
ہے مگر اس کا علم اونہین لوگون کو ہوسکتا ہے جنکا دل نور ایمان سے منور ہے اور علم کو انا مدینۃ العلم
وعلی بابہا سے لیتے ہین نہ اون لوگونکو جو پیرو مارقین وقاسطین وناکثین وسارقین ہین اور قیامت
مین خدا کو ماہ شب چار دہ کیطرح دیکہنے کا اعتقاد رکہتے ہین۔

بہرحال اگر ملا علی قاری کو ناصبیت نے مادہ اعتدال سے نہ ہٹادیا ہوتا تو اس قول کو کشف
الغطا ما ازددت یقینا پر فخر کرتے اور سمجھتے کہ قول وصی حبیب اللہ اور خلیل اللہ مین کیا
فرق ہے نہ یہ کہ اس قول سے یاد کرتے وان قال بعضہم۔

اب ہم بقیہ کلام بخاری کی طرف متوجہ ہوتے ہین کیونکہ وہ بمقابلہ ادعائے امام ابوحنیفہ کہ ایمان
نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم آٹھ آیتین کلام اللہ کی لائے ہین مگر افسوس کہ بہت سے ائمہ اہل سنت
اوس پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ امام مالک بھی بفحوائے اتومن ببعض الکتاب اس کے
قائل ہین کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے مگر کم نہین ہوتا جیسا کہ عینی مین ہے وقال آخرون انہ لا ینقص

ولا فی الترمذی کہ نہ صحیح بخاری مین اسکی روایت ہے نہ صحیح مسلم مین نہ ترمذی مین مگر یہ توضیح کے لئے اون کا قول یہان لکھدیا اور وہ کئی آیتون کے بعد جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کا وزن اون کے نزدیک آیتون سے زیادہ تہا۔

عینی لکھتے ہین ولما فھم البخاری من قول عمر فمن استکملھا الی اخرہ ای انہ قائل بانہ یقبل الزیادۃ والنقصان ذکرہ فی ھذا الباب عقیب الآیات المذکورۃ یعنی چونکہ بخاری نے قول عمر فمن استکملھا سے یہ سمجھا تھا کہ وہ اسکے قائل ہین کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے لہذا بعد آیات مذکورہ اوسکے قول کو لائے۔ مگر افسوس کہ علامہ کرمانی نے بخاری صاحب کی اس غلط فہمی کی خوب ہی دھجیّ اوڑائی لکھتے ہین لقائل ان یقول لا یدل ذلک علیہ بل علی خلافہ اذ قال للایمان کذا و کذا فجعل الایمان غیر الفرائض واخواتھا و قال استکملھا ای الفرائض و نحوھا لا الایمان فجعل الکمال لما للایمان لا للایمان یعنی معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ اس جملہ سے خلاف فہم بخاری ثابت ہوتا ہے کیونکہ عمر بن عبد العزیز نے کہا ہے واسطے ایمان کے فرائض و سنن ہین جس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان کو مغایر فرائض و سنن جانتے ہین۔ اور استکمال کی نسبت کی ہے تو فرائض کی طرف نہ ایمان کی طرف۔ پھر تمہارا یہ دعوی کیونکر ثابت ہوا کہ ایمان مین کمی و زیادتی ہوتی ہے

اس اعتراض نے عینی کو توبو کہلا دیا کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اسکے کہ کہین لو وقف الکرمانی علی روایۃ ابن ابی شیبہ لما قال ذلک لان فی روایتہ جعل الفرائض واخواتھا عین الایمان کہ اگر کرمانی کو روایت ابن ابی شیبہ ملتی تو یہ اعتراض نہ کرتے کیونکہ اوس روایت مین فرائض وغیرہ کو عین ایمان کہا ہے۔ مگر افسوس کہ عینی کو یہ نہ سوجہا کہ اعتراض کی بنیاد تو اوسی روایت یا قول پر ہوتی ہے جس کو وہ شخص بیان کرتا ہے نہ یہ کہ تمامی روایات و اقوال پر پس کرمانی کا اعتراض بخاری کی روایت پر تو درست ہے دوسے

علامہ ابن حجر لکھتے ہین کہ معظم روایات مین تو یون ہی ہے۔ ان للایمان اور یہی روایت بطریق موصول وارد ہے بخلاف روایت ابن عساکر ان للایمان کے کہ وہ روایت غیر متصل ہے کیونکہ اس مین ایمان و فرائض متحد سمجھے جاتے ہین اگرچہ بقاعدہ محدثین اہلسنت

افسوس کہ جو شخص امام المحدثین کہا جائے وہ خاص حدیث کی کتاب مین حدیث کو بلفظہ نہ لائے اور اپنے دل سے گڑھ کر ایک جملہ لاوے جس سے لوگون کو حدیث کا شبہہ ہو۔ کیون صاحب جب وہ حافظ حدیث تھے۔ حدیثین حفظ تھین تو نفس حدیث کو کیون نہ لائے جو اپنی طرف سے فقرہ بنانے کے محتاج ہوئے۔

حافظ ابن حجر کی یہ جرأت ہو لفظ حدیث اخرجہ ابو داود نہایت ہی قابل حیرت ہی کیونکہ حدیث تو وہی لکھتے ہین جسے مین لبھی سنن ابو داود سے لکھ چکا اور پھر اس فقرہ بخاری کی نسبت کہتے ہین کہ یہ لفظا حدیث ہی جسے اخراج کیا ابو داود نے حالانکہ دونون کے الفاظ مین تفاوت صریح ہی۔ پھر اس پر دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہی کہ اگر حدیث ہی تو معلق ہی کیونکہ اسناد وغیرہ کچھ نہین پھر ایسی حدیث صحیح کیونکر ہوگی اور جس کتاب کی ایک ایک حدیث یا ایک ایک فقرہ کا یہ حال ہو وہ اصح الکتب بعد کتاب الباری کا لقب کیونکر حاصل کر سکتی ہی فاعتبروا یا اولی الابصار

چوتھا جملہ اس کے بعد لکھتے ہین وکتب عمر بن عبد العزیز الخ پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ عمر بن عبد العزیز ایک خلیفہ ہین خلفائے بنی مروان سے جنہون نے دو برس ۵ مہینہ خلیفہ رہ کر خود بنی امیہ کے زہر سے سنہ ۱۰۲ مین وفات پائی۔ پھر اون کے قول کو مجموعہ احادیث رسول اللہ صلعم مین لانا دلیل عقلمندی نہین تو کیا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہین ھذا من تعالیق البخاری یعنی یہ تعلیقات بخاری سے ہی جسکی سند وغیرہ کچھ نہین۔ اور یہ امر تمامی اہل سنت کے یہان مسلم ہے کہ معلق یا مقطوع السند کو صحیح نہین کہتے اور معلقات کی ضرورت شواہد مین ہوتی ہی کہ اگر کوئی روایت صحیح نہ ہو تو اوس کے تائید مین اسکو لاتے ہین اور جب یہ خود ضعیف ہوئی تو اس کی تمیز کیونکر ہوگی۔

مگر چونکہ امام ابو حنیفہ کا غبار ان کے دل مین بھرا ہوا تھا اون کے قول لا یزید ولا ینقص کو رد کرنا تھا لہذا نہ صحیح کا خیال رہا نہ مرفوع متصل کا ہر رطب یابس کو بھر دیا تعجب ہی کہ آٹھ آیتین اون کے مطلب کو نہ کافی ہوئین جو اس کی ضرورت پڑی کہ عمر بن عبد العزیز کے قول سے سند لائین جو نہ خود صحابی ہی نہ ائمہ مجتہدین سے اور اسپر لطف یہ ہی کہ ایک روایت بھی عمر بن عبد العزیز کی صحیحین مین نہین ہے جیسا کہ عینی لکھتے ہین ولیس لہ فی الصحیحین شیٔ

بلکہ ہم کہتے ہین کہ اس آیہ کو اگر وہ سب آیتون پر مقدم کرتے تو زیادہ اونکا مطلب ثابت ہوتا کیونکہ اس آیہ مین پہلے خطاب ہی اولم تومن کیا تو ایمان نہین لایا جسپر حضرت خلیل اللہ نے اقرار کیا کہ بلی ولکن لیطمئن قلبی جو اسپارہ مین صریح ہی کہ اطمینان کا درجہ ایمان سے بڑھا ہوا ہی کیونکہ وہ عین الیقین ہے بخلاف اون آیتون کے جنہین بخاری صاحب نے لکہا کہ وہ سب علم الیقین ہی کے درجہ مین ہے۔

چہٹا جملہ بہر حال جب فہم اور سلیقہ امام بخاری کا حال معلوم ہو چکا تو اس کو ملاحظہ فرمائی کہ اسکے بعد لکھتے ہین قال معاذ رض اجلس بنا نومن ساعۃ جو قول معاذ بن جبل صحابی ہی نہ حدیث رسول اللہ اور پہر معلق ہے یعنی بلا اسناد جسپر ابن حجر لکھتے ہین و التعلیق المذکور وصلہ احمد کہ اس تعلیق کو وصل کیا ہی احمد نے مگر اس سے بخاری صاحب کو کیا نفع ہوا ہی کیونکہ وہ تو کتاب صحیح لکھ رہے ہین اور لاتے ہین اوس مین معلق جو مقطوع السند ہی پہر حدیث صحیح کہان رہی۔

یہ اعتراض تعلیق یا قطع سند کا ان سب اثرونپر کہا گیا ہی جو یہان ابن مسعود اور ابن عمر سے مروی ہی کہ سب قول صحابی ہی اور بلا سند۔

ان دونون قولون کے بعد قول مجاہد ہی جس کے نسبت حافظ ابن حجر لکھتے ہین قال شیخ الاسلام البلقینی وقع فی اصل الصحیح فی جمیع الروایات فی اثر مجاھد ھذا التصحیف قل من تعرض لبیانہ وذلک ان لفظہ وقال مجاھد شرع لکم۔ اوصیناک یا محمد و ایاہ دینا واحدا والصواب اوصاک یا محمد و انبیاءہ کذا اخرجہ عبد بن حمید والفریابی والطبری و ابن المنذر فی تفاسیرھم وبہ یستقیم الکلام وکیف یفرد مجاھد الضمیر لنوح وحدہ مع ان فی السیاق ذکر جماعۃ انتہی ص۲۷

یعنی کہا شیخ الاسلام بلقینی نے کہ اصل صحیح کے کل ان روایتون مین جو مجاہد سے منقول ہی تصحیف ہوگئی ہی جس سے کمتر لوگون نے تعرض کیا ہی کیونکہ اس عبارت قال مجاہد شرع لکم اوصیناک یا محمد و ایاہ دینا واحدا مین صواب اس طرح ہی اوصاک یا محمد و انبیاءہ جیسا کہ اسکا اخراج کیا ہی عبد بن حمید اور فریابی اور طبری اور ابن منذر نے اپنی تفسیرون مین۔ اور اسی صورت مین مستقیم ہوتا ہی کلام اور کیونکر ضمیر مفرد لا سکتا ہی مجاہد نوح کے لئے تنہا حالانکہ سیاق آیہ مین ذکر ہے ایک

یہ درست ہی مگر تمامی عقلا کے نزدیک اسکی حماقت ظاہر ہے جو اس کا مدعی ہو کہ ایمان و فرائض شیئ واحد ہین۔

ہان ابن حجر کا یہ جواب کرمانی کے مقابلہ مین درست ہی کہ آخر مین استکمال ایمان کو بھی تو عمر بن عبد العزیز نے لکھا ہی جس سے اوسکی قابلیت زیادتی و نقصان ظاہر ہی مگر ہو سکتا ہی کہ کہا جائے یہان استکمال کا اطلاق مجازاً ہی۔

پانچوان جملہ اس کے بعد بخاری صاحب لکھتے ہین وقال ابراہیم ولکن لیطمئن قلبی اس جملہ سے ہر شخص کو بخاری صاحب کا سلیقہ معلوم ہو گیا کہ پہلے تو اٹھہ آیت لائے بعدہ ایک جملہ اپنی طرف سے۔ پھر قول عمر بن عبد العزیز۔ اوسکے بعد پھر آیت۔ قربان جائے اس سلیقہ کے۔

علامہ عینی لکھتے ہین قیل کان المناسب للسیاق ان یذکر ھذہ الآیۃ عند سایر الآیات یعنی مناسب یہ تہا کہ اس آیہ کو بھی اونہین آیتون کے ساتھ ذکر کرتے جنہین پہلے لکھہ چکے ہین۔

یہ ایک کہلا ہوا اعتراض ہی جو ہر با فہم و ادراک کی سمجھ مین آسکتا ہی۔ مگر چونکہ ان لوگون نے قسم کہالی ہی کہ حمایت بخاری سے کبھی باز نہ آئین گے لہذا اس معقول اعتراض کا یہ جواب دیا ہی واجیب بان تلک الآیات دلت علی الزیادۃ صریحا وھذہ لا تلزم الزیادۃ فیہا ففصل بینہما اشعارا بالتفاوت اور ابن حجر نے یہ مضمون تراشا ہی کان الدلیل یوخذ من تلک بالنص ومن ھذہ بالاشارۃ کہ چونکہ پہلی آیتون مین لفظ زیادتی بصراحت تہی اور اسمین وہ تصریح نہ تھی لہذا دونون کو جدا کر دیا تاکہ تفاوت دونون کا معلوم ہو۔ مگر یہ ایسا جواب ہے کہ بے اختیار آدمی ہنس پڑے کیونکہ یہ تو کوئی ایسا راز نہ تہا جسکے لئے اسکی ضرورت ہوتی کہ آیتون کے بعد الحب فی اللہ والبغض فی اللہ لایا جائے اور پھر خط عمر بن عبد العزیز اوسکے بعد آیہ لیطمئن قلبی تاکہ لوگون کو تفاوت استدلال کا حال معلوم ہو حالانکہ وہ اگر سب آیتون کے پہلے اسیکو لکھتے تو نہایت انسب تہا کیونکہ یہی قاعدہ ہے پہلے مجمل لاتے ہین پھر مفصل بنا بر روایات اہل سنۃ لیطمئن قلبی کے معنی لیزداد یقینی

منہاجا کے ہی بس نفس آیہ کو چھوڑ کر اوس کی تفسیر کو لکھنا کمال عقلمندی ہی یہ اعتراض بھی کیا گیا ہی کہ قول مجاہد سے تو اتحاد شریعت انبیا ثابت ہوتی ہی اور اس قول سے اختلاف کیونکہ یہان یہ مذکور ہی کہ ہر نبی کے لئے شریعت و منہاج علیحدہ ہی جو صریحی تعارض ہے۔
اس کا جواب یہ دیا ہی کہ اتحاد اصول دین مین ہی اور اختلاف فروع دین مین لہذا تعارض نہین ہی۔

اٹھوان جملہ اسکے بعد یہ جملہ لکھا دعاؤکم ایمانکم یہ قول بھی حضرت ابن عباس کا ہی تفسیر مین آیہ قل ما یعبؤ بکم ربی لولا دعاؤکم یعنی لولا ایمانکم جس کی غرض صرف اس قدر ہی کہ دعا و ایمان مین اتحاد ہی یہان اکثر نسخ بخاری مین ایک دوسری عقلمندی بھی تو کہا ئی گئی ہی کہ دعاؤکم ایمانکم کے قبل لفظ باب لکھ دیا ہی اور موجودہ نسخون مین تو واؤ عاطفہ بھی نہین ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ بخاری صاحب نے دونون قول ابن عباس کو ایک کر دیا حالانکہ کس قدر فرق ہی جسکی وجہ ابن حجر صاحب یہ لکھتے ہین فقولہ دعاؤکم ایمانکم من قول ابن عباس وعطفہ علی ما قبلہ کعادتہ فحذف اداۃ العطف حیث ینقل التفسیر یعنی بخاری کی عادت ہی کہ جہان تفسیر کو نقل کرتے ہین وہان حرف عطف کو حذف کر دیتے ہین۔ مگر یہ کیسا معقول عذر ہی اور جب یہی اونکی عادت ہی تو پھر ہم کیا کہین

ہان اب باب کی بات سنئے کہ یہان باب کا لانا کیسا بے جوڑ ہی علامہ عینی اوس نسخہ سے جسپر خط علامہ قطب الدین حلبی شارح بخاری تہا نقل کرتے ہین وفیہا باب دعاؤکم ایمانکم حافظ ابن حجر لکھتے ہین قال النووی ما تقع فی کثیر من النسخ ہنا باب وہو غلط فاحش وصوابہ بحذفہ ولا یصح ادخال باب ہنا اذ لا تعلق لہ ہنا قلت ثبت باب فی کثیر من الروایات المتصلۃ منہا روایۃ ابی ذر ویمکن توجیہہ یعنی امام نووی فرماتے ہین کہ اکثر نسخون مین یہان باب ہی جو غلطی فاحش ہی کیونکہ لفظ باب یہان کسی طرح صحیح نہین ابن حجر اوس کے جواب مین لکھتے ہین کہ اکثر روایات متصلہ مین یہان لفظ باب ہی کہ منجملہ ان روایتون کے روایت ابوذر ہی اور توجیہہ

جماعت کا انبیا سے۔

الحمد للہ کہ خود شیخ الاسلام بلقینی کے بیان سے ثابت ہوا کہ صحیح بخاری کے تمامی نسخون مین یہ تصحیف ہوئی ہی پھر ایسی کتاب کے نسبت صحت کا دعویٰ کیسا لغو ہی۔

جو شخص کچھ بھی غور و فکر کا مادہ رکھتا ہی وہ سمجھ سکتا ہی کہ امام بخاری صاحب نے کس عالم مین اس مجموعہ کو مرتب کیا ہی جس کا ایک جملہ ایک فقرہ بھی صحت کا جامہ نہین پہن سکتا اگرچہ مذہب اہل سنت مین نبیذ عام طور پر حلال ہی مگر ہم نہین کہہ سکتے کہ کیا بات ہی جو بخاری صاحب اس طرح کا مجموعہ ترتیب دے رہے ہین کیونکہ جو قول مجاہد لکھ رہے ہین وہ درحقیقت قول مجاہد نہین ہی بلکہ آیہ کلام اللہ ہی جسکے وہ مفسر ہین اور تفسیر بیان کر رہے ہین چنانچہ اصل آیہ یون ہی سورہ شوریٰ مین شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویھدی الیہ من ینیب اسی آیہ کی تفسیر مین مجاہد نے کہا اوصیناک یا محمد وایاہ دینا واحدا جسے بخاری نے یہان نقل کیا اور غرض اونکی اس سے یہ ہی کہ ثابت ہو کہ ایمان مین اعمال بھی داخل ہی جسکے خلاف امام ابو حنیفہ نے یہ دعویٰ کیا ہی کہ اعمال جزو ایمان نہین ہی مگر افسوس کہ نہ مجاہد کو معلوم ہوا نہ بخاری صاحب کو کہ یہ تفسیر کس قسم کی ہے اور اس حذف و محذوف کی کیا ضرورت ہی۔

اعتراض بلقینی کا جواب عینی نے یہ دیا ہی کہ تصحیف نہین ہی کیونکہ آیہ مین حضرت نوح کا ذکر بھی علحدہ ہوا ہی اور ابن حجر بھی یہی جواب دیتے ہین اور آخر مین لکھتے ہین غایۃ ما ذکر من التفاسیر بخلاف لفظہ ان یکون مذکورا عند المصنف بالمعنی مگر اس کا کیا جواب ہی کہ اصل آیہ کو چھوڑ کر اوس کی تفسیر کو لکھا حالانکہ اصل آیہ بھی اون کے مقصد پر اوسیطرح دلالت کرتا ہے جس طرح کہ یہ تفسیر۔ اور وہ ان اعتراضون سے بھی بالکل مبرا ہے۔ بہرحال یہ قول مجاہد بھی تعلیق ہی جس کی کوئی سند نہین۔

ساتوان جملہ اس کے بعد قول ابن عباس لکھا ہی وقال ابن عباس شرعۃ ومنھاجا سبیلا وسنۃ یہ قول بھی بلا سند ہی اور تفسیر ہی قولہ تعالیٰ لکل جعلنا منکم شرعۃ و

باقوام عیسی بن المتوفی سنہ ۲۱۳ یا ۲۱۴ھ قال ابن قتیبہ فی المعارف کان عبید اللہ سیعاً و
یروی احادیث منکرۃ فضعف بذالک عند کثیر من الناس وقال النووی وقع
فی الصحیحین وغیرہما من کتب ائمۃ الحدیث الاحتجاج بکثیر من المبتدعۃ
غیر الدعاۃ الی بدعتہم ولم یزل السلف والخلف علی قبول الروایۃ منہم والاستدلال
بہا والسماع منہم واسماعہم من غیر انکار صفحہ ۳۵ھ

اصل کتاب صحیح بخاری کی یہ پہلی حدیث ہے جس کا پہلا راوی جو امام بخاری کا اوستاد ہے۔ وہ احادیث منکرہ کا راوی ہے جس سے اکثر آدمیوں کے نزدیک وہ ضعیف قرار پایا پس جس کتاب کے پہلے راوی کا یہ حال ہو اوس کی حدیثوں کا کیا کہنا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

شرح حدیث اگرچہ یہ حدیث واضح ہے اپنے مطلب میں مگر علماء اہل سنت کو چونکہ بات بات میں اختلاف زیادہ پسند ہے اس لئے اس حدیث پر بہت سے اعتراضات ہوئے پہلا اعتراض تو ترتیب پر ہے کیونکہ اس حدیث سے ترتیب نکلتی ہے جسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ واو عطف ترتیب کے لئے نہیں ہے دوسرے یہ کہ اسلام تو نام ہے کلمہ کا کیونکہ جو شخص اقرار شہادتین کرتا ہے اوس کے اسلام کا حکم کیا جاتا ہے پھر ان امور کو کیوں ذکر کیا جس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ بغرض تعظیم ان اعمال کے تذکرہ ہوا تیسرے یہ کہ جب اسلام ان پانچ چیزوں کا نام ہوا تو اتحاد لازم آیا حالانکہ مبنی و مبنی علیہ میں تغائر ضروری ہے چوتھے یہ کہ ایمان بہ ملایکہ و انبیا کو یہاں کیوں نہ ذکر کیا حالانکہ خود بخاری کی اوس روایت میں موجود ہے جو حضرت نے بجواب جبرئیل میں فرمایا تھا پانچویں یہ کہ پھر جہاد کو اس میں کیوں نہ ذکر کیا اوس کا جواب یہ دیا گیا۔ بانہ لم یکن فرضا وقیل لانہ من فروض الکفایات وتلک فرائض الاعیان قال اللہ اودی لما فتحت مکہ سقط فرض الجہاد علی من بعد من الکفار وھو فرض علی من یلیہم وکان اولا فرضا علی الاعیان وقیل ھو مذہب ابن عمر والثوری وابن شبرمۃ الا ان ینزل العدو فیامر الامام بالجہاد وجاء فی البخاری فی ھذا الحدیث فی التفسیر ان رجلا قال لابن عمر ما حملک علی ان تحج عاما و تعتمر عاما و تترک الجہاد و فی بعضہا فی اولہ ان رجلا قال لابن عمر الا تغزو وقال سمعت رسول اللہ صلعم قال بنی الاسلام علی خمس الحدیث

اس کی بھی ممکن ہے۔

عینی لکھتے ہین کہ یہان باب کا لانا کسی طرح جائز نہین کیونکہ پہلے شروع باب مین ابتدا کیا تھا قول رسول اللہ بنی الاسلام سے جسے ابھی تک ذکر نہین کیا پھر بغیر اوسکے ذکر کے لفظ باب لانا کیسا. دوسرے یہ کہ اگر لفظ باب مان لیا جائے تو پھر اوس کے مطابق حدیث لانا چاہیے حالانکہ اوسکے مطابق کوئی حدیث نہین لائے۔

ان عبارتون سے آپ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ کتاب بخاری کس شان کی ہے کیونکہ اگر خود امام بخاری نے یہان لفظ باب لکھا تو بجائے خود اون کے عقلمندی ہے۔ اور اگر اون کے بعد والے محدثین نے لکھا یا نکال ڈالا تو پھر عقلمندی دیانت داری سبھی کچھ ثابت ہوئی کہ جسنے جو چاہا گھٹا دیا یا بڑھا دیا اسپر اصح الکتب کا لقب کس درجہ زیبا ہے۔

علامہ عینی لکھتے ہین واعلم ان من قولہ وقال ابن مسعود الیٰ ھنا غیر ظاھر الدلالۃ علی الدعوی وھو موضع بحث ونظر یعنی جہان سے قال ابن مسعود کو امام بخاری نے لکھا ہے یہان تک اون کے دعوی پر ظاہر الدلالۃ نہین ہے اور اسمین بہت کچھ بحث و نظر کو دخل ہے۔ لیکن جس بخاری کی یہ حالت ہو اوسکو اصح الکتب بنانا کیسا پیارا معلوم ہوتا ہے۔ ان سب کے بعد بخاری صاحب اوس حدیث کو لکھتے ہین جسکے لئے یہ باب بنایا تھا اور ابھی تک برون در امام اعظم سے لڑ رہے تھے وہ حدیث یہ ہے

حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ اخبرنا حنظلہ بن ابی سفیان عن عکرمہ بن خالد عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ ؐ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔ ترجمہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

تعداد حدیث — اس حدیث کو بخاری صاحب نے دو مقام پر لکھا ہے ایک یہان دوسرے تفسیر مین اور امام مسلم نے صرف کتاب الایمان مین۔ بخاری کے طریق سے یہ حدیث رباعی ہے اور مسلم کے یہان خماسی۔

رواۃ حدیث — اس حدیث کی روایت مین چار نام لئے گئے ہین پہلے عبید اللہ بن موسٰے بن

ہین قد اختلف فی ھذہ المسئلہ و ھو جواز نقل الحدیث بالمعنی عن العالم وقع
الالفاظ و ترکیبھا و امامن لا یعرف ذلک فلا خلاف فی تحریمہ یعنی حدیث کے بالمعنی
نقل کرنے مین اختلاف ہی جاہل کے لئے تو مطلقاً حرام ہی اور عالم کے لئے بعض قایل بہ جواز ہین
اور بعض قایل بہ حرمت۔

پس امام بخاری اگر بالفرض عالم بھی مانے جائین تو بعض کے نزدیک تو مرتکب حرام ہوئے اور
اگر ان سب سے قطع نظر کرین تو زوال دعوے حافظہ مین تو کوئی عذر ہی نہین ہو سکتا کہ اہل
حدیث نہ یاد رہی جو اپنے طرف سے اوس مطلب کو اپنے الفاظ مین ادا کیا جو ان کے کمال
بے احتیاطی کی دلیل ہے۔ چنانچہ ابن حجر یہ بھی لکھتے ہین کہ بخاری کے دوسری روایت
مین لفظ صیام زکوۃ پر مقدم ہے۔

دوسرا جواب یہ دیا ہی کہ ممکن ہی بخاری نے رد ابن عمر کو (جو تقدیم حج پر کیا تھا) نہ سنا ہو
یا سنا ہو پھر بھول گئے ہون بلکہ بعضون نے تو یہان تک ترقی کی کہ کہا ممکن ہے ابن عمر
ہی بھول گئے ہین جنہون نے ایک دفعہ وہ روایت کی اور ایکدفعہ یہ جیسا ابن حجر لکھتے ہین کہ
تطرق النسیان الی الراوی عن الصحابی اولی من تطرقہ الی الصحابی یعنی راوی
کے نسیان کا قایل ہونا اولی ہی بہ نسبت اس کے کہ صحابی کے نسیان کے قایل ہون۔

غرض یہ روایت بخاری کی جو کتاب کی پہلی بات ہی اور حضرت ابن عمر کے روایات سے ہی
تو و اہل سنت کے قواعد مقررہ سے خطاب صحیح سے خارج ہی سنداً بھی مجروح ہی متناً بھی مقدوح ہی
اب آئیے اس کے مقابلہ مین اہل حق یعنی شیعہ کی روایت ملاحظہ کیجئے کہ خود کتاب مستطاب
اصول کافی مین ہی باب دعائم الاسلام عن ابی حمزۃ عن ابی جعفر علیہ السلام قال بنی الا
سلام علی خمس الصلوۃ والزکوۃ والصوم والحج والولایۃ ولم ینادبشئ ما نودی بالولایۃ صفحہ ۳۶۶
اس حدیث کی جودت اور متانت کو دیکھو جو ہر الزام سے پاک اور ہر عیب سے مبرا ہی کیونکہ اس حدیث
سے مبنی اور مبنی علیہ متمیز ہو گئے مبنی تو اسلام ہی اور مبنی علیہ یہ پانچ چیزین پس دوسرا دور تغیر القراٰن
ساقط ہو گیا اور نیز جو تھا کیونکہ وہ تو شرائط اسلام سی ہی اور نیز پہلا اعتراض بھی کیونکہ یہان ترتیب مقصود
اس روایت مین ولایت جناب امیر المومنین ع کا بھی نام لیا گیا ہی جس سے گو قلعا حضرت

فهذا يدل على ان ابن عمر كان لا يرى فرضيته اما مطلقا كما نقل عنه او فى ذلك الوقت
عینی صہ ۱۴۳ کہ جہاد فرض نہین ہی اور کہا گیا ہی کہ جہاد واجب کفائی ہی اور یہ سبب واجب عینی
ہی کہا داؤدی نے فتح مکہ کے بعد سے فرض جہاد ساقط ہی۔ اور کہا گیا ہی کہ یہی مذہب ابن عمر و ثوری
ابن شبرمہ ہی اور ایک حدیث مین بخاری کے آیا ہی کہ کسی نے ابن عمر سے پوچھا کیا سبب ہی کہ ایک
سال تو حج کرتے ہو دوسری سال عمرہ اور جہاد نہین کرتے تو کہا مین نے رسول اللہ سے یہ حدیث
سنی ہی بنی الاسلام علی خمس پس یہ دلالت کرتی ہی اسپر کہ ابن عمر یا مطلقا فرضیت
جہاد کے قایل نہ تھے یا اس وقت اس کے قائل نہ تھے۔

کیون نہ ہو آخر فرزند کس کے ہین۔ جہاد سے فرار کرنیکی نسبت تو یہی بہتر ہے کہ شریک ہی
نہ ہون جو ہر طرح سلامتی ہی لہذا ابن عمر صاحب نے یہی اجتہاد کر لیا کہ جہاد اصل مین واجب ہی نہین
حافظ ابن حجر ابن بطال کا یہ جواب لکھکر کہ یہ حدیث او سوقت کی ہی جبکہ جہاد نہین واجب
ہوا تھا فرماتے ہین فيه نظر بل هو خطاء اس جواب مین نظر ہے بلکہ سراسر خطاء ہی کیونکہ جہاد قبل
جنگ بدر واجب ہو اتھا اور جنگ بدر سنہ ۲ مین ہی کہ روزہ اوس مین فرض ہوا اوس کے
بعد زکوۃ اوس کے بعد جہاد کہ یہی صحیح ہے۔

پانچوان اعتراض یہ ہی کہ اس روایت مین بخاری نے حج کو روزہ پر مقدم کیا ہی اور اس
ترتیب پر اونھون نے اپنے کتاب کی ترتیب کہی حالانکہ صحیح مسلم کے دو طریقون مین صوم مقدم
ہی حج پر اور دوسرے طرق مین بھی مقدم ہی جیسا اوس شخص نے جس سے ابن عمر نے یہ حدیث
بیان کی تھی دوہرا نے مین حج کو مقدم کر دیا فقال ابن عمر لا صيام رمضان والحج هكذا
سمعت رسول الله صلعم فتح الباری صہ ۴۸۔

جس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر نے اوسی وقت رد کیا اور روکا کہ حج کو پہلے نہ کہو بلکہ صوم پہلے
ہی بعد اوسکے حج ہے جیسا کہ مین نے رسول اللہ سے سنا ہی۔

اس اعتراض نے طرفداران بخاری کو عجب بے چینی مین ڈالا کہ کچھ بات بنائے بن نہین آتی
حافظ ابن حجر نے بہت سے جواب تراشے ہین (۱) روایت بخاری بالمعنی ہی یعنی الفاظ
حدیث کو بجنسہ نہ لکھا ہی بلکہ اوس کے مطلب کو اپنے لفظون مین ادا کیا۔ علامہ عینی لکھتے

تو امام عادل کے منکر تھے اور تجویز عباد تقرر خلیفہ کے قائل تھے پھر کیون وہ فرضیت جہاد
کے منکر ہوئے ہو پھر کسی جہاد مین نہ شریک ہے ہو اور حدیث بھی ایسی بنائی جس سے رہی سہی
عزت جہاد کی جاتی رہی۔

اب ہم اس حدیث کی شرح کو ختم کرتے ہین لیکن اوسکے ساتھ بخاری صاحب کی خوش سلیقگی
کے لئے اسی قدر لکھنا ضروری ہے کہ کتاب کی ترتیب جو اونھون نے مقرر کی ہے وہ بھی بہت
کچھ قابل داد ہے۔ کیونکہ علامہ عینی لکھتے ہین باب کیف بدء الوحی جو پہلے مذکور ہوا
بمنزلہ مقدمہ کتاب ہے۔ پھر کتاب الایمان لکھا جو مدار امر ہے اور کل امور اوسی پر موقوف
ہے۔ اوس کے بعد کتاب العلم لکھا کیونکہ اس کے بعد جو کتابین مذکور ہونگی اون سب کا مدار علم پر ہے
اور اوسکو ایمان سے اسوجہ سے موخر کیا کہ ایمان اول واجب ہے مکلف پر اور افضل امور ہے
اوس کے بعد کتاب الصلوۃ لائے کیونکہ وہ تالی ایمان ہے کتاب وسنت مین اوس کے بعد
کتاب الزکوۃ لائے کیونکہ ایمان کے بعد اوسکا تیسرا درجہ ہے اور صلوۃ کے بعد دوسرا اوس کے بعد
کتاب الحج لائے کیونکہ یہ عبادت بدنی اور مالی دونون ہے اوسکے بعد کتاب الصوم لائے کیونکہ
حدیث مین یون ہی مذکور ہے وفی بعض النسخ یوجد کتاب الصوم مقدما علی کتاب الحج
کاوضاع الفقہاء اور بعض نسخون مین کتاب الصوم مقدم ہے کتاب الحج پر جیسا کہ عام
فقہا کا قاعدہ ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد کے علما نے ترتیب کو اولٹ دیا۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہین کہ چونکہ روایت بخاری مین صوم کا ذکر حدیث مین موخر ہے لہذا بخاری نے
اپنی کتاب کی ترتیب بھی اسی قاعدہ پر رکھی مگر مسلم مین صوم کا ذکر مقدم ہے۔ لہذا اون کی ترتیب
اوسی قاعدہ پر ہوئی اور خود بخاری نے جو کتاب التفسیر مین اس روایت کو لکھا تو وہان بھی
ذکر صوم مقدم ہے جیسا ابن حجر لکھتے ہین فتنویعہ دال علی انہ روی بالمعنی یعنی پس
اس تقسیم سے معلوم ہوا کہ بخاری نے یہ روایت بالمعنی لکھی ہے یعنی جسطرح سے حدیث وارد تھی
بلفظہ نہ لکھا بلکہ اوس کے مطلب کو اپنے لفظون مین ادا کیا۔

پس صرف اسی ترکیب سے معلوم ہوا کہ بخاری صاحب نے نقل احادیث مین کس قسم کا
تصرف کیا ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہین واختلف الناس فی الجمع بین الروایات فقال

اہل سنت کو انکار ہو مگر زبان پر نہیں لا سکتے کیونکہ خود اہل سنت بھی اسکے مقر ہین کہ حضرت کی ولایت داخل اجزائے اسلام ہے جس سے کسی کو انکار نہین چنانچہ امام شافعی فرماتے ہین۔

یا اہلبیت رسول اللہ حبکم — فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
یکفیکم من عظیم الفخر انکم — من لم یصل علیکم لا صلوۃ لہ

مگر افسوس کہ اہل سنت نے اس حکم کو معطل کر دیا اور بجائے اوس کے اون لوگون کی محبت و ولایت کو قبول کیا جن کی عداوت فرض تھی۔

افسوس کہ خود ابن عمر صاحب نے جو اس حدیث کے راوی ہین اونھون نے اس رکن اسلام کو ایسا منہدم کیا کہ اصل حدیث سے خارج کر دیا اور نہ صرف روایت سے خارج کیا بلکہ عملا بھی اوس سے دست بردار رہے نہ جناب امیرع کی اونھون نے بیعت کی نہ جناب امام حسنع کی حالانکہ مہاجرین و انصار سب نے بیعت کی تھی۔ بلکہ بعوض اسکے ابن عمر صاحب نے اپنے ہاتھ سے حجاج بن یزید کی بیعت کی اور پھر عبد الملک بن مروان کی مگر اس پر نہ راضی ہوئے کہ جناب امیرع کی بیعت کرین یہی وجہ ہے کہ بخاری صاحب نے اسی روایت کو داخل صحیح کیا جو اسلام کے رکن اعظم سے معرا ہے اور اوس روایت کو نہ لیا جو کامل اور صحیح تھی۔

بہر حال چونکہ یہ مسئلہ شیعہ سنی کا اختلافی ہے اس لئے زیادہ لکھنا اس مین مناسب نہین مگر ایک امر عرض کرنا ضروری ہے۔ کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے اپنے تحفہ کے باب چہارم مین شیعون پر یہ اعتراض کیا تھا کہ از ائمہ روایت کنند کہ ایشان از جہاد منع سیفر مودند باوصف آنکہ در قرآن مجید قسمیکہ درین امر تاکید و تقید فرمودہ اند بر ہر طفل مکتب پوشیدہ نیست جس کے جواب مین علامہ دہلوی نے نزہہ مین خوب ہی انکی تکذیب کی ہے اور روایات ائمہ اطہار سے اسکا بطلان ظاہر کیا ہے۔ دیکھو ص ۳۸۶ نزہہ جلد چہارم۔ مگر بالفرض اگر قبول بھی کر لیا جائے تو جو اعتراض شاہ صاحب کا ائمہ ہدی علیہم السلام پر یا شیعون پر ہے وہی اعتراض بلکہ اوس سے زیادہ ابن عمر صاحب اور امام ثوری اور ابن شبرمہ پر ہے جو جہاد کے وجوب کے منکر تھے حالانکہ یہ اصول مسلمہ شیعہ سے ہے کہ بے اذن امام عادل مفترض الطاعہ کبھی جہاد جائز نہین اور ابن عمر صاحب

نون رہنا حالانکہ دونون روایتین صحیحین مین ہین اور منافات بھی اون مین نہین ہے
کیونکہ ممکن ہے دونو طرح کی روایت کی ہو (مگر افسوس کہ خود اسکو بھی لکھتے ہین کہ ابن عمر نے
اوس شخص پر انکار کیا تھا جسنے اسکے خلاف بیان کیا تھا) کہا قاضی نے کہ ہوسکتا ہو ابن عمر نے
اس وجہ سے رد کیا ہو کہ وجوب صوم سنہ ۲ مین ہوا اور وجوب حج سنہ ۶ مین یا سنہ ۹ مین اسلیے
ابن عمر نے بہ خیال ترتیب تاریخ ایسا بیان کیا (جس سے معلوم ہوا کہ ابن عمر نے سنا نہین تھا
بلکہ اپنے دل سے بہ خیال ترتیب تاریخ بیان کر دیا)

اس پوری عبارت کو ہمنے اس غرض سے نقل کیا کہ ناظرین کو معلوم ہو کہ اتنے علما سے کسی کو
اسکی فکر نہ ہوئی کہ اصل حدیث رسول اللہ کیا ہے آن حضرت نے کیا فرمایا ہے بلکہ کسی کو اسکی فکر ہے کہ ابن عمر
کو بچا لین کسیکو اسکی کہ صحیح بخاری کو غلطی سے بچا لین کسی کو اسکی کہ صحیح مسلم کے حمدگی کو ثابت کرین
جسمین صوم مقدم ہے حج پر اور یہ نہین دیکھا جاتا کہ فرمان رسول کیا ہے جس کے لیے یہان تک
کہہ دیا گیا کہ ابن عمر نے بہ ترتیب تاریخ وجوب احکام ایسا بیان کیا حالانکہ ہمنے اصول کافی سے جو حدیث
نقل کی ہے وہ حدیث ان سب کے خلاف ہے اور سب سے ہر طرح افضل ہے کیونکہ اوس مین صلوۃ و
زکوۃ سب پر مقدم ہے تمامی آیات قرآنی مین ایک جگہ مذکور ہین پھر صوم ہے جو اس کے بعد
نازل ہوا پھر حج پھر ولایت جناب امیر المومنین جو آخری حکم ہے اور اسی کے بعد آیہ الیوم
اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا
نازل ہوا جو آخری آیہ ہے۔

اگر آپ لوگون کو کچھ بھی خدا ترسی کا مادہ ہوتا اور رسول اللہ پر سچا ایمان لائے ہوتے تو
آپکو حدیث رسول اللہ کی تلاش ہوتی مگر افسوس آپ لوگون کو تو اسکی فکر ہے کہ کسی طرح صحیح بخاری کو
صحیح بنا کر پر جو تنقید ممکن ہے۔
خدا اب بھی تمامی اہل اسلام کو اسکی توفیق کرامت فرمائے کہ احادیث صحیحہ رسول اللہ کی
جستجو کرین اور اوسپر عمل کرین اور ان اختلافات سے نکلین حالانکہ یہ سب اختلافات
محض اس غرض سے قائم کیے گیے ہین کہ کوئی امر حق کی طرف نہ رجوع کرے اور کل اہل
اسلام انھین اختلافات مین مبتلا رہین۔

المازری تحمل مشاحۃ ابن عمر علی انہ کان لا یری روایۃ الحدیث بالمعنی و
ان اورد بلفظ یحتمل او کان یری الواو توجب الترتیب فیجب المحافظۃ علی
اللفظ لانہ قد یتعلق بہ احکام وقیل ان ابن عمر رواہ علی الامرین ولکنہ لما رد
علیہ الرجل قال لا ترد علی ما لا علم لک بہ کما رواہ فی احدھما وقیل یحتمل انہ کان
ناسیا للاخری عند الانکار ومنھم من قال الصواب تقدیم الصوم والروایۃ الاخری
وھم لانکار ابن عمر و زجرہ عند ذکرھا واستضعف ھذا بانہ یجر الی توھین الروایۃ
الصحیحۃ وطرح احتمال الفساد عند فتحہ لانا لو فتحنا ھذا الباب لارتفع الوثوق بکثیر
من الروایات الا القلیل ولان الروایتین فی الصحیح ولا تنافی بینھما کما تقدم
من جواز روایۃ الامرین قال القاضی وقد یکون رد ابن عمر الرجل الی رمضان لان
وجوب صوم رمضان نزل فی السنۃ الثانیۃ من الھجرۃ و فریضۃ الحج فی سنۃ ست و
قیل تسع لمثنا ۃ فجاء لفظ ابن عمر علی نسقھا فی التاریخ واللہ اعلم الی اخرہ ص ۱۴۳

علما کو ان روایتون کے جمع اختلاف مین اختلاف ہے (کیونکہ صحیح مسلم کی دو حدیث مین صوم
مقدم ہے حج پر اور بخاری مین حج مقدم ہے) کہا مازری نے کہ ابن عمر (راوی حدیث) نہین جائز
جانتے تھے روایت حدیث بالمعنی کو اگرچہ بلفظ محتمل ادا کیا اور وہ واو کو ترتیب کے لئے
جانتے تھے لہذا لفظ بہ لفظ روایت ضروری ہے کیونکہ اکثر احکام اس سے متعلق ہوتے ہین
(تو روایت بخاری غلط ٹھہری) بعض نے یہ کہا ہے کہ ابن عمر نے دونون طرح کی روایت کی
مگر جب راوی نے رد کیا تو کہا نہ رد کر ہمپر اوسکو جسے تو نہین جانتا جیسا کہ ایک روایت مین ہے
بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ اس روایت کو بوقت انکار بھول گئے تھے۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ صحیح
یہی ہے کہ صوم مقدم ہے اور جس روایت مین حج مقدم ہے (وہ روایت بخاری ہے) وہ وہم
ہے کیونکہ ابن عمر نے اس پر انکار کیا اور اوسکی زجر و توبیخ کی جس نے حج کو مقدم کیا تھا (اس
قول سے بصراحت غلطی حدیث بخاری ظاہر ہے) مگر یہ قول ضعیف کر دیا گیا ہے کیونکہ اس سے
توہین روایت صحیحہ (بخاری) لازم آتی ہے اور اگر ایسے احتمالات پیدا کئے جائین تو بہت سی
روایتین فاسد ٹھہر جاتی ہین (یہ پردہ داری ہے) اور بجز شاذ و نادر روایتون کے کسی پر وثوق

معلوم ہوتا ہی کہ اعمال اور ایمان ایک ہی جیسا کہ سابقا مذکور ہوا تو خوارج اور بخاری کا عقیدہ متحد ٹھہرا۔
شارحین کو اس مین بھی تردد ہی کہ آیہ لیس البر اور قد افلح المؤمنون کو اس باب سے کیا تعلق
ہی عینی کہتے ہین کہ چونکہ دونون آیتون نے حصر کردیا ہی متقین کو اون لوگون پر جو ان صفات و اعمال
کے عامل ہین لہذا معلوم ہوا کہ جس ایمان سے فلاح و نجاۃ حاصل ہوتا ہی وہ یہی ایمان ہی جس مین اعمال
مذکورہ پائے جائین اور عسقلانی لکھتے ہین کہ روایت عبد الرزاق مین ہی بطریق مجاہد کہ حضرت ابوذر نے جناب
رسول اللہ صلعم سے سوال کیا دربارہ ایمان تو حضرت نے اسی آیہ کی تلاوت کی مگر چونکہ رواۃ اس روایت کے
بخاری کے شرائط کے مطابق نہ تھے لہذا اس روایت کو نہ لکھا۔ اور آیت اوس کی لے لی

پہلا آیہ تو یہ ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ
والیوم الاخر والملائکۃ والکتاب والنبیین و اتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین
وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب و اقام الصلوۃ و اتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا
عاھدوا والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین صدقوا و اولئک
ھم المتقون۔ سورہ بقر پارہ ۲

اور دوسرا آیہ یہ ہے قد افلح المومنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون والذین ھم عن
اللغو معرضون والذین ھم للزکوۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علی ازواجھم
او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک ھم العادون۔ سورہ حج

شارحین نے وجہ مناسبت باب اور آیہ تو لکھدی مگر اسپر نہ غور کیا کہ اس عطف کا مقتضا یہ تہا کہ جس
طرح باب امور الایمان کی پھر شرح کی اوسی طرح اس آیہ کی تفسیر مین بھی کچھ حدیثین لکھتے جس سے
معلوم ہوتا کہ اس باب مین دونون کا بیان ہی مگر ایسا نہین ہوا۔ دونو آیتون کو مجملاً بلکہ مختصراً لکھکر
چھوڑ دیا۔

اجمال بھی ایسا کیا کہ کسی طرح یہ نہین معلوم ہو سکتا یہ دو آیہ ہین یا ایک کیونکہ الی قولہ و اولئک ھم
المتقون قد افلح المؤمنون سے ہر شخص یہی سمجھیگا اس آیہ کا خاتمہ مومنون پر ہی حالانکہ ایسا نہین ہی بلکہ
پہلا آیہ تو المتقون پر ختم ہوا اور دوسرا آیہ قد افلح المومنون سے شروع مگر بخاری صاحب نے واو عاطفہ کو
بھی حذف کردیا۔ شاید بنظر اختصار

باب امور الایمان وقول اللہ عزوجل لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ الی قولہ المتقون قد افلح المومنون الآیۃ۔

باب ایمان کے کامون کے بیان مین اور قول اللہ بزرگ اور غالب کا نہین بھلائی یہ کہ پھیرو تم اپنے مونہ کو طرف مشرق کے اور مغرب کے اور لیکن بھلائی اوس کو ہے جو ایمان لایا ساتہ اللہ کے آخر آیت تک اور تحقیق خلاصی پائی اون مومنون نے آخر آیت تک۔

حدثنا عبد اللہ بن محمد الجعفی قال ثنا ابو عامر العقدی قال ثنا سلیمان بن بلال عن عبد اللہ بن دینار عن ابی صالح عن ابی ھریرۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء شعبۃ من الایمان

حدیث کی ہم سے عبد اللہ بن محمد الجعفی نے کہا حدیث کی ہم سے ابو عامر العقدی نے کہا حدیث کی ہم سے سلیمان بن بلال نے عبد اللہ بن دینار سے اونہون نے ابی صالح سے اونہون نے ابی ہریرہ سے اونہون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آن حضرتؐ نے ایمان کے کتنی اور ستر شاخین ہین اور حیا (یعنی شرم کرنا برے کامون کے کرنے سے) بڑی شاخ ایمان کی ہے۔

روایت کشمیہنی مین باب امر الایمان ہے اور مقصود بخاری یہ ہے کہ یہ امور موجب تکمیل ایمان مین - علامہ عینی لکھتے ہین کہ مقصود بخاری اس باب سے بہی رد کرنا ہے مرجیہ کا جو اس کے قایل ہین کہ ایمان قول ہے بلا عمل کہا ماذری نے کہ اس مین اختلاف کیا گیا ہے کہ جو قایل شہادتین ہو اور معصیت کرے تو مرجیہ اس کے قایل ہین معصیت مع الایمان سے کوئی مضرت نہین اور خوارج قایل ہین کہ مضر ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے معتزلہ قایل ہین کہ اگر کبیرہ ہے تو مخلد فی النار ہوگا اور وہ نہ مومن کہا جا سکتا ہے نہ کافر بلکہ وہ فاسق ہے اور اشاعرہ (اہل سنت زمانہ حال) قایل ہین کہ گناہ گار مومن ہے اگرچہ وہ سیر عذاب کیون نہو اور وہ ضرور داخل جنت ہوگا۔

تو مرجیہ اور اشاعرہ کا عقیدہ ایک ہوا کہ معصیت سے ایمان کو کوئی نقصان نہین یہی مسلک ہے امام ابو حنیفہ کا بہی جو ایمان کو عمل سے علٰحدہ مانتے ہین اور مسلک بخاری یہ

بجائی ہوتین یہان تو بہت سی آیتون کا بلکہ بہت سی سورون کا دونون مین فرق ہے پھر کیونکر تفسیر ممکن ہے۔ بہرحال یہ کلام نہایت ہی مستبعد ہے۔

ہماری غرض صرف اسقدر ہے کہ دکھائین صحیح بخاری کیسی کتاب ہے جسمین کلام اللہ کی آیتین تک غلط لکھی گئی ہین اور علماء اہل سنت اس غلطی کی کس طرح تاویل کر رہے ہین کہ کہان سورہ بقرہ کا آیہ اور کہان سورہ حج کا آیہ ایک کو مفسر کردیا دوسرے کو مفسر پھر اس کتاب پر کیونکر اعتماد ہو سکتا ہے اور کیونکر اس کو اصح الکتب کا موقر خطاب مل سکتا ہے۔

ناظرین کو مناسب ہے تنقید بخاری حصہ اول کا صفحہ ۸۳-۸۴-۸۵ ضرور ملاحظہ کرین جسمین اسیطرح کی غلطی بخاری صاحب نے آیہ یا اہل الکتاب مین کی تھی کہ واو عاطفہ بڑھا دیا تھا اوس مین بھی عسقلانی نے خوب خوب باتین بنائین پھر کان ابن الناطور دوسری حدیث کا ٹکڑا تھا اوسکا پیوند اس حدیث مین بخاری صاحب نے لگا دیا۔

افسوس باب ایمان لکھ رہے ہین اور اتنا بھی ایمان کا پاس نہین کہ صاف صاف کہدین بخاری سے غلطی ہوئی۔ نہین ایسا نہین کہا جاتا بلکہ اوسکی تاویل کیجاتی ہے بے جوڑ باتین بنائی جاتی ہین آیات قرآنی کی عزت اور عظمت خاک مین ملائی جاتی ہے مگر یہ نہین کہا جاتا کہ بخاری نے غلطی کی ہے۔

اب آئیے اصل حدیث پر یہ پہلی روایت ہے ابوہریرہ کی جن کے تحقیق نام مین ۲۰ قول لکھے گئے ہین مگر چونکہ اوس مین کوئی فائدہ نہین لہذا نہ ہم ان سے تعرض کرتے ہین نہ دیگر رجال سے۔

نفس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ بخاری نے الایمان بضع وستون لکھا حالانکہ صحیح مسلم مین بضع وسبعون ہے اور خود بخاری مین جو بطریق ابی ذر ہروی ہے بضع وسبعون ہے ورجحها القاضی عیاض وقال انها الصواب وكذا رجحها الحليمي وجماعات منهم النووي لانها زيادة من ثقة فقبلت وقدمت وليس في رواية الاقل ما يمنعها وقال ابن الصلاح الاشبه ترجيح الاقل لانه المتيقن والشك من سهيل كما قال البيهقي وقد روى عن السهيل عن جرير سبعون من غير شك وكذا رواية سليمان بن بلال في مسلم وفي البخاري بضع وستون - صفحہ ۱۲۶ عینی

اور اسی کو ترجیح دیا ہے قاضی عیاض نے اور کہا یہی صواب ہے اور حلیمی نے اور دوسری جماعتون نے جنمین نووی بھی ہین کیونکہ یہ زیادتی ثقہ کی ہے لہذا وہ مقبول ہوئی اور مقدم کیگئی اور کمتی والی حدیث

اسکو تو ہم مکرر لکھ چکے ہین کہ شارحین کی اصلی غرض صرف اس قدر ہو کہ بخاری کی غلطیونکی تاویل کرین اصل آیۃ سے مطلب ہو نہ حدیث سے نہ احکام سے اسیوجہ سے اصل امر سے بحث نہین کرتے اور جہان کسی قسم کی غلطی ہوتی ہو وہان پہنچے جوڑ کر ٹوٹ پڑتے ہین چنانچہ عسقلانی لکھتے ہین ذکرہ بلا اداۃ العطف والحذف جائز والتقدیر وقول اللہ قد افلح المومنون وثبت المحذوف فی روایۃ الاصیلی ویحتمل ان یکون ذکر ذلک تفسیرا لقولہ المتقون ای المتقون ہم الموصوفون بقولہ قد افلح الی اخرھا ص۲۸

عینی لکھتے ہین وقال بعضہم ذکرہ بلا اداۃ العطف والحذف جائز والتقدیر وقول اللہ عز وجل قد افلح المومنون قلت الحذف غیر جائز وان سلمنا فذالک فی باب الشعر قال ھذا القائل ایضا ویحتمل ان یکون تفسیر لقولہ المتقون ہم الموصوفون بقولہ قد افلح المومنون الی اخرھا قلت لا یصح ھذا ایضا لان اللہ ذکر فی ھذہ الایۃ من وصفوا بالاوصاف المذکورۃ فیہا ثم اشار الیہم بقولہ واولئک ہم المتقون بین ان ھولاء الموصوفین ہم المتقون فای شیء یحتاج بعد ذلک الی تفسیر المتقین فی ھذہ الایۃ حتی یفسر ہم بقولہ قد افلح الخ وربما کان یمکن صحۃ ھذا الدعوی لو کانت الایتان متوالیتین وبینہما ایات عدیدۃ بل سور کثیرۃ فکیف یکون ھذا من باب التفسیر وھذا کلام مستبعد جلد۱ ص۱۲۵

بعض نے کہا (اشارہ ہی عسقلانی کی طرف) کہ یہان بخاری نے بلا حرف عطف دوسری آیۃ کو لکھا ہو کیونکہ حذف کرنا حرف عطف کا جائز ہے اور اصل اسکی یون ہو کہ قول اللہ قد افلح المومنون عینی لکھتے ہین کہ حرف عطف کا حذف جائز نہین اور اگر جائز ہو تو بضرورت شعر یہان شعر نہین ہے دوسری وجہ (عسقلانی نے) یہ بیان کی کہ ممکن ہے قد افلح المومنون تفسیر ہو متقون کے جو پہلے مذکور ہوا لہذا حرف عطف کی ضرورت نہین۔ عینی کہتے ہین یہ بھی صحیح نہین کیونکہ خدا نے اس آیۃ مین ذکر کیا ہو اون لوگون کو جن کے یہ اوصاف مذکور ہوئے اوس کے بعد فرمایا اولئک ہم المتقون کہ یہی لوگ متقی ہین تو اس کے بعد کیا حاجت رہی جو اون متقین کی تفسیر کی جائے قد افلح المومنون سے اور اگر کسی طرح یہ جواب چل سکتا تو اوس صورت مین کہ دونون آیتین

اکثرت میں بھی ترقی ثابت ہو۔

تیسری بحث یہاں عدد مذکور میں ہے کہ کسی طرح درست نہیں ہوتی وقد تکلفت جماعۃ فی بیان هذا العدد بطریق الاجتهاد وفی الحکم بکون المراد ذلک نظر وصعوبۃ منہ۱۵ عینی ایک جماعت نے تکلف کیا ہے بیان عدد میں بطریق اجتہاد حالانکہ اسکے مراد ہونے میں نظر ہے اور صعوبت ہے۔ اسپر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب تم عدد کو شعبہ ہائے ایمان کے نہیں بیان کرسکتے فہل یصح ایمانکم بما هو مجهول عندکم تو تمہارا ایمان صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ وہ تو مجہول ہے۔

اس کا جواب عینی نے یہ دیا ہے کہ ایمان صحیح ہے کیونکہ جب اعلا و ادنے درجہ ایمان کو اس میں بیان کردیا تو ما بقی طاعات اس میں داخل ہوگئی، اور پھر ہمپر با عیانہا علم بھی تو نہیں واجب ہے۔ مگر اس کا کوئی جواب نہیں دیا کہ آپ کے حضرت ابوہریرہ کیسے صحابی تھے کہ رسول اللہ اون سے فرما رہے ہیں ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ یا ستر شعبے ہیں اور یہ نہیں پوچھتے کہ یا حضرت وہ کون سے شعبے ہیں ارشاد ہو۔ کیونکہ اگر کچھ بھی ان میں ایمان ہوتا یا درد دین ہوتا تو وہ پوچھتے اور اپنے معتقدوں سے بیان کرتے۔ یا امام بخاری کو اگر ایمان کی قدر ہوتی تو پوری حدیث لاتے مگر ہائے ان لوگوں کو تو اس سے مطلب ہی نہیں گنتی یاد کرلی اور صحیح بخاری لکھدی اور شور و غل مچ رہا ہے کہ اصح الکتب صحیح بخاری ہے۔

اب اس کے مقابلہ میں ہم ایک مختصر حدیث اصول کافی کی نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو حدیث کس کا نام ہے اور کیونکر بیان کی جاتی ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۸۴ باب درجات الایمان عدۃ من اصحابنا عن احمد بن ابی عبد اللہ عن الحسن بن محبوب عن عمار بن ابی الاحوص عن ابی عبد اللہ قال ان اللہ عز وجل وضع الایمان علی سبعۃ اسهم علی البر والصدق والیقین والرضاء والوفاء والعلم والحلم ثم قسم ذلک بین الناس فمن جعل فیہ هذہ السبعۃ الاسهم فهو کامل محتمل وقسم لبعض الناس السهم ولبعض السهمین ولبعض الثلاثۃ حتی انتهوا الی سبعۃ ثم قال لا تحملوا علی صاحب السهم سهمین ولا علی صاحب السهمین ثلاثۃ فتبهظوهم ثم قال کذلک حتی انتهی الی سبعۃ یعنی فرمایا جناب ابو عبد اللہ (جعفر بن محمد صادقؑ) نے کہ خداوند عالم نے ایمان کے لئے سات حصے مقرر کئے ہیں۔ بر (نیکی) صدق (راستی) یقین رضا

میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اوس سے مانع ہو کہا ابن الصلاح نے کہ ترجیح اول کو ہے کیونکہ وہ یقینی
ہے اور شک سہیل سے ہوا جیسا کہ کہا بیہقی نے اور روایت کیگئی ہے سہیل سے جو پرے سے ستر کی بغیر شک
کے اور ایسا ہی بروایت سلیمان بن بلال ہے مسلم میں اور بخاری میں کچھ اوپر ساٹھہ ہے "

اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس صحیح بخاری کی کیا شان ہے کہ یہان تو کچھ اوپر ساٹھہ کہا اور
دوسری روایت میں کچھ اوپر ستر ہے اور ابوداود و ترمذی میں بھی ایسا ہی ہے سب نے ترجیح
دیا بلکہ کہا کہ صواب یہی ہے کہ بضع وسبعون صحیح ہے تو یہ روایت صحیح بخاری غلط ہوئی اسس پہ
اصح الکتب کا دعوی کس وجہ مناسب ہے۔

ابن الصلاح کو چونکہ ہمہ وقت اسکی فکر رہتی ہے کہ کسی طرح صحیح بخاری کی اصلاح کریں لہذا یہ بات بنایا
کہ چونکہ ساٹھہ ستر میں داخل ہے لہذا یہی عدد متیقن ہے۔ مگر یہ نہ سمجھے کہ دوسری روایت میں بھی تو خود
بخاری ہی صاحب ستر والی عدد لاتے ہیں تو اگر ساٹھہ والی روایت مانی جائے تو وہ غلط ہوتی ہے اور
اوس کے ساتھہ صحیح مسلم۔ ابوداود۔ ترمذی کی صحت سے دست برداری لازم آتی ہے۔ اور اگر کمی ہی
والی عدد صحیح مانی جائے تو پھر وہ حدیث جو حذیفہ سے مروی ہے الاسلام ثمانية اسهم اسلام کے آٹھہ
حصے ہیں کیون نہ زیادہ قابل قبول ہو گی فاعتبروا یا اولی الابصار

ابن حجر صاحب یہ بات بناتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں یہ عدد شک وارد ہے یعنی بضع
وستون ہی اور بضع وسبعون لہذا دونوں کتابوں کا حال ایک ہے تو بیہقی کا ترجیح دینا روایت بخاری
کو محل نظر ٹھہرایا اور روایت ترمذی جو اربع وسبعون ہے وہ معلول ہے اور مخالف بخاری نہیں تو انکے
نزدیک قول ابن الصلاح کہ کمتر والی عدد متیقن ہے قابل قبول ہے۔ مگر اوسکی خرابی معلوم ہے کہ اگر قلت عدد پر مدار
تیقن ہے تو آٹھہ والی عدد بہت کم ہے لہذا وہی متیقن ہے تو حدیث بخاری بطور غلط ٹھہری۔

دوسری بحث یہ ہے کہ ساٹھہ یا ستر کی عدد جو اس حدیث میں ہے حقیقۃ یہی عدد مراد ہے یا کیا
فقال بعضهم اريد به التكثير دون التحديد كما في قوله تعالى ان تستغفر لهم سبعين مرة
وقال الطيبي الاظهر معنى التكثير ويكون ذكر البضع للترقي صه ١٥٠ عيني
بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے محض کثرت ہے نہ کہ حقیقۃ یہی عدد مراد ہو جیسا کہ قولہ تعالی ان تستغفر لهم
سبعين مرة میں کہا طیبی نے کہ مراد تکثیر ہے یعنی محض کثرت تو اب بضع کا لفظ لانا بغرض ترقی ہے

باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده
حدثنا آدم ابن ابی ایاس قال حدثنا شعبة
عن عبد الله ابن ابی السفر و اسمعیل عن الشعبی
عن عبد الله بن عمرو عن النبی صلی الله علیه وسلم
قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده
والمهاجر من هجر ما نهی الله عنه قال ابو عبد الله
وقال ابو معاویة ثنا داؤد بن ابی هند عن عامر
قال سمعت عبد الله بن عمرو یحدث عن النبی
صلی الله علیه وسلم وعبد الاعلی عن داؤد عن
عامر عن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم

باب مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اوسکی زبان اور
ہاتھ سے سلامت رہیں **حدیث** کی ہم سے آدم
بن ابی ایاس نے کہا حدیث کی ہم سے شعبہ نے
عبد اللہ بن ابی السفر اور اسمٰعیل سے ان دونوں
نے شعبی سے اوس نے عبد اللہ بن عمرو سے اس نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے پورا مسلمان
وہ ہے کہ جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت
رہیں اور مہاجر پورا وہ ہے جس نے چھوڑ دی وہ چیز
جس سے اللہ نے منع کیا ہے کہا ابو عبد اللہ یعنی بخاری
نے اور کہا ابو معاویہ نے حدیث کی ہم سے داؤد
بن ابی ہند نے عامر سے کہا اس نے سنا میں نے عبد اللہ بن عمرو سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کرتا ہے اور
عبد الاعلی داود سے وہ عامر سے وہ عبد اللہ سے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے۔ ترجمہ فیض الباری صفحہ
سب سے پہلے جو خیال رجوع ہوتا ہے وہ سند حدیث کی طرف کہ رواۃ اس حدیث کے کیسے ہیں۔ یہاں نمبر
پر عبد اللہ بن عمرو عاص کا نام ملتا ہے جو صحابی ہیں اور پسر صحابی ہیں ان کے حالات میرے رسالہ وضو میں تفصیل
مرقوم ہیں۔ و ہذہ عبارتہ

ملا علی قاری شرح الشرح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں خلاصہ ان سب کا یہ ہے۔

ولعبد الله بن عمرو بن العاص فانه کان حصل له
فی وقعة الیرموک کتب کثیرة من اهل الکتاب و
کان یخبر بما فیها من الامور الغیبیة حتی کان
بعض الصحابة ربما قال حدثنا عن النبی و لا
تحدثنا عن الصحیفة ذکره السخاوی اور
ابو الامداد لقانی مالکی حاشیہ نزہۃ النظر میں لکھتے ہیں
وقیل عبد الله بن عمرو بن العاص فانه لما فتح
الشام اخذ حمل بعیر من کتب اهل الکتاب و کان

کہ عبد اللہ بن عمرو عاص کو جنگ یرموک میں ایک
اونٹ کتابیں اہل کتاب یہود و نصاری کی مل
گئی تھیں جس سے وہ اکثر امور غیبیہ کو بیان کرتے
تھے اسلئے لوگوں نے اون کی روایتوں سے
پرہیز کیا یہاں تک کہ بعض اصحاب نے کہا ہم سے
حدیث رسول کو بیان کرو اہل کتاب کی کتابوں
سے نہ بیان کرو اسی وجہ سے ان کی حدیثیں کم
ہوئیں ورنہ ابوہریرہ سے زیادہ ان کی حدیثیں

وفا۔ علم۔ حلم پھر اسکو تقسیم کردیا آدمیوں میں پس جس میں ساتوں حصہ ہو وہ کامل الایمان ہے اور بعض کو دو حصے ملا بعض کو ایک بعض کو تین پس نہ چاہئیے کہ ایک حصہ والے پر وہ باتین بار کی جائیں جو دو حصہ والے کی بات ہے۔

ہماری کوئی غرض خاص طور پر اس حدیث سے نہیں متعلق ہے نہ اسکی شرح سے بلکہ نشان حدیث دکھانا ہے کہ راوی لوگ کسطرح حدیث سنتے ہیں اور آیندہ نسل کو سناتے ہیں کہ پھر سننے والے کو اصل مقولہ قایل کا معلوم ہو نہ کہ مثل ابوہریرہ صاحب یہ تو سن لیں کہ حضرت نے فرمایا ایمان کے کچھ اوپر ساٹھ یا ستر مدارج ہیں اور یہ نہ اونکو پوچھیں نہ دریافت کریں۔

علمائے اہل سنت نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ یہاں حیا کو شعبہ ایمان کہا ہے حالانکہ صاحب الحیاء قد یستحی من یواجھہ بالحق فیترک امرہ بالمعروف ونھیہ عن المنکر فکیف یکون ھذا من الایمان صاحب حیا اس سے حیا کرتا ہے کہ اوس کے سامنے کوئی امر قبیح کا مرتکب ہو تو وہ بسبب حیا کے نہیں منع کرتا اسیطرح امر بالمعروف نہیں کرتا۔ پھر حیا کیونکر داخل ایمان ہو سکتا ہے۔

مگر درحقیقت یہ عقل ہے اون حیا داروں کی جو حیا کو مانع امر بالمعروف ونہی عن المنکر جانتے ہیں۔

علامہ عینی نے خوب لکھا ہے لیس بحیاء حقیقۃ بل ھو عجز ومھانۃ یعنی یہ حیا نہیں ہے بلکہ عاجزی اور ذلت ہے۔

علامہ عینی نے غصہ میں یہ جملہ لکھدیا اور اسکو نہ سوچا کہ پھر حضرت عثمان میں وہ کونسی صفت تھی جو بلفظ حیا مشہور ہوئی۔

باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ حدثنا ادم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبۃ عن عبداللہ بن ابی السفر واسماعیل عن الشعبی عن عبداللہ بن عمرو عن النبی علیہ السلام

باب مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اوس کی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہیں حدیث کی ہمسے آدم بن ابی ایاس نے کہا حدیث کی ہمسے شعبہ نے عبداللہ بن ابی السفر اور اسمعیل سے ان دونوں نے شعبی سے انھنے عبداللہ بن عمر سے انھنے

عمرو عاص کو حدیثیں بہ نسبت ابوہریرہ کے زیادہ تھیں کیونکہ یہ لکھنے جانتے تھے اور ابوہریرہ نہیں لکھ سکتے اسپر
بھی انکی روایتیں بہت قلیل ہیں بہ نسبت ابوہریرہ کے سات سو حدیثیں ان سے مروی ہیں جنمیں
سے ۷ احادیثوں پر تو بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور بخاری کا انفراد ۸ حدیث میں اور مسلم کا انفراد ۲۰
حدیث میں۔ وفات ۶۵ھ یا ۶۳ یا ۶۷۔
اب اسکی وجہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ کیا وجہ ہوئی جو انکی حدیثیں بہ نسبت ابوہریرہ کم ہوئیں حالانکہ
یہ لکھے پڑھے آدمی تھے اور عمرو عاص سے چلتے پرزہ کے بیٹے تھے اور معویہ کی حمایت میں بوجہ بغض جناب امیرؑ
بہت کچھ نام پیدا کیا تھا مگر تاہم اونکی حدیث کمتر لیگئی اور ابوہریرہ جو اَن پڑھ تھے۔ نہ لکھ سکتے۔ نہ
پڑھ سکتے مگر اون کی حدیثیں مقبول ہوئیں۔

تصدیق وتطبیق

اس حدیث کی صحت میں نہ شیعونکو عذر ہے کیونکہ اون کے یہاں بھی موجود ہے نہ سنیوں کو کیونکہ خود صحیح
بخاری میں یہ حدیث دو مقام پر ہے ایک یہاں دوسرے باب الرقاق میں اور صحیح مسلم میں صرف
پہلا ہی جملہ ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا مگر وہ بھی دو طریقے سے اور ابن حبان
نے اور امام حاکم نے مستدرک میں المومن من امنہ الناس بھی لکھا ہے اور ابوداؤد اور نسائی نے
بھی مثل بخاری روایت کیا ہے مگر نسائی میں من ھجر ما حرم اللہ علیہ ہے جس سے اس قدر تو
یقینی طور پر معلوم ہوا کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا اتفاقی شیخین بلکہ شیوخ
ہے۔ پھر اسکی صحت میں کس کو عذر ہو سکتا ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث پر کس فریق کا ایمان مستحکم طور سے قایم ہے اور کس کا صرف ظاہری دکھاوے
کے لئے کیونکہ شیعوں کے یہاں جو اصول عصمت انبیا و ایمہ و عدالت علما و امام جماعت نہایت
استحکام سے قایم ہیں اسکے فروع و توابع سے ہے جس سے اس قدر تشدد کیا جاتا ہے کہ پھر اس حدیث
کے مخالفت کی جرأت نہیں ہو سکتی۔
مگر اہل سنت نے اس حدیث کو اوسی قسم میں داخل کیا ہے جو حضرتؐ کے کلام کے لئے ان کے یہاں
قواعد مقرر ہیں ان الرجل لیہجر جس سے پہلے ہی تاویل و تحریف کا دروازہ کھولدیا گیا۔

يحدث منه فلذا اتقاه الناس فقل حديثه
وانكان اكثر حديثا من ابي هريرة اور صحیح بخاری
میں ہو كان محمد بن جبير بن مطعم يحدث انه
بلغ معوية وهو عنده في وفد من قريش ان عبد الله
بن عمرو بن العاص يحدث انه سيكون ملك من
قحطان فغضب معوية فقام فاثنى على الله بما
هو اهله ثم قال اما بعد فانه بلغني ان رجالا منكم
يحدثون احاديث ليست في كتاب الله ولا
تؤثر عن رسول الله فاولئك جهالكم فاياكم
والاماني التي تضل اهلها فاني سمعت رسول الله
يقول ان هذا الامر في قريش لا يعاديهم احد
الا اكبه الله على وجهه ما اقاموا الدين

تھیں اور صحیح بخاری میں ہو کہ معویہ نے جب ان
کی یہ حدیث سنی کہ قبیلہ قحطان سے ایک بادشاہ
ہوگا تو غصہ میں آکر خطبہ پڑھا اور کہا یہ لوگ ایسی
حدیثیں بیان کرتے ہیں جو نہ قرآن میں ہیں نہ
رسول اللہ سے منقول ہیں یہ لوگ جاہل ہیں ایسی
پرہیز کرو اون آرزوؤں سے جس سے گمراہ
ہو جاؤ۔ پس جس صحابی کو صحابہ کبار جھوٹھا اور
دروغگو سمجھیں اور امیر شام اوس کو جاہل اور
اوس کی روایت کو خلاف کتاب وسنت کہیں
اوس کی روایت قابل وثوق و اعتماد ہوسکتی
ہے۔ استغفر اللہ۔

اس صحابی کی جرح کے بعد دوسرے کسی راوی کے جرح کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ جب راوی اول
مجروح ہو تو مابعد کا کیا اعتبار۔

علمای اہل سنت صحابی کی جرح کا اعتبار نہیں کرتے مگر ہم کو اون کے تراشے ہوئے اصول سے بحث
نہیں نفس حدیث اور اوس کی سند کا خیال کرنا چاہئے جسکی حالت عبارت صدر سے ظاہر ہو چکی کیونکہ
آخر ان جرحوں کے لکھنے والے علمای اہل سنت ہی ہیں اور یہ ایسی جرحیں ہیں کہ قدیم الایام سے وہ مجروح ہیں
علامہ عینی نے جو کچھہ ان کے حق میں لکھا ہو اگرچہ اوس میں بہت کچھہ ان کی پردہ داری کی ہو اور ان کی
عظمت صحابیت کو صدمہ نہیں پہونچنے دیا ہو مگر اہل فہم اوس سے نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کیا مقصود ہو وکان
اكثر حديثا من ابي هريرة لانه كان يكتب وابو هريرة لا يكتب ومع ذلك فالذي روى
له قليل بالنسبة الى ما روي لابي هريرة روي له سبعمائة حديث اتفقا منها على
سبعة عشر وانفرد البخاري بثمانية ومسلم بعشرين مات بمكة او بالطائف او بمصر في
ذي الحجة من سنة خمس او ثلاث او سبع وستين الخ. صفحہ ۱۵۴ عینی عبد اللہ بن

اس آخری وجہ کو رد کر دیا ہے جسکے تحریر کی یہاں ضرورت نہیں۔
مگر ان تاویلوں اور تحریفوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ایسے صاف اور پاک جملہ میں اس قدر تقریر کیوں کیجاتی ہے کیونکہ یہ جملہ ایسا صاف اور واضح ہے کہ کسی طرح کی اسمیں گنجائش نہیں خود عینی لکھتے ہیں قول قاضی عیاض میں وھذا من جامع کلامہ وفصیحہ کہ یہ بہترین اور جامع ترین کلام آن حضرت سے ہے۔ پھر کیوں اس قدر تاویل کی جاتی ہے کہ اتنے اتنے بڑے علما کے نام لئے جائیں اور حل ہو نکلے صرف اس غرض سے کہ جو لوگ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں یا مدعی اسلام ہو کر ان صفات سے علیحدہ ہیں وہ مسلمان بنائے جائیں۔ خارج نہ ہونے پائیں۔ ابن حجر نے ایک بات اچھی لکھی ہو کہ یہاں مسلمانون کا ذکر تاکیدا ہے ورنہ کفار کی بھی ایذا دہی کا حکم نہیں ہو (کیونکہ جہاد اور چیز ہے اور ایذا دہی چیزے دیگر)
آپکو یاد ہوگا کہ صحیح بخاری کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات کی بھی بہت تعریف کیگئی ہے یہاں تک کہ بعض علمانے اوس حدیث کو ربع اسلام بتایا تھا اور بعض نے ثلث اسلام کا خطاب دیا تھا مگر صرف زبانی۔ اور عملی حیثیت سے بالکل مخالفت رہی۔ وہی حال اس حدیث کا ہو کہ ھذا من جامع کلامہ وفصیحہ کے لقب سے یاد کی جاتی ہے مگر عملی حیثیت سے جوگت اس کی بنائی گئی اوس کا حال تو آپکو تاویلات سے معلوم ہوچکا اور آیندہ بہت اچھی طرح معلوم ہوگا۔

شان نزول حدیث

اب سب سے پہلا خیال جو پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہو کہ یہ حدیث کس موقع پر کہی گئی اور کیا ضرورت ہوئی اسلئے کہ حضرت کو جس قدر اسکی فکر تھی کہ اسلام کی اشاعت میں ترقی ہو وہ سب کو معلوم ہے پھر ایسی حدیث کیون فرمائی گئی جس سے اوس مقصد کو سخت صدمہ پہونچنے کا اندیشہ معلوم ہوتا ہو اسلئے کہ اسلام کو منحصر کرنا اس میں کہ لوگ اوس کی زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رہیں کچھ آسان نہیں جس سے شارحین کو تاویل کرنی پڑی۔
افسوس کہ محدثین نے اور اوس کے شارحون نے بھی بہت کم اسکی تلاش کی ہو کہ یہ حدیث کس موقع پر وارد ہوئی اور کیا ضرورت داعی ہوئی مگر چونکہ یہ کلام ہے سید الانبیا اور اشرف المرسلین کا جسکی فصاحت و بلاغت اور عصمت میں وہی شک کر سکتا ہو جو کور مادرزاد ہو لہذا خود نفس کلام بتا رہا ہو کہ متکلم عالیمقام نے ان جواہر آبدار کو ایسے موقع اور محل پر استعمال فرمایا ہو کہ جہان کوی متکبر عرب اپنی ہجرت اور اسلام پر فخر کر رہا ہو اور اتراتا ہو اوسکی سرکشی اور تمرد توڑنے کو حضرت

(۱) علامہ عینی لکھتے ہیں قوله المسلم من سلم الی اخرہ یدل علی الحصر لوقوع جزئی الجملة معرفتین ولکن ھذا من قبیل قولهم زید الرجل ای زیدا لکامل فی الرجولیة فیکون التقدیر المسلم الکامل من مسلم الی اخرہ صفحہ ۱۵۵ اھ یعنے اگرچہ یہ قول المسلم من سلم دلالت کرتا ہو حصر پر کہ وہی شخص مسلمان ہے جو اس صفت کا ہو اور جو ایسا نہ ہو وہ مسلم نہیں کیونکہ اس جملہ کے دونوں جز معرفہ ہیں اور جب دونوں معرفہ ہوتے ہیں تو حصر کے معنی پیدا ہوتے ہیں لیکن یہاں مقصود حصر نہیں ہے بلکہ جسطرح وہ یہ کہتے ہیں کہ زید الرجل اور مراد اوس سے یہ ہوتا ہو کہ زید مردانگی میں کامل ہو اوسی طرح یہاں بھی مراد اس سے یہ ہو کہ مسلم کامل وہ ہے جس سے لوگ سلامتی پائیں نہ یہ کہ جسمیں یہ صفت نہ ہو وہ اسلام سے خارج ہو جائے۔

(۲) کہا قاضی عیاض نے کہ مراد اس سے کامل الایمان ہو یعنی یہ صفت کامل الاسلام کی ہو۔

(۳) کہا خطابی نے کہ مراد اس سے یہ ہو کہ مسلم ممدوح وہ ہو جسمیں یہ صفت پائی جائے کہ مسلمین اوسکی زبان اور ہاتھ سے سلامتی میں رہیں نہ یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ اوسکے ہاتھ اور زبان سے سلامتی نکلے تو وہ اسلام سے خارج ہے پس مراد یہاں افضل المسلمین ہے۔ اسیطرح مہاجر سے مراد یہ ہو کہ مہاجر ممدوح وہ ہو جو محرمات خدا سے اجتناب کرے۔ نہ یہ کہ وہ مہاجر ہی نہ رہے (یعنی اگر ہزاروں قسم کے افعال ناشایستہ کرے تو بھی وہ مہاجر رہیگا اگرچہ وہ ممدوح نہ ہو)

فتح الباری میں ہو ویحتمل انیکون المراد بذلك ان یبین علامة المسلم التی یستدل بها علی اسلامه وھی سلامة المسلمین من لسانه ویدہ کما ذکر مثله فی علامة المنافق ویحتمل ان یکون المراد بذلك الاشارة الی الحث علی حسن معاملة العبد مع ربه لانه اذا احسن معاملة اخوانه فاولی ان یحسن معاملة ربه من باب التنبیه بالادنی علی الاعلی صفحہ ۲۹ یعنے یہ احتمال ہو سکتا ہو کہ حضرت نے اس حدیث میں علامت مسلم کو بیان کیا ہو کہ ان علامتوں سے اوس کا اسلام معلوم ہو سکتا ہو کہ جس شخص کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں وہ مسلم ہے جیسا کہ مثل اسکے ذکر کیا ہو علامت منافق کو (یعنے برعکس اسکے) اور یہ بھی ممکن ہے کہ مراد اس سے رغبت دلانا ہو مسلمانوں کو اس امر پر کہ وہ اپنے رب کے ساتھ اچھا معاملہ کریں کیونکہ جب بھائیوں کے ساتھ اس قسم کے برتاو کا حکم ہے تو خدا کے ساتھ حسن معاملہ تو اور بھی مستحسن ہوگا۔ علامہ عینی نے

کہ انھیں لوگوں پر ہم گواہی دیں گے۔ پھر کہاں ان کو تاب تھی کھل پڑے اور کہہ سنایا کہ ہم بھی تو ویسے ہی مسلمان ہیں۔ مگر آپ نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ بلبلا کر رونے لگے اور یوں بات بنائی کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہیں گے؟ مگر یہ ایسا مصنوعی فقرہ ہے کہ کسی طرح حضرت پر موثر نہ ہوا۔

انکار حضرت از اخوت ابوبکر

ہاں دوسری حدیث سنئے جس میں ان کے تفاخر و تعلی نے یہاں تک ترقی کی کہ خود حضرت کی اخوت کے مدعی ہو بیٹھے۔ صواعق محرقہ میں ہے عن انس ان رسول اللہ قال یا ابابکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔ اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی انی احب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ انحن اخوانک قال لا انکم اصحابی صفحہ ۱۲۸ یعنی انس سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ نے اے ابوبکر کاش ہم اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اخوان تو ہم لوگ ہیں حضرت نے فرمایا نہیں تم لوگ تو اصحاب ہو۔ ہمارے اخوان تو وہ ہیں جنھوں نے ہمکو دیکھا بھی نہیں اور ہماری تصدیق کی اور ہمسے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ محبت رکھتے ہیں لوگوں نے کہا یا حضرت ہم آپکے اخوان ہیں کہا نہیں تم تو اصحاب ہو۔

اس حدیث میں جو حضرت نے خاص طور پر ابوبکر کو مخاطب بنایا ہے اوسکا مزہ تو کچھ اونھیں کا دل جانتا ہوگا۔ مگر یہ بھی اون کے کمال درجہ کی ادب شناسی تھی کہ اس کہنے پر بھی رسول اللہ کے منہ آئے اور حضرت کے کلام کو رد کرکے کہا کہ آپ کے بھائی تو ہم لوگ ہیں جس پر حضرت کو باوصف خلق عظیم منہ توڑ جواب دینا پڑا کہ تم تو صرف اصحاب ہو۔ اخوان نہیں ہو۔

اس کے بعد جو حضرت نے اپنے اخوان کی تعریف فرمائی ہے بیان تو واقعی ہے مگر مدعیان محبت پر نشتر کا کام کر گیا کیونکہ حضرت فرماتے ہیں ہمارے اخوان وہ ہیں جو بے دیکھے ہمپر ایمان لائے (یعنے تم لوگ دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لائے) اور تصدیق ہماری کرتے ہیں (یعنی تم تکذیب کرنے والے ہو چنانچہ اسی روایت سے ظاہر ہے کہ کہا ابوبکر نے نحن اخوانک) اور وہ ہمسے محبت رکھتے ہیں (یعنے تم محبت نہیں رکھتے) ایسی محبت کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ (یعنے تم اس سے محروم ہو چنانچہ مصداق اوسکا واقعہ وفات رسول اللہ ہے کہ بلا تجہیز و تکفین کئے سقیفہ میں دوڑ

عشر سنۃ من نزول القرآن فقال المریان للذین امنوا الایۃ عن الاعمش قال لما قدم
اصحاب النبیؐ المدینۃ فاصابوا من لین العیش بعد ما کان بہم من الجھد فکانہم
فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت المریان للذین امنوا الایۃ۔ یعنے ابن
مسعود سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ کہنے لگے کہ ہم سے کونسا احداث سرزد ہوا
کیا کیا جو یہ عتاب آیا ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم نے تاخیر میں ڈالا مہاجرین کو یہانتک
کہ تیرہ برس بعد نزول قرآن سے اون مہاجرین پر عتاب کیا اور اعمش سے نقل ہے کہ جب اصحاب
آنحضرت صؐ یعنی مہاجرین وارد مدینہ ہوئے تو عیش و راحت طلبی میں مبتلا ہوئے اور تکالیف و شدائد
بھول گئے آخر بسبب اس عیش طلبی کے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے تب یہ آیہ عتاب نازل ہوا انتہی محصلاً
اس آیت سے ان مہاجرین کا منافق ہونا تو ذو الفقار حیدری جلد سوم میں تصریح مرقوم ہو چکا
لہذا اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

افتخار خلیفہ اول بر اسلام خود

مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن میں اس سرکشی و تمرد کا مادہ
زیادہ تھا اور وہ بار بار اپنے اسلام اور ہجرت وغیرہ پر بار بار اتراتے
تھے کہ حضرت کو اون کے تنبیہ و تادیب کی ضرورت پڑی موطا میں ہے مر النبیؐ بشہداء احد
فقال ھولاء اشھد علیھم فقال ابوبکر السنا باخوانھم یا رسول اللہ صؐ اسلمنا کما اسلموا
وجاھدنا کما جاھدوا فقال صؐ بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی
ثم قال وانا لکائنون بعدك۔ یعنی حضرت کا گذر شہدائے احد پر ہوا تو فرمایا کہ ہم ان لوگوں پر گواہی
دیں گے۔ ابوبکر نے کہا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ اسلام لائے جیسا کہ وہ اسلام لائے اور
جہاد کیا جیسا کہ اونھوں نے جہاد کیا حضرت نے فرمایا ہاں لیکن نہیں معلوم تم لوگ ہمارے بعد کیا
احداث کرو گے پس روئے ابوبکر اور روئے اور کہا کیا ہم لوگ آپ کے بعد زندہ رہیں گے۔
یہ حدیث آپکو بتا رہی ہے کہ ان کو اپنے اسلام اور جہاد (یعنی فرار) پر کیسا ناز تھا کہ خود رسول اللہ
کے منہ در منہ دعوی کر رہے ہیں کہ ہم بھی تو اسلام لائے اور جہاد کیا۔ پھر پس غیبت میں کیا کچھ نہ اسپر
تفاخر کرتے ہوں گے۔ یمنون علیك ان اسلموا۔
بظاہر حضرت نے اس جملہ ھولاء اشھد علیھم میں کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی کہ انکو کھٹکا ہوتا

[illegible]

کہ انھیں لوگوں پر ہم گواہی دیں گے۔ پھر کہاں ان کو تاب تھی کھل پڑے اور کہہ سنایا کہ ہم بھی تو ویسے ہی مسلمان ہیں۔ مگر آپ نے بھی ویسا ہی جواب دیا کہ بلبلا کر رونے لگے اور یوں بات بنائی کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہیں گے؟ مگر یہ ایسا مصنوعی فقرہ ہو کہ کسیطرح حضرت پر موثر نہ ہوا۔

انکار حضرت از اخوت ابوبکر

ان دوسری حدیث سنئے جس میں ان کے تفاخر و تعلی نے یہاں تک ترقی کی کہ خود حضرت کی اخوت کے مدعی ہو بیٹھے۔ صواعق محرقہ میں ہو عن انس ان رسول اللہ قال یا ابا بکر لیت انی لقیت اخوانی فقال ابوبکر یا رسول اللہ نحن اخوانک قال لا انتم اصحابی۔ اخوانی الذین لم یرونی وصدقوا بی واحبونی حتی انی احب الی احدھم من ولدہ ووالدہ قالوا یا رسول اللہ انحن اخوانک قال لا انکم اصحابی صفحہ ۱۲۸ یعنی انس سے روایت ہو کہ کہا رسول اللہ نے ای ابوبکر کاش ہم اپنے بھائیوں سے ملاقات کرتے ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ آپ کے اخوان تو ہملوگ ہیں حضرت نے فرمایا نہیں تملوگ تو اصحاب ہو۔ ہمارے اخوان تو وہ ہیں جنھوں نے ہمکو دیکھا بھی نہیں اور ہماری تصدیق کی اور ہمسے ایسی محبت رکھتے ہیں کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ محبت رکھتے ہیں لوگوں نے کہا یا حضرت ہم آپکے اخوان ہیں کہا نہیں تم تو اصحاب ہو۔

اس حدیث میں جو حضرت نے خاص طور پر ابوبکر کو مخاطب بنایا ہو اوسکا مزہ تو کچھ اونھیں کا دل جانتا ہوگا۔ مگر یہ بھی اون کے کمال درجہ کی ادب شناسی تھی کہ اس کہنے پر بھی رسول اللہ کے نہ سمجھے اور حضرت کے کلام کو رد کر کے کہا کہ آپ کے بھائی تو ہملوگ ہیں جسپر حضرت کو باوصف خلق عظیم منہ توڑ جواب دینا پڑا کہ تم تو صرف اصحاب ہو۔ اخوان نہیں ہو۔

اس کے بعد جو حضرت نے اپنے اخوان کی تعریف فرمائی ہو بیان تو واقعی ہو مگر مدعیان محبت پر نشتر کا کام کر گیا کیونکہ حضرت فرماتے ہیں ہمارے اخوان وہ ہیں جو بے دیکھے ہمپر ایمان لاتے (یعنے تم لوگ دیکھنے پر بھی ایمان نہیں لائے) اور تصدیق ہماری کرتے ہیں (یعنی تم تکذیب کرنے والے ہو چنانچہ اسی روایت سے ظاہر ہے کہ کہا ابوبکر نے نحن اخوانک) اور وہ ہمسے محبت رکھتے ہیں (یعنے تم محبت نہیں رکھتے) ایسی محبت کہ اپنے باپ اور بیٹے سے بھی زیادہ (یعنے تم اس سے محروم ہو چنانچہ مصدق اوسکا واقعہ وفات رسول اللہ ہو کہ بلا تجہیز و تکفین کئے سقیفہ میں دوڑ

عشر سنة من نزول القران فقال الم یان للذین امنوا الایة عن الاعمش قال لما قدم
اصحاب النبی صلعم المدینة فاصابوا من لین العیش بعد ما کان بہم من الجھد فکانھم
فتروا عن بعض ما کانوا علیہ فعوتبوا فنزلت الم یان للذین امنوا الایة۔ یعنے ابن
مسعود سے منقول ہے کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ کہنے لگے کہ ہم سے کونسا احداث سرزد ہوا
کیا کیا جو یہ عتاب آیا ابن عباس سے روایت ہے کہ پروردگار عالم نے تاخیر میں ڈالا مہاجرین کو یہانتک
کہ تیرہ برس بعد نزول قرآن سے اون مہاجرین پر عتاب کیا اور اعمش سے نقل ہے کہ جب اصحاب
آنحضرت صلعم یعنی مہاجرین وارد مدینہ ہوئے تو عیش و راحت طلبی میں مبتلا ہوئے اور تکالیف و شدائد
بھول گئے آخر بسبب اس عیش طلبی کے اعمال میں کوتاہی کرنے لگے تب یہ آیہ عتاب نازل ہوا انتہی محصلا
اس آیت سے ان مہاجرین کا منافق ہونا تو ذوالفقار حیدری جلد سیوم میں بتصریح مرقوم ہوچکا
لہذا اوس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

افتخار خلیفہ اول بر اسلام خود

مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ تھے جن میں اس سرکشی و تمرد کا مادہ
زیادہ تھا اور وہ بار بار اپنے اسلام اور ہجرت وغیرہ پر بار بار اترائے
تھے کہ حضرت کو اون کے تنبیہ و تادیب کی ضرورت پڑی **موطا میں ہے** م النبی صلعم بشہداء احد
فقال ھولاء اشھد علیھم فقال ابوبکر السنا باخوانھم یا رسول اللہ صلعم اسلمنا کما اسلموا
وجاھدنا کما جاھدوا فقال صلعم بلی ولکن لا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابوبکر ثم بکی
ثم قال ءانا لکائنون بعدک۔ یعنی حضرت کا گذر شہدائے احد پر ہوا تو فرمایا کہ ہم ان لوگوں پر گواہی
دیں گے۔ ابوبکر نے کہا کیا ہم ان کے بھائی نہیں ہیں۔ اسلام لائے جیسا کہ وہ اسلام لائے اور
جہاد کیا جیسا کہ اونھوں نے جہاد کیا حضرت نے فرمایا ہاں لیکن نہیں معلوم تم لوگ ہمارے بعد کیا
احداث کروگے پس رو دئے ابوبکر اور روئے اور کہا کیا ہم لوگ آپ کے بعد زندہ رہیں گے۔
یہ حدیث آپکو بتا رہی ہے کہ ان کو اپنے اسلام اور جہاد (یعنی فرار) پر کیسا ناز تھا کہ خود رسول اللہ
کے منہ در منہ دعوی کر رہے ہیں کہ ہم بھی تو اسلام لائے اور جہاد کیا۔ پھر پس غیبت میں کیا کچھ نہ اپنے
تفاخر کرتے ہوں گے۔ یمنون علیک ان اسلموا۔
بظاہر حضرت نے اس جملہ ھولاء اشھد علیھم میں کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی کہ انکو کھٹکا ہوتا
مگر چونکہ خاص قسم کا ذہن و ذکا پایا تھا فوراً تاڑ گئے کہ حضرت کسی خاص وجہ سے یہ جملہ فرما رہے ہیں

من ذالک شرعا تعاطی الضرب فی اقامة الحدود والتعازیر علی المسلم المستحق لذالک وفی التعبیر باللسان دون القول نکتة فیدخل فیہ من اخرج لسانہ علی سبیل الاستھزاء وفی ذکر الید دون غیرھا من الجوارح نکتہ فیدخل فیھا الید المعنویة کالاستیلا علی حق الغیر بغیر حق صفحہ ۲۹ یعنی زبان کو اس وجہ سے خاص طور پر ذکر کیا کہ جو کچھ دل میں ہوتا ہے اوسکی تعبیر زبان ہی سے ہوتی ہے۔ اسیطرح ہاتھ کو اس وجہ سے ذکر کیا کہ اکثر فعل ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں اور حدیث عام ہے بہ نسبت لسان کے دون الید کیونکہ زبان سے گذشتہ اور موجودہ کے بارے میں بھی کلام ہو سکتا ہے اور اون لوگوں کی نسبت بھی جو بعد کو پیدا ہونگے بخلاف ہاتھ کے۔ ہاں ہاتھ بھی زبان کا اس طرح شریک ہو سکتا ہے کہ کتابت وغیرہ ہاتھ سے ہوتی ہے اور اوس کا اثر عظیم ہے۔ مگر اس حدیث سے وہ امور مستثنیٰ ہیں جو شرعًا اقامۃ حدود و تعزیر وغیرہ میں کسی مسلم پر جاری کیا جائے جو اس کا مستحق ہے اور قول کو چھوڑ کر لسان کا نام اسوجہ سے لیا کہ وہ بھی اس میں داخل ہو جو بطریق استہزاز بان نکالے۔ اسیطرح ہاتھ کا نام اس وجہ سے لیا نہ دیگر اعضا کا کہ باطنی ہاتھ بھی اس میں داخل ہو مثل استیلا اور قہر و غلبہ کے کہ پرائے مال پر ناحق تسلط حاصل کیا جائے"

ان موشگافیوں کو دیکھئے اور ان تحقیقات کو کہ شرح حدیث میں کیسے کیسے نکتے نکالے جاتے ہیں اور ان کی وسعت کہاں تک پھیلائی جاتی ہے پھر اون تاویلات کو ملاحظہ فرمائیے جو پہلے مذکور ہوئیں کہ کسطرح یہ حدیث ردی بنائی جاتی ہے۔ کیوں۔ ؟ صرف اس غرض سے کہ جو لوگ ارکان اسلام بنائے گئے ہیں کسی طرح ان حدود اسلام میں داخل رہیں جو محال ہے۔ لہذا میں بغرض تطبیق اس حدیث کو دو حصوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک اعمال لسان دوسرے اعمال ید تاکہ شیخین کے حالات روزمرہ سے معلوم ہو وہ اس حدیث کے مطابق داخل اسلام ہو سکتے ہیں یا نہیں۔

خلیفہ اول کی نرم دلی اور خوش گفتاری تو مشہور عالم ہے یہاں تک کہ حدیث موضوع ارءف امتی اور ارحم امتی بامتی ابوبکر اور امامت والی روایت موضوع میں بھی یہی بیان کیا گیا کہ وہ رقیق القلب ہیں تاب ضبط نہ لا سکیں گے اور عام طور پر اہل سنت کے یہاں اون کی نرم دلی مشہور ہے۔ مگر

گئے طلب خلافت کے لئے اور کوئی شریک دفن وکفن بھی نہ ہوا)۔
مگر واہ رے ان صحابہ کی ایمانداری کہ ان سب باتوں کے سننے پر بھی حضرت کی تکذیب کرتے ہیں اور نہیں شرماتے کہ کہتے ہیں یارسول اللہ ؐ الحن اخوانك ای رسول اللہ ؐ ہم ہی لوگ آپ کے بھائی ہیں جس پر حضرت نے فرمایا کہ نہیں تم تو اصحاب ہو۔
فدا ہو ہماری روح اور جان و مال اوس سرور عالم پر جو ایسے مسلمانوں کا مشتاق تھا کہ حضرت سے محبت رکھتا ہو کیونکہ حضرت تو اوس مجمع میں بیٹھے جو ہر وقت آپ کی موت کے متمنی رہتے اور منایا کرتے کہ اب جلد رحلت فرمائیں۔
کیا کوئی مسلمان! اسوقت کہہ سکتا ہے کہ آپ پہلوگون میں ہوتے تو ہم آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرتے وصیت نامہ نہ لکھنے دیتے۔ تجہیز و تکفین میں شریک نہ ہوتے۔ آپکے لخت جگر کو ایذا دیتے۔
ہم تو سمجھتے ہیں موجودہ مسلمانوں میں کوئی اس دل کا نہیں ہے بلکہ اگر ہفت اقلیم کی بادشاہت اوسکو ملے تو بھی نہ گوارا کرے گا کہ آپ کا جنازہ بے غسل وکفن حجرہ میں پڑا رہے اور ہم بادشاہت کو قبول کریں۔
افسوس کہ ہم اپنے مطلب سے کچھ دور چلے آئے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے کہ یہ حدیث ایسے ہی صحابہ کے کبر و نخوت توڑنے کو حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ جو اس گھمنڈ میں ہو کہ ہم مسلمان ہیں یا مہاجر ہیں۔ یہ خیال غلط ہے مسلم تو وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو محرمات کو ترک کرے نہ یہ کہ زبانی اقرار یا بیعت ترک وطن کو اسلام و ہجرت قرار دیں۔
اب میں اسکو دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں نے کہاں تک اس حکم نبوی کی تعمیل کی ہے اور کہاں تک اس پر عامل رہے ہیں کیونکہ یہ تو معلوم ہو چکا اصلی وجہ تاویل کی یہی ہے کہ کسی طرح اپنے تمام کے اپنے صحابہ خصوصاً خلفا کو اس تاویل کے ذریعہ سے مسلم اور مہاجر ثابت کریں۔

وجہ تخصیص لسان و ید

ابن حجر لکھتے ہیں وخص اللسان بالذکر لانہ المعبر عما فی النفس وکذا الید لان اکثر الافعال بہا والحدیث عام بالنسبۃ الی اللسان دون الید لان اللسان یمکنہ القول فی الماضیین والموجودین والحادثین بعد بخلاف الید نعم یمکن ان یشارك اللسان فی ذلك بالکتابۃ وان اثرہا فی ذلك لعظیم ویستثنی

اس کے بعد ابوبکر نے آزاد کیا بعض غلاموں کو اور خدمت رسول میں آکر کہا اب کبھی ایسا نہ کرونگا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک صحابی رسول پر بلا وجہ لعنت کر رہے تھے جس سے حضرت نے ممانعت فرمائی دوسرے آپ نے اس جملہ سے اسکو بھی ثابت کیا کہ ان کی یہی عادت ہے کیونکہ لعان کا صیغہ مبالغہ ہے اسکو حضرت نے انکی شان میں استعمال کیا جیسا کہ روایت اول میں لفظ سباب کو ر ہوا۔ تیسرے حضرت نے یہ قسم فرمایا کہ صدیق اور لعان کیونکر جمع ہوسکتے ہیں جس سے آپ نے خود ابوبکر صاحب اور اون کے احباب کے اس خیال کو باطل کیا جو وہ انکو صدیق سمجھتے تھے پس حیف ہے کہ حضرت تو بہ قسم ان سے صفت صدیقیت کی نفی فرمائیں اور اہل سنت اس کے اثبات میں کوشاں ہوں۔

علامہ عینی کاشف شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں قولہ لعانین وصد یقین ای هل رایت صدیقا یکون لعانا کلا واللہ لا یجتمعان ای فادا هما فالواو للجمع ای لا یجتمعان ابدا وفی الکلام معنی التعجب یعنی کیا یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعان بھی ممکن نہیں۔ پھر جب حضرت بہ قسم فرماتے ہیں کہ یہ دونوں صفتیں نہیں جمع ہوسکتیں تو اب جو لوگ ابوبکر صدیق کہتے ہیں وہ صریحی مخالفت خدا و رسول کرتے ہیں۔

(۳) حضرت ابوبکر کی یہ آتش مزاجی ایسی سخت تھی کہ اون کا غصہ زبان سے نکلکر ہاتھ تک پہنچ جاتا سنن ابن ماجہ میں ہے عن اسما بنت ابی بکر قالت خرجنا مع رسول اللہ ص حتی اذا کنا بالعرج نزلنا فجلس رسول اللہ ص وعایشہ الی جنبہ وانا الی جنب ابی بکر وکانت زمالتنا وزمالہ ابی بکر واحدۃ مع غلام ابی بکر فطلع الغلام ولیس معہ بعیرہ فقال لہ این بعیرک قال اضللتہ البارحۃ قال معک بعیر واحد تضلہ قال فطفق یضربہ ورسول اللہ ص یقول انظروا الی هذا المحرم ما یصنع۔ یعنی اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے کہ ایکدفعہ حج کو ہمراہی رسول اللہ جو ہم روانہ ہوئے۔ بار کا شتر ہمارا اور ابوبکر کا ایک ہی تھا جو غلام ابوبکر کے ہاتھ میں تھا جب بمقام عرج پہونچے تو عایشہ حضرت کے پاس بیٹھیں اور ہم ابوبکر کے پاس اتنے میں وہ غلام نظر پڑا مگر اوس کے ساتھ بار کا اونٹ نہ تھا۔ ابوبکر نے پوچھا تو جواب دیا وہ گم ہوگیا۔ پس اوٹھے اور مارنا شروع کر دیا جسپر حضرت تبسم فرماتے اور کہتے دیکھو اس احرام

حقیقت حال اسکے بالکل خلاف ہے۔ تواریخ میں ان کا لقب سباب پڑا ہے یعنی بڑا گالی بکنے والا یا بڑا گالی دینے والا اخبار تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے قال اسنب عقیل بن ابیطالب وابوبکر قال وکان ابوبکر سبابا او نسابا غیر انہ تحرج من قرابتہ من النبی فاعرض عنہ الی آخرہ صفحہ ۳ یعنی گالی گفتہ کیا عقیل بن ابیطالب اور ابوبکر نے حالانکہ ابوبکر بڑے گالی دینے والے تھے مگر بخیال قرابت رسول اونھوں نے اس سے اعراض کیا۔

ہمارا مقصود صرف جملہ وکان ابوبکر سبابا سے متعلق ہے کہ بڑے گالی دینے والے تھے تو اب کہئے المسلم من سلم المسلمون میں وہ داخل رہے یا نہیں حالانکہ بالخصوص اس گالی دینے کے بارے میں اس قدر تاکید ہے کہ اوس کا احصا نہیں ہو سکتا۔

کنز العمال میں ہے الجنۃ حرام علی کل فاحش ان یدخلھا ابن ابی الدنیا فی الصمت حل عن ابن عمر وفیہ ایضا ان اللہ تعالیٰ لا یحب الفاحش المتفحش ولا الصیاح فی الاسواق حل عن جابر وفیہ ایضا ان اللہ یبغض الفاحش المتفحش حم عن اسامہ وفیہ ان الفحش والتفحش لیسا من الاسلام فی شئی وان احسنہم اسلاما احسنہم خلقا حم طب ع عن جابر بن سمرہ وفیہ ایضا کفی بالرجل ان یکون بذیا فاحشا بخیلا ھب عن عقبہ بن عامر وفیہ ایضا ان اللہ یبغض الفاحش البذی عن اسامہ طب والخرائطی فی مساوی الاخلاق۔ خلاصہ ان روایات کا یہ ہے کہ جنت حرام ہے اوسپر جو فحش بکے۔ خدا نہیں دوست رکھتا فحش بکنے والے اور سننے والے کو اور نہ اوسکو جو بازاروں میں چلایا کرے فحش و تفحش اسلام سے کوئی حصہ نہیں رکھتا۔ بہترین ناس از روئے اسلام وہ ہے جو سب سے زیادہ خوش خلق ہو۔ خدا دشمن رکھتا ہے فحش بکنے والے کو۔

(۲) اس سے زیادہ تنزیہہ مضمون ہے کہ مشکوۃ شریف میں ہے فصل ۳ باب حفظ اللسان والغیبۃ والشتم۔ عن عائشہ قالت مر النبی بابی بکر و ھو یلعن بعض رقیقہ فالتفت الیہ النبی فقال لعانین وصدیقین کلا و رب الکعبۃ فاعتق ابوبکر یومئذ بعض رقیقہ ثم جاء الی النبی فقال لا اعود یعنی حضرت کا گذر ابوبکر پر ہوا تو دیکھا وہ اپنے غلام پر لعنت کر رہے ہیں حضرت اودھر متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والا اور صدیق؟ ہرگز نہیں قسم خدائے خانہ کعبہ کی!

غلام کے ہاتھ میں بھی ہاور یہ نہیں سوچہا کہ حضرت نے ہجرت میں تو اسکو گوارا ہی نہ کیا کہ بلا قیمت دیئے ان کے اونٹ پر جائیں کہ دو سو کا اونٹ نو سو پر ان سے خریدا تو اسکو کب گوارا فرماتے کہ حج میں ان کے اونٹ پر اپنا بار رکھیں حالانکہ معمولی اشخاص بھی جو حج واجب بجالاتے ہیں اس کو نہیں گوارا کرتے۔

بہرحال ہمکو اس سے بحث نہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب انکو جاہل بنائیں یا جاہل جنکی درشت خوئیوں سے وہ لوگ بخوبی واقف ہیں جو مشرف بہ حج ہو چکے ہیں۔ مگر غرض اس قدر ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ کی حدیں کہاں تک یہ داخل ہو سکتے ہیں کہ ایک صحابی رسول کو احرام باندھ کر کس طرح ایذا دے رہے ہیں اور اس کا بھی نہیں خیال کرتے کہ حضور اقدس کا سامنا ہے

(۴) حضرت ابو بکر کی یہ تند خوئی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اگر خدانخواستہ کوئی مہمان آجاتا تو کس طرح ان کے غیظ و غضب میں مبتلا ہو جاتا چنانچہ صحیح بخاری میں ہے باب ما یکرہ من الغضب والجزع عند الضیف میں عبد الرحمن بن ابی بکر سے روایت ہے کہ ابو بکر کے یہاں کچھ مہمان آئے تو اپنے فرزند ارجمند عبد الرحمن سے یہ کہکر کہ ان کو ہمارے آنے کے پہلے کھانا کھلوا دینا خدمت رسول میں روانہ ہوئے۔ یہاں عبد الرحمان کھانا لائے مہمانوں نے انکار کیا کہ جب تک صاحب خانہ نہ آئیں گے ہم نہ کھائیں گے۔ عبد الرحمان نے کہا کھا لیجئے فانہ ان جاء ولم تطعموا لنلقین منہ کہ اگر آپلوگ کھانا نہ کھالیں گے اور وہ آجائیں گے تو ہمپر غضب ٹوٹ پڑے گا۔ مگر مہمانوں نے پھر بھی انکار کیا۔ اسکے بعد ابو بکر آئے تو اون سے پوچھا اونھوں نے کہدیا کہ ہم نے تمہارے انتظار میں نہیں کھایا۔ ابو بکر نے عبد الرحمان کو پکارا چھپے ہو رہے کچھ جواب نہ دیا تب کہا یا غنثر فجدع و سب (جاہل و قبل اللئیم ہو دھو شتم) یعنے اس کے معنی ہیں بخیل۔ ذلیل۔ دنی کے ہیں۔ یہ گالی ہے) میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اگر تو میری آواز سنتا ہے تو چلا آ۔ عبد الرحمن حاضر ہوئے اور کہا کہ اپنے مہمانوں سے پوچھئے (میرا کیا قصور ہے؟) اونھوں نے کہا بیشک یہ کھانا لایا تھا ابو بکر نے کہا تو تم نے ہمارا انتظار کیا؟ واللہ لا اطعمہ اللیلۃ قسم خدا کی آج کی شب ہم کھائیں گے نہیں؟ مہمانوں نے کہا واللہ ہم بھی نہ کھائیں گے جب تک

باندھنے۔ اسے کو۔

یہاں یہ گمان تو ہو نہیں سکتا کہ وہ آداب احرام سے ناواقف تھے کیونکہ خود رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ اثر تھا اسی تندخوئی اور آتش مزاجی کا جو اون کے مزاج میں تھی کہ ایک صحابی رسول کو مارنے لگے اگرچہ وہ ان کا غلام تھا اور اپنے احرام کا بھی نہ خیال کیا کہ محرم میں فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔

پس ان واقعات سے ہر شخص نتیجہ نکال سکتا ہے کہ حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ پر یہاں تک ان کا عمل تھا کہ خود رسول اللہ صلعم کے روبرو یہ بے ادبی کر رہے ہیں۔ حج کا خیال ہے نہ حضور اقدس کے مواجہہ کا۔ ظاہر کا کہ فی الواقع یہ غلام قصوروار ہے یا نہیں۔

شاہ ولی اللہ نے روایت حاکم میں یہ مضمون مل گیا کہ رسول اللہ صلعم کا شتر بار اور ابوبکر کا ایک تھا لہذا اسکو بھی مآثر ابوبکر میں داخل کر دیا تاکہ کسی طرح حضرت کو ابوبکر کا احسان مند بنا دیں چنانچہ لکھتے ہیں "واز انجملہ آنست کہ در حجۃ الوداع اثقال آنحضرت را بر زاملہ خود انداخت" مگر اس عاشق زار خلفا کو یہ نہ سوجھا کہ یہ روایت تو ابن ماجہ۔ در منثور سیوطی میں موجود ہے جس میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ حضرت کا اسباب بھی اسی اونٹ پر تھا کیونکہ اسمیں تو صرف اس قدر ہے کہ اسماء اور ابوبکر کے اسباب کا شتر بار ایک تھا اور بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ حضرت کا شتر بار اور ابوبکر کا ایک تھا تو اس سے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ انہوں نے مفت رکھوا لیا ہو کیونکہ قرینہ تو یہی بتا رہا ہے کہ یہ اونٹ بہ شرکت کرایہ ہوا تھا کیونکہ متن حدیث یہ ہے وکانت زمالہ رسول اللہ وزمالہ ابی بکر واحدۃ مع غلام ابی بکر جس سے غلام کی تخصیص ان کے ساتھ معلوم ہوئی اور اونٹ کا مشترک ہونا چنانچہ جو لوگ حج کرانے ہیں اون کو بخوبی معلوم ہے کہ جمالوں کی شرارت سے اکثر ملاء جہہ بھی ایک اونٹ بار کے لئے کرایہ کرتے ہیں جو چند آدمیوں میں مشترک ہوتا ہے۔

مگر واہ رے حیاداری اور ایمانداری ان حضرات کی جو اس پہ جان دے رہے ہیں کہ کسی طرح ابوبکر صاحب کا احسان رسول اللہ پہ ثابت کر دیں جو محسن تمام عالم ہیں اگرچہ اسی ذریعہ سے ہو کہ حضرت کا کچھ اسباب اپنے اونٹ پر رکھ لیا تھا یا مشترک اونٹ کی مہاران کے خاص

او الاذن او الشفۃ کہ ابوبکر غضب میں آئے اور گالی دی اور ناک کان لب کٹنے کی بددعا دی
یہہ سب اسکی دلیل ہو کہ حد درجہ رحم دل تھے کہ بے قصور بیٹے پر اسقدر غصہ ہو رہے ہیں گالی دیتے ہیں
بددعا کرتے ہیں۔

قسطلانی صاحب نے جو بہ حمایت خلیفہ یہ فقرہ گڑھا کہ ابوبکر نے اسوجہ سے گالی دی کہ اونکو گمان
ہوا کہ مہمانوں کی خاطرداری میں کمی کی ہوگی۔ اسکی غلطی خود اصل حدیث کے فقرات سے ظاہر ہے
فقال ما صنعتم فاخبروہ کہ ابوبکر نے آ کر اپنے مہمانوں سے پوچھا تھا اور اونھوں نے جواب دیا
تھا۔ پھر اہل و عیال کا کیا قصور تھا جو اسطرح مورد عتاب ہوئے کہ گالی بھی دیگئی۔ بددعا بھی کیگئی
کیا اب بھی وہ رحم دل ہی کہے جائیں گے۔؟

(۹) یہہ آتش غضب ابھی نہیں فرو ہوتی بلکہ جا کر مہمانوں پر نکلتی ہو کہ تم لوگ ہماری انتظار میں رہو
خدا کی قسم آج رات کو ہم نہ کھائیں گے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ مطلب یہ ہو کہ تم ہماری انتظار میں
رہے دیکھو ہم بھی کیسے سزا بتاتے ہیں کہ تمکو رات بھر بھوکا رکھتے ہیں نہ خود کھائیں گے نہ تم کو کھانے
دیں گے۔

آپ نے کسی شریف کو نہ سنا ہوگا کہ اوس نے اپنے مہمانوں کے ساتھ یہہ برتاو کیا ہو۔ حالانکہ اجلاف
وارذال عرب بھی جسطرح مہمانوں کی خاطرداری کرتے ہیں مشہور ہو مگر یہہ ایسے شریف در بار غیرت
ہیں کہ اپنے عزیز مہمان کے ساتھ یہہ سلوک کر رہے ہیں حالانکہ اونکا صرف اسیقدر قصور ہو کہ آپ کے انتظار
ان کے کھانا نہیں کھاتے۔

نہ معلوم اب اہل سنت کا اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا برتاو ہوتا ہو خدا نکرے کہ کوئی شریف ان
کا مہمان ہو ورنہ اوس کی بھی یہی سزا ہوگی کہ اوسکی مہمانداری غنثر کے حوالہ ہوگی اگر نہ کھایا
تو بڑے میاں آکر کھانا بند کردیں گے حالانکہ یہاں تو اس کا موقع ہے کہ ہمانوں کی خوشامد کریں
اور معذرت اور شکرگذاری نہ یہ کہ اور مہمانوں پر غصہ کیا جائے۔

(۱۰) یہ کہ ابوبکر نے ایک ناجائز امر پر قسم کھالی حالانکہ خود قسم کہانا اور ایسے امر پر جو عقلاً شرعاً عرفاً
مذموم ہو ایسا امر ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

(۱۱) اس قسم سے مہمان لوگ بھی ایسا رنجیدہ ہوئے کہ اونھوں نے بھی قسم کھالی جب تک تم

تم بھی نہ کھاؤ۔ ابو بکر نے کہا آج کی ایسی رات جو تمام تر شر ہے ہمنے کبھی نہ دیکھی! وائے ہو تم پر کیوں نہیں ہماری ضیافت قبول کرتے۔ پھر کہا لاؤ کھانا اور بسم اللہ کہکر کھانا شروع کیا اور کہا پہلا کلمہ شیطان کا تھا پس ابو بکر نے بھی کھایا اور اون لوگوں نے بھی۔

اس روایت سے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں میں ہے جس درجہ ابو بکر صاحب کی سلامت روی اور حیاداری نمایاں ہے وہ ظاہر ہے مگر بطور تنبیہ بعض باتیں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱) بخاری صاحب نے باب ما یکرہ من الغضب والجزع میں اس حدیث کو لکھا ہے جس سے خود کراہت اس فعل مکروہ کی ظاہر ہے۔

(۲) عبد الرحمان نے مہمانوں سے کہا اگر نہ کھاؤ گے تو ابو بکر ہمکو ایذا دیں گے جس سے ان کا موذی ہونا ظاہر ہے۔

(۳) بروایت صحیح مسلم عبد الرحمان نے کہا انہ رجل حدید وانکم ان لم تفعلوا خفت ان یصیبنی منہ اذی کہ ابو بکر صاحب بہت تیز مزاج ہیں اگر نہ کھاؤ گے تو وہ ہمکو ایذا دیں گے جس سے معلوم ہوا کہ خود اونکی اولاد اونکی تندخوئی سے خائف رہتی تو وائے برحال دیگراں حالانکہ تمام شرفا کی یہ حالت ہے کہ اون کے باپ شفیق ہوتے ہیں اور لڑکے اون کے شفقت اور عطوفت پدری کے خوگر ہوتے ہیں نہ کہ رجل حدید کا خطاب دیں۔

(۴) جب مہمانوں نے کہانے سے انکار کیا تو عبد الرحمان کو یقین ہوگیا کہ ابو بکر آکر ضرور غصہ ہونگے جس سے کمال درجہ کی نرم دلی ان کی نمایاں ہے۔

(۵) جب ابو بکر آئے تو عبد الرحمان چھپ رہے اس سے بھی کمال درجہ کی رحم دلی نمایان ہے۔

(۶) جب ابو بکر نے پکارا تو عبد الرحمن نے مارے خوف کے کچھ جواب نہ دیا۔ اس سے بھی انکی رحم دلی ظاہر ہے کہ بیٹا مارے خوف کے جواب نہیں دیتا۔

(۷) تب ابو بکر نے گالی دے کر کہا یا غنثر

(۸) بخاری کی دوسری روایت میں یہ بھی ہے فغضب ابو بکر فسب وجدع قسطلانی اسکی شرح میں لکھتے ہیں فسب ای شتم لظنہ انہم فرطوا فی حق ضیفہ وجدع بالجیم المفتوحۃ والدال المہملۃ المشددۃ وبعدہا عین مہملۃ دعا بقطع الانف

خود صحابہ رسول کو پہونچائی گئیں۔ تو کیا اس کے بعد بھی اون کے اسلام اور کمال اسلام کا دعویٰ درست ہو سکتا ہے اور وہ حدیث مذکورہ بالا کے حدود میں داخل ہو سکتے ہیں کیونکہ تسلط شیطان کو اپنی نفس پر جس صداقت سے اونھوں نے قبول کیا ہے اوسکی تصدیق میں کل علماء اہل سنتہ رطب اللسان ہیں تاریخ طبری۔ ریاض النضرہ۔ منہاج السنتہ ابن تیمیہ۔ تاریخ الخلفاء سیوطی کنز العمال ملا علی متقی۔ صواعق محرقہ ابن حجر مکی سب میں موجود ہے۔ ان لی شیطانا یعتریني فاذا اتانی احسبولی لا او ثرفی اشعارکم و ابشارکم۔

مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ یہ شیطان ان پر کس طرح آتا تھا جس طرح ہندوستان میں بھوت پریت جنات کی آمد مشہور ہے یا کسطرح۔ اور شیطان سے کون سا شیطان مراد ہے۔ جو کسی کی صورت دیکھ کر بھاگتا تھا یا وہ جس کی صورت سے شیطان بھاگتا تھا۔

(۵) ریاض النضرہ محب الدین طبری میں ہے عن مقاتل ان رجلا نال من ابی بکر والنبی حاضر فسکت عنہ ابو بکر ثم رد علیہ فقام صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابو بکر یا رسول اللہ شتمنی فلم تقل شیئا حتی اذا رددت علیہ قمت فقال ان ملکا کان یجیب عنک فلما رددت ذھب الملک وجاء الشیطان فنزلت ذکرہ ابو الفرج فی اسباب النزول یعنے آیہ لا یحب الجھر بالسوء من القول یعنے ایک شخص نے ابو بکر کو گالی دی اور حضرت وہیں موجود تھے۔ ابو بکر کچھ دیر ساکت رہے پھر اونھوں نے بھی گالیاں دینی شروع کیں حضرت وہاں سے اوٹھ گئے پھر ابو بکر نے کہا یا حضرت جبتک وہ گالی دیتا رہا آپ کچھ نہ بولے جب ہمنے گالی دی تو آپ اوٹھ گئے حضرت نے فرمایا جب تک تم چپ تھے فرشتہ تیری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم نے شروع کیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آموجود ہوا۔

یون تو عام طور سے شریفوں کا دستور ہے کہ وہ اپنی زبان گالی گلوج کی غلاظت سے نہیں آلودہ کرتے اور گالی کا جواب گالی سے نہیں دیتے اور جسقدر اون کے مدارج اعزازی کو ترقی ہوتی جاتی ہے اوسیقدر خودداری کا مادہ بھی آتا جاتا ہے جس کے بعد پھر کوئی ایسا فحش کلمہ اونکی زبان سے نہیں سنتا۔ مگر اس عربی شیخ کی زبان نزازہ کی دوکان سے کچھ ایسی تیز ہو رہی ہے کہ ہر چند آنحضرت تعلیم فرماتے رہے مگر ان پر کچھ نہ اثر ہوا۔ ہر شخص سے اوجھنا ہر کس و ناکس سے گالی گلوج کرنا ترقی

نہ کھاؤ گے ہم بھی نہ کھائیں گے جس سے معلوم ہوا اون لوگوں کو کس درجہ رنج پہونچا۔ تو کیا مہمانوں کو رنج کرنا رحم دلی کی علامت ہے۔ ؟

(۱۲) ابوبکر نے صرف قسم ہی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ کہا لم ار فی الشر کا اللیلۃ جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر نے اپنے مہمانوں کو مصدر شر و فساد بنایا۔ کیا یہی تقاضائے شرافت ہے۔ ؟

(۱۳) اسی پر نہیں اکتفا کیا بلکہ بلفظ ویلکم خطاب کیا جو کلمہ بددعا ہے اور بالیقین معلوم ہے کہ وہ سب صحابہ رسول تھے۔ (یہ رحم دلی ہے ابوبکر صاحب کی۔ تو پھر یہ لوگ کیوں رد کے جائیں)۔

(۱۴) آخر ابوبکر صاحب کو اپنی قسم توڑنی پڑی اور مہمانوں کے ساتھ کھانا پڑا۔ چہ داکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔

(۱۵) آخر میں اسکا بھی اقرار کیا کہ پہلے جو کچھ ہوا وہ سب شیطان سے تھا جس سے تسلط شیطان ان پر ظاہر ہے۔

(۱۶) دوسرے روز صبح کو حضرت کے پاس جاکر افسوس کیا کہ ہم تو اپنی قسم میں جھوٹے ٹھہرے اور مہمان لوگ سچے۔ جس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اپنے فعل قبیح پر کس درجہ اصرار تھا اور ترک قبیح پر کس درجہ مغموم رہے حالانکہ اوس کو شیطانی حرکت بتا رہے ہیں۔ صحیح مسلم میں تو یہ بھی غضب کیا گیا ہے کہ معاذاللہ حضرت نے ابوبکر کے جواب میں کہا بل انت ابرھم واخیرھم جس سے خود موضوعیت اس جملہ کی ظاہر ہے کیونکہ کون عاقل اسکو تجویز کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ جو متمم اخلاق کریمہ تھے ابوبکر کے اس فعل ناجائز کو کہ اونھوں نے اپنے مہمانوں کو رنجیدہ کیا ابر و اخیر کا خطاب دیں۔ اور مہمانوں کے اصرار کو اس کے خلاف بتائیں۔ ومزید التوضیح فی الجزء الثانی من عبقات الانوار وھو المجلد الحادی عشر فی حدیث مدینۃ العلم صفحہ ۱۱ جزی اللہ مصنفہ العلام احسن الجزا فانہ قد احسن بالاسلام وحمایتہ لا تکفیہا

اب میں یہاں اون واقعات و روایات کو نہیں لکھتا جس میں حضرت ابوبکر نے اپنی لاڈلی بیٹی عائشہ صدیقہ کو ایسے ایسے طمانچے مارے ہیں کہ ہناس پھوٹ گئی۔ ناک سے خون کا فوارہ بہنے لگا کیونکہ جب اپنے بیٹے عبدالرحمن پر اونکا غصہ ایسا تیز تھا تو کمزور بیٹی پر اون کے دست تیز کو کون روک سکتا ہے۔

بہرحال ہماری غرض صرف اسی سے متعلق ہے کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی کہاں تک رعایت کیگئی۔ زبان سے ہاتھ سے بلا جرم و بے قصور کیسی ایذائیں مسلمانوں کو بلکہ

اعز لہ. خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ جب اسامہ لشکر لیکر باہر نکلے تو اسامہ نے عمر کو ابو بکر کے پاس اسغرض سے بھیجا کہ عمر کو اپنے پاس رکھ لیجئے کیونکہ ہمارے ساتھ وجوہ واعیان ناس ہیں اور خوف کرتے ہیں خلیفہ رسول اللہ صلعم پر کہ مشرکین حملہ کریں اور جو لوگ اسامہ کے ساتھ تھے اونھوں نے کہا کہ اگر ابو بکر نہ مانیں تو تم ہماری طرف سے یہ پیغام پہونچانا کہ کسی ایسے شخص کو سردار لشکر بنائیں جو اسامہ سے زیادہ سن رکھتا ہو۔ عمر نے اگر ابو بکر سے کہا۔ ابو بکر نے کہا اگر کتے بھیڑیے بھی ہمکو پھاڑ ڈالیں اور سوائے ہمارے کوئی نہ رہے تو اسکے خلاف نہ کریں گے تب عمر نے کہا کہ لشکر والے چاہتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص افسر بنایا جائے جو بہ نسبت اسامہ کے زیادہ سن رکھتا ہو۔ پس ابو بکر اچھل پڑے حالانکہ بیٹھے تھے اور پکڑ لی داڑھی عمر کی اور کہا تیری ماں تجھے بیٹھے اے ابن خطاب کہ رسول اللہ تو اوسکو امیر بنائیں اور تو مجھے حکم دیتا ہے کہ اوس کو موقوف کر دوں۔ عمر جب واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا کہ کیا بنا آئے تو جواب دیا تم سب کی ماں تم کو بیٹھیں کہ بسبب تمھاری کیا حالت بنی ہے ہماری خلیفہ رسول کے ہاتھ سے۔

یہ واقعہ حدیث کے دونوں حصوں میں داخل ہو سکتا ہے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کیونکہ ابو بکر صاحب نے حضرت عمر کو زبان سے گالی بھی دی ہے تکلمتک امک اور ہاتھ سے بھی ایذا پہونچائی کہ داڑھی مقدس حضرت عمر کی پکڑ لی۔

ہم جہاں تک سمجھتے ہیں ہمارے ناظرین با انصاف کو کبھی ایسا موقع نہ پیش آیا ہوگا جس سے وہ اوس تکلیف کا اندازہ کر سکیں جو داڑھی کے پکڑا نے سے آدمی کو ہوتی ہے۔ گر وہ ارذال جو واقف ہیں جن کی داڑھیاں لمبی ہوتی ہیں اور پکڑی کی وجہ سے ایسی کی تو تو میں میں سے اکثر داڑھی پکڑوال کی نوبت آجاتی ہے۔

میں نہیں کہہ سکتا کون شخص اہل سنت سے ایسا ہوگا جو کہ اپنے خلیفہ دوم سے ہمدردی نہ ہو جو اصل بانی مبانی اس مذہب کے ہیں۔ پھر دیکھیں وہ اس کا پاداش کیونکر نکالتے ہیں۔ کیا اوسکی نقل اوتار کر بھی ٹھیک نہیں کر سکتے؟

مگر مشکل یہ ہے کہ جو دعوی صحابہ پرستی کا کرتے ہیں اوس کے مطابق پھر خلیفہ دوم پر بھی تو کچھ ان کو غصہ آئیگا کیونکہ دربار خلافت سے نکلکر انھوں نے اپنے دل کا جلا پھپھولا اس طرح توڑا کہ سارے صحابہ کو گالیاں دیں ثکلتکم امہاتکم۔

کرتا گیا یہانتک کہ خود رسول اللہ سے ایسے بدظن ہوئی کہ آپ سے سوجھے اور اٹھ گئی کہ ہم نے اپنے حریف کو گالی دینی
شروع کی حالانکہ جب تک وہ گالی دیتا رہا آپ سنتے رہے۔ یہ ہے انکا ایمان اور صدیقیت جسکے اہل سنت مدعی ہیں
(۶) ابو بکر سے ہی گالی گلوج شروع کی جسکی بدولت یہ سنت ملی۔ تاریخ طبری میں ہے فوقف اسامة بالناس ثم قال
لعمر ارجع الی خلیفة رسول الله فاستاذنه یاذن لی ان ارجع بالناس فان معی وجوه الناس وحدهم ولا امن
علی خلیفة رسول الله وثقل رسول الله واثقال المسلمین ان یتخطفهم المشرکون
وقالت الانصار فان ابی الا ان تمضی فابلغه عنا واطلب الیه ان یولی امرنا
رجلا اقدم سنا من اسامة فخرج عمر بامر اسامة واتی ابا بکر فاخبره بما قال
اسامة فقال ابو بکر لو خطفتنی الکلاب والذیاب لم ارد قضاء قضی به
رسول الله صلعم قال فان الانصار امرونی ان ابلغک وانهم یطلبون
الیک ان تولی امرهم رجلا اقدم سنا من اسامة فوثب ابو بکر وکان جالسا
فاخذ بلحیة عمر فقال له ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب استعمله
رسول الله صلعم وتامرنی ان انزعه فخرج عمر الی الناس فقالوا له ما صنعت
قال امضوا ثکلتکم امهاتکم ما لقیت فی سببکم من خلیفة رسول الله الخ تاریخ ابن الاثیر
میں ہے فلما خرج الجیش الی معسکرهم بالجرف وتکاملوا ارسل اسامة عمر بن الخطاب
وکان معه فی جیشه الی ابی بکر یستاذنه ان یرجع بالناس وقال ان معی وجوه الناس
وجلتهم ولا امن علی خلیفة رسول الله وحرم رسول الله والمسلمین ان یتخطفهم
المشرکون وقال من مع اسامة من الانصار لعمر بن الخطاب ان ابا بکر خلیفة
رسول الله الا فامض فابلغه عنا واطلب الیه ان یولی امرنا اقدم سنا من اسامة فخرج
عمر بامر اسامة الی ابی بکر فاخبره بما قال اسامة فقال لو خطفتنی الکلاب والذیاب
لانفذته کما امر به رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا ارد قضاء قضی به
رسول الله صلی الله علیه وسلم ولو لم یبق فی القری غیری لانفذته قال عمر فان
الانصار تطلب رجلا اقدم سنا من اسامة فوثب ابو بکر وکان جالسا واخذ بلحیة عمر
قال ثکلتک امک یا ابن الخطاب استعمله رسول الله صلی الله علیه وسلم وتامرنی ان

(۷) خلیفہ اول کی یہ آتش مزاجی بالخصوص خلیفہ دوم پر بھی تمام نہیں ہوئی بلکہ اونکو اون شعلوں ہوئی جوش نے جو خلافت سے پیدا ہو گیا تھا جب اون مسلمانوں کو قتل کرنا چاہا جنھوں نے انکی خلافت نہیں مانی اور زکوۃ وغیرہ دینا بند کر دیا تو خلیفہ دوم نے بہت کچھ سمجھایا اور مصلحت وقت سے مطلع کیا تو پھر خلیفہ صاحب کا غصہ بھڑکا اور کہا جبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام یعنی زمانہ جاہلیت میں تو تو جبار تھا اب اسلام لا کر کیوں ایسا ذلیل و خوار ہو گیا۔

تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی میں ہے اخرج الاسماعیلی عن عمر رض قال لما قبض رسول اللہ صلعم ارتد من ارتد من العرب وقالوا نصلی ولا نزکی فاتیت ابابکر فقلت یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بھم فانھم بمنزلۃ الوحش فقال رجوت نصرتک وجئتنی بخذلانک جبار فی الجاھلیۃ خوار فی الاسلام بماذا عسیت ان اتالفھم بشعر مفتعل او بسحر مفتری ھیھات ھیھات مضی النبی صلعم وانقطع الوحی واللہ لاجاھدنھم ما استمسک السیف فی یدی وان منعونی عقالا

اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں ہے بعد ازان در قتل مرتدین مباحثہ شد صدیق اکبر بجد عظیم درین باب ملہم گشت۔ و آن سر قول آن حضرت بود درین فتنہ کہ العصمۃ بالسیف قال عمر یا خلیفہ رسول اللہ تالف الناس وارفق بھم فقال جبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی۔ صفحہ ۲۸ مقصد دوم۔

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلعم نے وفات پائی اور مرتد ہوئے عرب کے وہ لوگ جو مرتد ہوئے تو کہا اونھوں نے ہم نماز پڑھینگے (اس سے اسلام اونکا ظاہر ہے) مگر زکوۃ نہ دیں گے تو ہم نے آکر ابوبکر سے کہا ان کی تالیف قلب فرمائیے اور نرمی کیجیے کہ یہ سب بمنزلہ وحشی کے ہیں ابوبکر نے کہا ہمکو تو امید تھی تیری نصرت کی مگر تو اپنی مخذولی دکھاتا ہے۔ جاہلیت میں تو جبار تھا اور اسلام میں آکر تو ذلیل وخوار ہو گیا۔ ہم کس بات سے اون کی تالیف قلب کریں۔ کیا کوئی شعر گڑھا ہے یا جھوٹھا جادو کہا جائے افسوس افسوس حضرت نے تو انتقال کیا وحی کی آمد منقطع ہوئی قسم خدا کی ہم اون سے جہاد کریں گے جب تک تلوار ہمارے ہاتھ میں ہے اگر وہ لوگ اوس سیمان کو بھی نہ دیں جس سے جانور باندھے جاتے ہیں۔ اس مطلب کو کچھ تفصیل سے ہم آئندہ لکھیں گے جہاں اس حدیث کے دوسرے حصہ بیان کی تطبیق

اب یہاں ایک دوسرا تماشا بھی ملاحظہ ہو کہ امام طبری اور ابن اثیر نے تو اصل واقعہ کو بے کم و کاست لکھدیا مگر اس حرکت ناشایستہ کی رکاکت اور رذالت ایسی تھی کہ علامہ ابن خلدون سے نہو سکا کہ اپنی تاریخ میں اوسکو درج کریں لہذا ایک نئے انداز سے لکھا۔ عبارت اونکی حسب ذیل ہے۔

ووقف اسامة للناس ورغب من عمر التخلف عن هذا البعث والمقام مع ابی بکر شفقة من ان یدهمه امر وقالت الانصار فان ابی الا المضی فلیول علینا اسن من اسامة فابلغ عمر ذلک کله ابا بکر فقام وقعد وقال لا اترک امر رسول الله حتی اخرج وانفذه لا۔

یعنی اسامہ نے باہر نکلکر توقف کیا اور عمر سے اسکی خواہش کی کہ وہ ابوبکر کے پاس رہ جائیں۔ کہ کہیں ایسا نہو کوئی حادثہ پیش آئے۔ اور انصار نے کہا کہ اگر ابوبکر نہ راضی ہوں تو کہنا ہمپر کسی ایسے شخص کو افسر بنائیں جو اسامہ سے زیادہ سن رکھتا ہو۔ عمر نے سب پیغام پہونچایا۔ پس کھڑے ہوئے ابوبکر (عمر کے داڑھی پکڑنے کو) اور بیٹھ گئے (داڑھی چھوڑ کر) اور کہا میں اوس کو نہ چھوڑونگا جو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے۔

ناظرین کو اب معلوم ہو گیا ہوگا کہ آج کل تاریخی دنیا میں جو ابن خلدون کو شہرت ہو رہی ہے کہ ہر شخص اوس سے سند لاتا ہو اور اوسکی مدح و ثنا میں رطب اللسان ہیں۔ اردو میں اوس کا ترجمہ بھی ہو گیا۔ یہ کیوں ہے صرف اسیوجہ سے کہ وہ اسطرح خلفا کی پردہ داری کرتا ہو کہ جملہ فوثب ابوبکر وکان جالسا واخذ بلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک وعدمتک یا ابن الخطاب کو غائب کرکے قام وقعد سے چھپا رہا ہو تاکہ مسلمانوں کو نہ معلوم ہو یہ خلفا کس شرافت کے تھے اور کس افعال کے۔

تو اب کیا امید ہوسکتی ہو کہ ہمکو پہلے زمانہ کا کوئی صحیح واقعہ مل سکے جب ایسے ایسے مورخ مٹانے پر آمادہ ہیں اور قوم اونکی عزت کرنے پر مستعد۔

بہرحال حسب تحریر ابن حجر صاحب ابن خلدون بھی اوسی حدیث المسلم من سلم المسلمون کے اندر آگئے کیونکہ لفظ بدیا میں اونھوں نے کتابت کو بھی داخل کیا ہو اور کہا ہو انہ لاثم عظیم تو جسطرح شیخین بوجہ زبان درازی و دست درازی اس حدیث سے خارج تھے اوسی طرح یہ بھی خارج ہوتے جنھوں نے بذریعہ کتابت انکا مسخ کیا۔

با حضرت فاروق اختلاف افتادہ قال البغوی روی عن ابی بکر انہ قال لقوم جاؤہ تائبین تدون قتلانا ولاندی قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا دیۃ اصح قول امام شافعی مذہب حضرت صدیق است جمعی از علما گفتند منہم البغوی احتمال دارد کہ مذہب حضرت فاروق موافق مذہب صدیق اکبر باشد غیر انہ رای الاعراض عن الزام الدیۃ ترغیبا لہم فی الثبات علی الاسلام ص ۳۸۰ یعنے ایک مسئلہ یہ ہو کہ اگر مرتد توبہ کرے تو جن لوگوں کو اوس زمانہ ارتداد میں قتل کیا ہو اون کا خون بہا دینا لازم ہے یا نہیں اس مسئلہ میں بھی صدیق کو فاروق سے اختلاف ہوا کیونکہ بغوی نے روایت کیا ہو کہ جب وہ لوگ بغرض توبہ کرنے کے آئے تو ابوبکر نے کہا ہمارے لشکر کے لوگ جو قتل ہوئے ہین اونکا خون بہا دو اور ہم تمھارے مقتولوں کا خونبہا نہ دیں گے (ابھی اونھوں نے کچھ جواب نہ دیا تھا) کہ عمر بول اوٹھے ہم اپنے مقتول کا بھی تم سے خون بہا نہ لیں گے۔ امام شافعی کا بھی صحیح قول یہی ہے جو صدیق کی رائے تھی بعض علمانے یہ بھی کہا ہو کہ ممکن ہے عمر کی بھی یہی رائے ہو موافق صدیق کے مگر اسوقت اونکی مصلحت اسیکی متقاضی ہوئی کہ خون بہا سے اعراض کریں تاکہ اون کو رغبت ہو ثبات علی الاسلام پر۔

اب اون واقعات کو ملا جاؤ کہ عمر صاحب نے پہلے نفس قتال مرتدین میں اختلاف کیا چاہتے تھے کہ اون سے جنگ نہ کی جائے جس سے ابوبکر نے جبار فی الجاہلیۃ خوار فی الاسلام کا خطاب دیا جب وہ معاملہ طے ہوا ابوبکر کی فتح ہوئی اب وہ لوگ توبہ کرنے آئے تو ابوبکر صاحب نے اپنی لشکر کی خون بہا کا مطالبہ کیا جو ایک واجبی مطالبہ تھا کیونکہ بعد صلح تاوان جنگ لیا ہی جاتا ہی قبل اس کے کہ وہ لوگ کچھ جواب دین عمر بول اوٹھے ہمکو خون بہا کا مطالبہ نہیں ہی جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں اسلام اور مسلمانوں کی کیسی حق تلفی ہوئی کیسی کیسی عزیز جانین مسلمانوں کی اس جنگ مین ضائع گئی تھیں مگر عمر صاحب ایسے خیرخواہ اسلام تھے کہ سب کو معاف کر دیا اس سے بڑھ کر کون سی خیرخواہی ہو سکتی ہی حالانکہ ہر شخص سمجھتا ہو اوسوقت اسلام کو مال کی کیسی حاجت تھی۔ اسپر بھی جو لوگ سطوت عمری کے قائل ہیں اور مصر میں جاکر قسم یا عمر کا نعرہ بلند کیا جاتا ہے تو کیسی افسوسناک حالت ہو۔ رہا یہ خیال کہ عمر صاحب نے بخیال ترغیب اسلام ایسی کارروائی ناجائز کی تو بعد اس کے کہ جنگ ہو چکی وہ مغلوب ہو چکے زکوٰۃ دینے لگے پھر کون سا موقع اس کا رہا اور جب شرعاً اونپر دیت واجب تھی تو ان کو

دکھائیں گے۔ مگر اس عبارت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خلیفہ اول کا مزاج کس قدر گرم تھا کہ بار بار خلیفہ دوم پر جھڑک رہے ہیں ابھی داڑھی پکڑ کر گالی دے چکے ہیں۔ آج یہ خطاب پر عتاب ہو رہا ہے تو کیا اب بھی تطبیق حدیث المسلم من سلم المسلمون ان کے خارج الاسلام ہونے میں کسی کو عذر ہو سکتا ہے یہ مضمون جامع الاصول ابن اثیر اور ریاض نضرہ محب طبری اور مشکوۃ شریفہ اور کنز العمال ملا علی متقی اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی اور تاریخ الخلفاء سیوطی اور ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ میں موجود ہے مگر مورخین یا ایمان اس کو بھی کھا گئے۔

یہاں سے آپ لوگوں کو اس کا بھی پتہ مل گیا ہوگا کہ اصلی حالات مشہور کے کس قدر خلاف ہوتے ہیں کیونکہ مشہور تو یہی ہے تشدد اور تسلط کا مادہ عمر صاحب میں زیادہ تھا اور خلیفہ اول نہایت نرم دل تھے۔ مگر ان واقعات سے آپکو معلوم ہوگا کہ معاملہ بالکل برعکس ہے کیونکہ خلیفہ اول تو اس نرمی اور بڑھاپے پر کہ بقول اہلسنت ایک آدمی کو بھی انھوں نے اپنے ہاتھ سے نہ مارا یہ جرات دکھاتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کے قتل پر آمادہ ہیں مگر خلیفہ دوم ہیں کہ مرتدوں کے قتال پر بھی راضی نہیں ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ان کی تالیف قلب کرنی چاہئے یعنی جو کچھ اطاعت قبول کرتے ہیں اوسی کو مان لینا چاہئے۔ اب اس سے آپ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کہاں تک اون کے دلمیں جرأت تھی۔ علامہ طیبی کاشف شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں۔ قوله خوار فی الاسلام ندا(ای فی النهایه) هو من خار یخور اذا ضعفت قوته و وهنت اقول انکر علیه ضعفه ووهنه فی امر الدین ولم یرد ان یکون جبارا بل اراد به التصلب والشدة فی الدین لکن لما ذکر الجاهلیة قرنه بذکر الجبار والعجب ان ابابکر کان منسوبا الی الرفق والله بانه وعمر الی الشدة والصلابة فعکس الامر فی هذه القضیه یعنے یہ بھی عجیب ہے کہ ابو بکر تو منسوب تھے طرف نرمی کے اور عمر کیطرف سختی اور شدت کی نسبت کی جاتی مگر اس قضیہ میں معاملہ برعکس ہو گیا۔ یہ حالات تو بتفصیل آیندہ مذکور ہوں گے مگر اس قدر سمجھ رکھئے کہ خلیفہ دوم کو ان مرتدین سے ایسی محبت تھی اور اس درجہ اون کی خاطرداری کا خیال تھا کہ اگر قتال کو نہ روک سکے تو یہ احسان کر گذرے کہ خون بہا مسلمانوں کا معاف کردیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں باز حضرت صدیق را در مسئلہ هل تجب علی المرتدین اذا تابوا دیة من قتلوه فی ایام الردة

فلم یحقد ھا علیہ و اما عمر فاضطغنہا علیہ فلما ولی ابو بکر لم یزل بہ عمر حتی عزلہ عن الامرۃ وجعلہ ردءً للمسلمین بتیماء الی آخر ص ۱۵۴ ج ۲ یعنی ۱۳ھ میں جب ابو بکر خالد کو عراق کیطرف لشکر کے ساتھ بھیج چکے تو پہلا نشان جو ملک شام کے لیے قایم کیا گیا وہ خالد بن سعید بن عاص کا تھا مگر قبل اسکے کہ وہ روانہ ہون موقوف کردئیے گئے جسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون نے دو مہینہ تک ابو بکر کی بیعت نہین کی اور حضرت علی ابن ابیطالب یا عثمان بن عفان سے ملاقات ہوئی تو کہا ای ابو الحسن ای فرزند عبد مناف کیا تم سب مغلوب کردئیے گئے اس امر خلافت میں حضرت علی نے کہا تو اسی مغالبہ سمجھتا ہی یا خلافت؟ ابو بکر نے تو اس کا کینہ اپنے دل میں نہیں رکھا لیکن عمر کے دل میں یہ کینہ بھرا رہا جب ابو بکر نے اون کو افسر لشکر بنایا تو عمر برابر اصرار کرتے رہے یہان تک کہ اوسکو معزول کیا اور امدادی لشکر بناکر تیما میں رہنے کا حکم دیا کہ جب تک کوئی تم سے نہ جنگ کرے تم کسی سے نہ لڑنا۔

ان واقعات کے ملانے سے معلوم ہوسکتا ہی کہ ان تینون بھائیوں نے ایسی خدمت جس میں ایک ایک مد [illegible] یون چھوڑی کیونکہ ایماندار مورخوں کی ایمانداری تو کہل چکی اب آپ خود ہی سمجھیں کہ جس شخص نے دو ماہ تک خلیفہ اول کی بیعت نہ کی ہو اوس سے اون کے دلمیں کس قدر کینہ ہوگا کیونکہ یہ کہنا کہ ابو بکر نے کینہ نہ کیا خود کاشف ہی اسکا اور جب حضرت علی پر اتہام لگادیا گیا تو اور کسی پر اتہام لگانا یا واقعات کو چھپانا کتنی بڑی بات ہی۔

(۹) اب ہم ابو بکر صاحب کی اوس تیز زبانی کو لکھتے ہیں جو مرتے وقت تمامی صحابہ رسول کے حق میں گستاخانہ کلمات کہہ گئے یہ فقرہ اوس وصیت نامہ کا ہی جو مرتے وقت ابو بکر نے عمر سے کہا واحذر ہولاء النفر من اصحاب محمد الذین قد انتفخت اجوافہم و طمحت ابصارہم واحب کل امرء منہم لنفسہ ص ۳۳ مقصد ۲ ای عمر ہم تجہ کو خوف دلاتے ہیں انلوگون سے جو اصحاب محمد ہیں کہ ہمیشہ ان کے پیٹ پھولے ہوئے ہیں آنکھیں ان کی اندھی ہیں ہر شخص اپنے نفس کیلئے چاہتا ہی۔

اب خدا کیواسطے اہل سنت غور فرمائیں کہ شیعہ بیچارے اس سے بڑھ کر آپ کے صحابہ و خلفا کو بارے میں کیا کہتے ہیں جو آپ اون سے اس قدر ناراض ہیں اور اپنے خلیفہ اول کی نسبت کچھ نہیں کہتے اگر کاش اسی پر آپ صلح کریں تو مصالحہ کی صورت نکل آئی ہی کہ شیعون کو عام طور سے

روکنے کا کیا استحقاق تھا۔ بعیر وارثان مقتولین کی جو حق تلفی ہوئی اس کا کون ذمہ وار ہوگا۔
ابوبکر صاحب کا جملہ شعر مفتعل او سحر مفتری بھی قابل لحاظ ہو کہ وہ آنحضرت ؐ کے تسلط اور غلبہ کو
کفار پر کیا سمجھتے تھے کیونکہ تالیف قلب کا ذریعہ شعر مفتعل اور سحر مفتری کو جانتے ہیں جس پر یہ بھی بیان
کرتے ہیں ھیھات مضی النبی ؐ کہ اب تو نبی زندہ نہیں ہیں پھر یہ امر کس سے انجام پائے۔

(۸) بہر حال حضرت ابوبکر کی یہ تیز زبانی اور آتش مزاجی ایسی تھی کہ صرف حضرت عمر ہی نہیں نالان تھے بلکہ
بہت سے صحابہ نالاں رہے یہاں تک کہ جو لوگ عہد رسالت مآب میں عمال تھے اکثر اون میں سے ملازمت
سے دستکش ہوئے چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے فی الاستیعاب کان خالد یعنی ابن سعید واخوتہ
عمالا لرسول اللہ ؐ فرجعوا عن عمالتھم حین مات رسول اللہ ؐ فقال ابوبکر مالکم رجعتم عن
عمالتکم ما احد احق بالعمل من عمال رسول اللہ ؐ ارجعوا الی اعمالکم فقالوا نحن ابی احیحہ لا
نعمل لاحد بعد رسول اللہ ؐ ابدا فمضوا الی الشام فقتلوا اجمیعا ص ۳۷ یعنے خالد بن سعید وغیرہ رسول
کی طرف سے عامل مقرر تھے حضرت کی وفات کے بعد اونھوں نے چھوڑ دیا ابوبکر نے کہا کیوں چھوڑ دیا
تمسے بڑھکر کون مستحق ہے کہ تم لوگ رسول اللہ ؐ کے عمال سے ہو اپنے اپنے کام پر چلے جاؤ اونھوں نے
جواب دیا کہ ہم اولاد ابی احیحہ میں بعد رسول اللہ ؐ کسیکے لئے عمل نہ کریں گے۔

یہ خالد بن سعید سابقین اسلام سے ہیں بقول ضمرہ بن ربیعہ ابوبکر کے ساتھ مسلمان ہوئے جیسا کہ
استیعاب میں ہے ص ۱۵۴ اونہوں نے بھی ہجرت حبشہ کی تھی اور حضرت جعفر طیار کے ساتھ جنگ
خیبر کے وقت واپس آئے حضرت نے انکو صنعاء یمن کا والی کیا تھا۔ ان کے دوسرے بھائی ابان بحرین کے
حاکم تھے اور عمرو تیماء خیبر کے چھوٹے بھائی حکم تحصیل حکمت میں مشغول تھے۔

استیعاب میں اسکی وجہ نہیں لکھی کہ یہ لوگ کیوں مستعفی ہوئے مگر تاریخ کامل سے اسکا پتہ چلتا ہے
واقعات سنہ ۱۳ ہجری میں لکھتے ہیں قیل فی سنۃ ثلاث عشرۃ وجہ ابوبکر الجنود الی الشام
بعد عودہ من الحج فبعث خالد بن سعید بن العاص وقیل انما سیرہ لما سیر خالد بن
بن الولید الی العراق وکان اول لواء عقدہ الی الشام لواء خالد ثم عزلہ قبل ان یسیر
وکان سبب عزلہ انہ تربص ببیعۃ ابی بکر شہرین ولقی علی ابن ابیطالب وعثمان بن عفان
فقال یا ابا الحسن یا بنی عبد مناف اغلبتم علیها فقال علی المغالبۃ تری ام خلافۃ واما ابوبکر

اگرچہ یہ بحث مجلدات عبقات الانوار و تشئید المطاعن و استقصاء الافحام میں جس عنوان سے طے کیا گیا ہو کسی طرح اوسکا شمہ بھی نہیں ممکن ہے۔ مگر حال میں جو جزو دوم عبقات الانوار حدیث مدینہ بتہذیب و ترتیب جناب صدر المحققین ناصر الملۃ والدین دامت برکاتہ علی العالمین چھپا ہو اوس نے حد درجہ شکر گذار کیا ہو جس سے کچھ التقاط کر کے ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہو۔

(۱) صحیح مسلم میں ہو فضایل سلمان من کتاب الفضایل عن عایذ بن عمرو ان ابا سفیان علی سلمان و صہیب و بلال فی نفر فقالوا ما اخذت سیوف اللہ من عنق عدو اللہ ماخذھا قال فقال ابوبکر اتقولون ھذا لشیخ قریش و سیدھم فاتی النبیؐ فاخبرہ فقال یا ابابکر لعلک اغضبتھم لئن کنت اغضبتھم لقد اغضبت ربک فاتاھم ابوبکر فقال یا اخوتاہ اغضبتکم قالوا لا یغفر اللہ لک یا اخی۔ یعنی ایکروز ابوسفیان کا چند آدمیوں کے ساتھ حضرت سلمان و صہیب و بلال پر گذر ہوا۔ انھوں نے کہا کیا خداوند عالم کی تلواروں نے اس دشمن خدا کی گردن سے اپنا حق پورا نہیں کیا۔ ابوبکر نے کہا کیا تم لوگ یہ کلمہ شیخ قریش اور اوسکے سید کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ پھر آئے نبیؐ کے پاس اور خبر دی اس سے۔ پس کہا حضرت نے ای ابوبکر شاید تم نے اون لوگوں کو غضبناک کیا۔ اگر ایسا کیا تو اپنے خدا کو تو نے غضبناک کیا پس اون کے پاس ابوبکر آئے۔ اور کہا ای بھائیو۔ کیا میں نے تم کو غضبناک کیا۔ اونہوں نے کہا۔ نہ خدا بخشے تمکو ای بھائی۔ اس حدیث کے فوائد تو آئندہ مذکور ہونگے مگر اس قدر تو یقینی معلوم ہوا کہ ان کا دل ابوسفیان کی محبت اور عظمت سے کس درجہ مملو تھا کیونکہ اون لوگوں نے تو صورت دیکھتے ہی کہا تھا کیا خدا کی تلوار نے اس دشمن خدا کا فیصلہ نہیں کیا جسپر ابوبکر صاحب نے بے سوچے سمجھے اپنی قلبی حالت کو ظاہر کر دیا کہ کیا تم یہ کلمہ شیخ و سید قریش کی شان میں استعمال کرتے ہو؟۔ جس سے معلوم ہوا کہ کس درجہ اوس کی عظمت و محبت ان کے دل میں جاگزین تھی کہ ذرہ برابر صبر نہ کر سکے اور اپنے اوس ایمان کو ظاہر کر دیا جس کی بدولت صدیق اعظم کا خطاب پایا۔ کیا اس پر بھی کوئی اون کے ایمان کا دعوی کر سکتا ہو۔ کیونکہ خود خداوند عالم فرماتا ہو لا تجد قوما یومنون باللہ و الیوم الاخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ و یدخلھم جنات

اجازت مل جائے کہ آپ کے خلفا و صحابہ کے بارے میں یہ الفاظ کہا کریں۔

یہاں اسکا بھی خیال ضروری ہو کہ خلیفہ کے دل میں جناب رسالتمآب کی کیا وقعت تھی لفظ رسول اللہ سے نہیں یاد کرتے بلکہ اصحاب محمد کہتے ہیں جس کی غرض یہ ہو کہ اور بھی او نکی توہین اور تحقیر ہو کیونکہ اصحاب رسول اللہ تو وہاں کہا جاتا ہو جہاں تعظیم منظور ہوتی ہو۔

پھر اس سے بڑھ کر انکی تیز زبانی کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ مرتے وقت اسطرح کا کلمہ صحابہ کی شان میں کہہ رہے ہیں۔ نہیں بلکہ رسول اللہ کو نام سے یاد کرتے ہیں کہ عیاذاً باللہ اس طرح نام لینا اون کے خیال میں باعث مزید تذلیل ہو۔

اب اس بحث کو میں اس پر تمام کرتا ہوں کہ ابو بکر صاحب خود بھی اپنی اس تیز زبانی سے واقف تھے اور واقف تھے کہ ہم اس حدیث نبوی کے سراسر خلاف رفتار کرتے ہیں جسپر اکثر وہ اپنی زبان اینٹھا کرتے مگر خوئے بد در طبیعتے کہ نشست۔

ازالۃ الخفا میں ہو عن اسلم مولی عمر ان عمر اطلع علی ابی بکر وھو یمد لسانہ فقال ما تصنع یا خلیفہ رسول فقال ان ھذا اوردنی الموارد ان رسول اللہ قال لیس من الجسد الا وھو یشکو اذرب اللسان اخرجہ ابو یعلی ص ۳۵۔

یعنی ایکروز دیکھ لیا عمر نے ابو بکر کو کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے ہیں عرض کیا کیا کر رہے ہیں اے خلیفہ رسول اللہ تو جواب دیا اسی نے ہم کو ان سب مہلکوں میں ڈالا ہو۔ حضرت فرماتے ہیں بدن میں انسان کے کوئی عضو ایسا نہیں ہو جو اس کے تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ خود ابو بکر صاحب کو بھی اپنی تیز زبانی معلوم تھی اور اوس کے تیز زبان کی سزا بھی کرتے تھے۔ مگر اس قدر تیزی اوس کی بڑھ گئی تھی کہ سنبھالے نہیں سنبھلتی تھی۔ تو کیا اس کے بعد بھی تطبیق حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ لا میں کسیکو عذر ہوگا

یہاں تک تو لوگ زبان کا حال تھا کہ صحابہ اور اہل اسلام ان کی تیزی زبان سے محفوظ نہ تھے۔ اب سنئے اس کے برعکس ان کا معاملہ کفار کے ساتھ کیا تھا جس سے اس کا بھی پتہ چل جائیگا کہ نور ایمان نے کہاں تک ان کے دلمیں جگہہ پایا تھا اور کفر و نفاق کا کس قدر اثر تھا کیونکہ زبان ہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندرونی حالت کی کاشف ہوتی ہو۔

کاتب الصحیفہ وہم دریں سفر با مرتضیٰ معاملہ منتظر الخلافہ بجا آوردند: اخرج النسائی و الحاکم و اللفظ للنسائی عن علی رضی اللہ عنہ قال جاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم اناس من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاءک وان من عبیدنا قد اتوک لیس لهم رغبة فی الدین ولا رغبة فی الفقه انما فروا من ضیاعنا واموالنا فاردوهم الینا فقال لابی بکر ما تقول فقال صدقوا انهم لجیرانک و حلفاءک فتغیر وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال لعمر ما تقول قال صدقوا انهم لجیرانک و حلفاءک فتغیر وجه النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم قال یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم قد امتحن اللہ قلبه للایمان و لیضربنکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابو بکر انا هو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا هو یا رسول اللہ قال لا ولکن ذلک الذی یخصف النعل و قد کان اعطی علیا نعله یخصفها ص ۲۵۶

یہ مضمون مسند امام احمد بن حنبل۔ خصائص نسائی۔ مستدرک امام حاکم کنز العمال ملا علی متقی میں تین طرق سے مروی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس سفر میں جناب امیرؑ کے ساتھ وہ معاملہ کیا جس سے منتظر الخلافۃ ہونا آپ کا ظاہر ہے کہ کچھ قریش سے آنحضرتؐ کے پاس آئے اور کہا ای محمد ہم تمہارے ہم جوار ہیں اور حلیف تمہارے۔ کچھ لوگ ہماری غلاموں سے تمہارے پاس آئے ہیں جنکو نہ دین میں رغبت ہے نہ فقہ میں بلکہ وہ ہمارے کھیتوں اور مالوں سے بھاگ کر آئے ہیں۔ پس تم پھیر دو اونکو۔ حضرت نے ابو بکر سے کہا کیا کہتے ہو۔ اونہوں نے کہا سچ کہتے ہیں یہ قریش کہ آپ کے ہم جوار اور حلیف ہیں پس متغیر ہوا چہرہ رسول اللہ کا اور کہا عمر سے تم کیا کہتے ہو انہوں نے بھی کہا کہ قریش سچ کہتے ہیں وہ آپ کے ہم جوار اور حلیف ہیں پس متغیر ہوا چہرہ رسول اللہ کا اور کہا اے قریش قسم خدا کی تمپر برانگیختہ کرے گا خدا اوس شخص کو تم سے جس کے قلب کا اوس نے امتحان کیا ہو واسطے ایمان کے اور مارنگا تم لوگوں کو دین پر یا مارنگا بعض کو تم سے کہا ابو بکر نے یا رسول اللہ کیا وہ شخص ہم ہوں گے۔ کہا نہیں۔ عمر نے کہا کیا ہم ہیں حضرت نے فرمایا کہ نہیں لیکن وہ شخص ہے جو نعل درست کر رہا ہے اور دیا تھا اس کے قبل علی کو نعل کہ درست کریں اوسے۔

اس حدیث سے تو غالبا اہل سنتہ کی روح خوش ہو جائے گی کیونکہ اون کے خلیفہ اول اپنی صدیقیت کا کیسا بین ثبوت دے رہے ہیں کہ آنحضرت کے روبرو کفار و مشرکین قریش کی تصدیق

تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ اولئک حزب اللہ الا ان حزب اللہ ھم المفلحون تم نہ پاوگے اون لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں خدا اور یوم آخر کے ساتھ۔ کہ دوستی رکھتے ہوں اون لوگوں سے جو دشمن رکھتے ہوں خدا اور اوس کے رسول کو اگرچہ وہ ان کے باپ ہوں یا اون کے بیٹے یا اون کے بھائی یا اون کے قوم و قبیلہ۔ یہی وہ لوگ سچے مسلمان ہیں جن کے دلوں کے اندر خدا نے نقش کر دیا ہے ایمان کو اور اون کی مدد کی ہے اپنی روح (تائید غیبی) سے اور داخل کرے گا اون کو اون جنتوں میں کہ جاری ہوتی ہیں اوس کے نیچے سے نہریں۔ ہمیشہ رہیں گے اوس میں۔ راضی ہوا اللہ اون سے اور راضی ہوئے وہ لوگ اوس سے۔ یہی لوگ گروہ ہیں خدا کے۔ آگاہ ہو کہ خدا کا گروہ ہمیشہ رستگار ہوگا۔

اب اہل سنت اگر خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہوں تو ایمان سے کہیں ابوبکر صاحب کی یہ محبت اور طرفداری اوس کافر کی اونکو ایمان سے خارج کرتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کے بعد رضی اللہ کا جملہ اون کی شان میں استعمال ہو سکتا ہے؟ کیا اس سے کبھی خدا خوش ہوگا۔

اس حدیث کا یہ جملہ بھی قابل غور ہے فاتی النبی فاخبرہ یعنے کہنے کو تو وہاں کہہ گئے کہ یہ شیخ و سردار قریش ہے مگر فوراً دوڑے ہوئے حضرت کے پاس آئے کہ کہیں ایسا نہ ہو وہ لوگ اگر کہیں اور ہمارا نفاق کھل جائے۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ مگر وہ لوگ تو انکی اصلی حالت سے واقف تھے وہ ایسے خفیف الوضع کیونکر ہو سکتے تھے کہ فوراً دوڑے آتے اور کہتے یا حضرت بڑے میاں یہ کہہ رہے ہیں۔ یہ اوصاف تو خاص انہیں لوگوں کے تھے کہ پیٹ میں پانی کسیطرح نہیں پچتا۔

ملا علی قاری شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں لئن اغضبتھم حیث انھم مومنون محبون محبوبون للہ تعالیٰ یعنی اون لوگوں کے غضبناک ہونے کی یہ وجہ ہے کہ چونکہ وہ سب مومن تھے اور محب تھے اور محبوب تھے خدا کے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کافر دشمن خدا کی تعریف سے ناراض ہوں اور غضبناک لقد اغضبت ربک ای حیث راعیت جانب الکافر بربہ خدا کو تو نے اس وجہ سے ناراض کیا اے ابوبکر کہ کافر کی حمایت کی اور اوسکی طرفداری کی۔

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب ازالۃ الخفا میں لکھتے ہیں بذیل ذکر مآثر جناب امیر المومنین علیہ السلام واز انجملہ انکہ در بیعت رضوان حاضر بودہ و نامہ صلح بدست او مکتوب شد قال ابن اسحق و کان ھو

جس سے شاہ ولی اللہ صاحب ایسے متعصب شخص پر بھی اس کا کچھ اثر نہ ہوا مگر جو سمجھدار تھے یا کچھ غیرت رکھتے تھے وہ اس کی خرابی کو سمجھ گئے اور وہیں سے اس کی کتر بیونت شروع کر دی۔ چنانچہ پہلی کارروائی یہ کی گئی کہ وہ جملہ اس حدیث سے نکال دیا گیا جو شیخین نے بتصدیق کفار مشرکین رسول اللہ کے روبرو کہا تھا جس پر حضرت کو غیظ و غضب آیا چنانچہ صحیح ترمذی میں ہے حدثنا سفیان بن وکیع نا ابی عن شریک عن منصور عن ربعی بن حراش قال نا علی بن ابی طالب بالرحبۃ فقال لما کان یوم الحدیبیۃ خرج الینا ناس من المشرکین فیہم سہیل بن عمرو واناس من رؤساء المشرکین فقالوا یا رسول اللہ خرج الیک ناس من ابنائنا واخواننا وارقائنا ولیس لہم فقہ فی الدین وانما خرجوا فرارا من اموالنا وضیاعنا فارددہم الینا فان لم یکن لہم فقہ فی الدین سنفقہہم فقال النبی ص یا معشر قریش لتنتہن او لیبعثن اللہ علیکم من یضرب رقابکم بالسیف علی الدین قد امتحن اللہ قلبہ علی الایمان قالوا من ہو یا رسول اللہ فقال لہ ابو بکر من ہو یا رسول اللہ وقال عمر من ہو یا رسول اللہ قال ہو خاصف النعل وکان اعطی علیا نعلہ یخصفہا قال ثم التفت الینا علی فقال ان رسول اللہ قال من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار ہذا حدیث حسن صحیح غریب لا نعرفہ الا من ہذا الوجہ من حدیث ربعی عن علی۔

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو سابق روایت کا تھا فرق اس قدر ہے کہ ابو بکر اور عمر صاحب کا وہ قول نکال دیا گیا جو بتصدیق مشرکین قریش اس مضمون سے کہا تھا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں مگر حضرت کا جواب وہی ہے جو پہلی حدیث میں تھا کہ خدا تم پر ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو دین پر تم کو قتل کرے گا جس پر ابو بکر صاحب نے اور عمر صاحب نے بھی بمزید حیاداری وہی سوال کیا کہ وہ شخص کون ہے گا؟ حضرت نے فرمایا جو میری نعلین میں پیوند لگا رہا ہے اور دیا تھا حضرت علی کو نعل کہ پیوند لگائیں۔
جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ابو بکر و عمر صاحبان کا کلام جو بتصدیق کفار تھا نہایت رذالت و بیہودگی کے چہرہ پیدا کرتا تھا اسلئے ترمذی صاحب کو بجز اس کے کچھ چارہ نہ ہوا کہ اوس جملہ کو

کرتے ہیں اور طرفداری اور نہایت خوشی سے اسکی رائے دے رہے ہیں کہ جو لوگ اسلام لاچکے ہیں اور قید غلامی سے آزاد ہو چکے ہیں۔ وہ پھر کفار قریش کے حوالہ کردئے جائیں کہ وہ اونکو اپنا غلام بنائے رہیں اور کافر کہیں جب پھر حضرت کا چہرہ متغیر ہوا جو خاص علامت ناراضی تھی تب آپ نے عمر سے رائے لی کہ تم کیا کہتے ہو وہ بھلا خلیفہ اول کی کب مخالفت کرسکتے تھے لہذا بے دھڑک انھوں نے بھی وہی کہا جو ابوبکر صاحب کہہ چکے تھے کہ کفار سچے ہیں حالانکہ دیکھ چکے تھے کہ حضرت کا چہرہ اس کلام سے ابوبکر کے متغیر ہوچکا ہے۔

یہاں تک تو چنداں جائے تعجب نہیں کیونکہ ہر شخص کی رائے جدا ہوتی ہے۔ ہر شخص کا خیال علحدہ ہوتا ہے۔ حضرت کفار کو ناحق اور جھوٹھا سمجھتے تھے۔ شیخین اونکو حق پر اور سچا مانتے تھے حضرت اشاعت اسلام اور غلاموں کی آزادی کے طرفدار تھے شیخین اشاعت کفر اور غلامی کو زیادہ دوست رکھتے تھے جسکے لیے اونکو حضرت کے غیظ و غضب یا چہرہ کے تغیر کی بھی پروا نہ تھی مگر تعجب اسپر ہے کہ جب حضرت نے شیخین کے کلام اور مشورہ سے ناراض ہوکر بقسم فرمایا کہ خدا ایسے شخص کو تمپر مبعوث کریگا جو اسی دین کے لئے تم کو قتل کریگا تو کس حیا اور غیرت سے پہلے پہلے صاحب نے کہا کیا ہم ہیں یارسول اللہ حضرت نے فرمایا نہیں تب پھر وہی دوسرے صاحب متمنی ہوئے جس پر پھر حضرت نے فرمایا نہیں۔

ہم جہاں تک سمجھتے ہیں موجودہ مسلمانوں ہیں بلکہ انسانوں میں ایسی حیا کسی میں نہ ہوگی کہ اپنے اوستاد یا ولی نعمت کو کسی بات پر غضبناک کرکے ایسے امر پر جو برخلاف اس کے دوسرے کسی کے لئے ہو اپنے بارہمیں دریافت کریں کہ کیا وہ شخص ہم ہوں گے کیونکہ عام طور پر تو یہی دیکھا جاتا ہے اگر کوئی رئیس یا اوستاد اپنے غلام یا شاگردوں پر ناراض ہوتا ہے اور کسی عمدہ صفت کی دوسرے کیلئے ثنا و صفت کرتا ہے تو پہلا مجرم شرم و حیا سے ساکت ہوتا ہے اور شرمندہ مگر یہ صفت بھی خاص شیخین کی تھی کہ باوصفیکہ حضرت کو ناراض کرچکے ہیں مگر جب حضرت دوسرے شخص کی توصیف کرنے لگے تو یہ لوگ ازراہ کمال غیرت پوچھنے لگے کہ کیا ہم ہوں گے جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مقصود اس کا بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ حضرت کو اور رنجیدہ کریں۔

اس حدیث سے جس درجہ کا ایمان اور غیرت و حیا شیخین ثابت ہوتا ہے وہ محتاج بیان نہیں

شارحین کے اقوال یہاں لکھتا ہون کہ جس سے میرے بیان کی تصدیق ظاہر ہو اور یہ
بھی معلوم ہو کہ تحریف کا نتیجہ ہمیشہ بد ہوتا ہے۔
(۱) علامہ فضل بن حسن توریشتی میسر شرح مصابیح میں لکھتے ہیں وانما غضب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لانہم دعا رضوا حکم الشرع فیہم بالظن والتخمین وشہدوا
لاولیائہم المشرکین بما ادعوہ انہم خرجوا من الرق لارغبۃ فی الاسلام و
کان حکم الشرع فیہم انہم صاروا بخروجہم عن دار الحرب مستعصمین بعروۃ
الاسلام احرارا فکان معاونتہم لاولیائہم تعاونا علی العدوان کہ حضرت کی غضبناکی
(جو اس حدیث میں مرقوم ہے فغضب رسول اللہ) کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگون نے (جنکا
نام چھپا دیا گیا ہے یعنی شیخین نے) حکم شرع کو رد کر دیا محض گمان اور تخمین سے اور گواہی
دی اپنے اولیا کے لئے جو مشرکین سے تھے اون کے اس دعوے میں کہ اونہون نے ان
مسلمانون کی نکلنے کے یہ وجہ بیان کی کہ وہ سب صرف غلامی سے نکلنے کے لئے آئے ہیں
نہ اس غرض سے کہ اسلام میں اون کو رغبت ہو حالانکہ حکم شرع ان میں یہ تھا کہ جب یہ
اظہار اسلام وہ دار الحرب سے خارج ہوئے تو آزاد ہیں لہذا جن لوگون نے انکو اتباع
مالکون کی تائید کی وہ سب معاونین عدوان میں داخل ہوئے۔
اس شرح نے نہایت وضاحت سے بتا دیا کہ رسول اللہ ان پر غضبناک ہوئے اور انہون
نے حکم شرع کو رد کر دیا اپنے گمان اور تخمین سے اور انہون نے شہادت دی اپنے
اولیا و مشرکین کے لئے اور یہ لوگ معاون ظلم و عدوان تھے اس سے بڑھ کر
ان کے نفاق کی دلیل کیا ہو سکتی ہے۔
(۲) علامہ خلخالی شرح مصابیح میں لکھتے ہیں قولہ دد ہم الیہم امر مخاطب فغضب
رسول اللہ علیہ السلام لانہم عارضوا حکم الشرع فیہم بالظن والتخمین وشہدوا
لاولیائہم المشرکین بما ادعوا انہم خرجوا ہربا من الرق لا رغبۃ فی الاسلام وکان
حکم الشرع فیہم انہم صاروا بخروجہم من دار الحرب مستعصمین بعروۃ الاسلام
احرارا فکان معاونتہم لاولیائہم تعاونا علی العدوان قولہ ما اراکم تنتہون النفی

نکال دیں کہ کسی طرح شیخین سے یہ الزام رفع ہو مگر یہ ایسی کارروائی تھی کہ اصل حدیث خارت ہوئی جاتی ہے کیونکہ جو کلام اپنے بمقابلہ شیخین فرمایا تھا اس صورت میں وہ کلام بمقابلہ کفار و مشرکین ہوا جاتا ہے جو کسیطرح چسپاں نہیں کیونکہ وہ تو کافر تھے اون سے جنگ ہی ہو رہی تھی پھر اون سے اس قسم کا تخاطب کیونکر ہو سکتا ہے۔

لہذا تیسری ترکیب کی گئی کہ فقال ابوبکر صدقوا اور قال عمر صدقوا کو نکال ڈالا اور اوسکی جگہ پر فقال اناس صدقوا یا رسول اللہ رُدّھم الیھم لکھ دیا جسکے معنی یہ ہوے کہ کچھ لوگوں نے کہا (بلا تعیین نام) سچ کہا یا رسول اللہ انھون نے پھیر دیجیے ان لوگون پر ان کو جس سے قول کفار کی تصدیق تو ثابت ہوئی مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کہنے والا اس کا کون تھا۔

اس آخری ترکیب والی روایت ایسی مقبول ہوی کہ سنن ابوداود۔ مستدرک امام حاکم۔ مصابیح بغوی۔ مشکوٰۃ ولی الدین خطیب سب میں اسی مضمون کی روایت درج کی گئی چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی یہ روایت ہے۔

وعن علی قال خرج عبدان الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یوم الحدیبیۃ قبل الصلح فکتب الیہ موالیھم قالوا یا محمد واللہ ما خرجوا الیک رغبۃ فی دینک وانما خرجوا ھربا من الرق فقال ناس صدقوا یا رسول اللہ رُدّھم الیھم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ما اراکم تنتھون یا معشر قریش حتی یبعث اللہ علیکم من یضرب رقابکم علی ھذا وابی ان یردھم وقال ھم عتقاء اللہ رواہ ابوداود

ان بزرگوارون نے اگرچہ یہ کارروائی اس غرض سے کی تھی کہ شیخین کا راز فاش نہ ہو۔ انکا میلان کفر کی طرف اور مشرکین کی تصدیق اگرچہ رسول اللہ کو رنج پہونچے کسی پر ظاہر نہ ہو مگر افسوس کہ نتیجہ اس کا نہایت بد نکلا کیونکہ شارحین نے یہان ایسی ایسی تشکوفیان کی ہیں کہ اگر شیخین کا نام ظاہر کیا جاتا تو اس کا عشر عشیر بھی نہ ظاہر ہوتا بلکہ تاویل در تاویل کر دی جاتی۔ کیا خوب کہا ہے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔

اگرچہ اختصار کا خیال ہمارے قلم کو روک رہا ہے مگر حدیث رسول کی شرح ہے لہذا چند

احرارا فکان معاونتہم لاولیائھم تعاونا علی العدوان۔
اس قول ما اراکم میں تہدید عظیم ہے اون کے لئے کیونکہ حضرت اپنے علم کی نفی کر رہے ہیں
اون کے باز آنے سے اور ارادہ کیا اوس کے ملزوم کو جو انتہا ہے یعنی ہم جانتے ہیں کہ تم نہ
آؤگے اور فرمایا کہ ہم عتقاء اللہ عطف ہے حضرت کے قول ما اراکم پر اور جملہ ابیٰ ان یردہم
جملہ معترضہ ہے۔ قول راوی بغرض تاکید کہا تورپشتی نے کہ حضرت کا غضب اس وجہ سے تھا کہ
ان لوگون نے صریح حکم خدا اور رسول کا معارضہ کیا کہ اپنے مشرک دوستون کے قول کی تصدیق
کی اور چاہا کہ ان مسلمانون کو پھر غلام اور کافر ہوجانے دیں حالانکہ وہ سب آزاد ہوچکے تھے

اور ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

(۵) وعن علی رضی اللہ عنہ قال خرج عبدان بکسر العین المہملۃ وسکون
الموحدۃ وفی نسخۃ عبدان بکسرھما وتشدید الدال جمع عبد قال الطیبی وقد روی
ھذا الحدیث بالصیغتین الاولیین الی رسول اللہ صلعم یعنی یوم الحدیبیۃ
بتخفیف الیاء الثانیۃ وبتشدید قبل الصلح فکتب الیہ ای الی النبی صلی اللہ علیہ
وسلم موالیہم ای سیادھم ومعتقوھم قالوا یا محمد واللہ ما خرجوا الیک رغبۃ
فی دینک وانما خرجوا ھربا بفتحتین ای خلاصا من الرق ای من العبودیۃ او
اثرھا وھو الولاء فقال اناس ای جمع من الصحابۃ صدقوا ای الکفار یا رسول اللہ
ردھم ای عبیدھم الیہم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال التورپشتی
وانما غضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لانھم عارضوا حکم الشرع فیہم بالظن
والتخمین وشہدوا لاولیائہم المشرکین لما ادعوا انھم خرجوا ھربا من الرق لا
رغبۃ فی الاسلام وکان حکم الشرع فیہم انھم صاروا بخروجہم من دار الحرب
مستعصمین بعروۃ الاسلام احرارا لا یجوز ردھم الیہم فکان معاونتہم
لاولیائہم تعاونا علی العدوان وقال وفی نسخۃ فقال ما اراکم بضم الھمزۃ ای ما
اظنکم وفی نسخۃ بفتحہا ای ما اعلمکم تنتھون ای عن العصبیۃ او عن مثل ھذا
الحکم وھو الرد یا معشر قریش حتی یبعث اللہ علیکم من یضرب رقابکم علی ھذا ای

وان دخل على اراکم ظاهرا لکنه بالحقیقة بنفی الانتهاء ای اراکم ما تنتهون من تعصب اهل مکة حتی یبعث الله علیکم من یضرب رقابکم على هذا ای على هذا الحکم و ابی ان یردهم ای و ابی النبی صلی الله وسلم ان یرد العبد ان

یعنی حدیث میں جو لفظ ہے ھم الیه صیغه مرجع حاضر ہے کہ اونھوں نے حضرت کو حکم دیا آیا ان لوگون کو واپس کردیں اور غضب رسول الله ص کی یہ وجہ ہے کہ اونھوں نے معارضہ کیا حکم شرع کا اپنے ظن و تخمین سے اور اپنے اون دوستون یا آقاوں کی تصدیق کی جو مشرک تھے اور اس کے مدعی تھے کہ بوجہ خوف غلامی کے فرار کرکے آئے ہیں نہ از راہ رغبت فی الاسلام حالانکہ شرع شریف کا حکم ان کے بارے میں یہ تھا کہ جب وہ دار الحرب سے خارج ہون اور ریسمان اسلام سے متمسک ہون تو وہ سب آزاد ہو گئے۔ تو اب جو ان لوگوں نے مشرکین کی تائید کی اپنے بت پرست دوستوں کی تو یہ تعاون علی العدوان میں داخل ہو (یعنی کفر و معصیت کی امداد ہے) اور یہ جو حضرت نے فرمایا ما اراکم تنتہون پس اگرچہ حرف نفی لفظ اراکم پر داخل ہو مگر مراد یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں تم باز نہیں آتے یا ہماری نہی کو نہیں مانتے در بارۂ تعصب اہل مکہ حتی یبعث الله یعنی تم اوس وقت تک باز نہ آوگے تعصب اہل مکہ سے کہ خدا تم پر مبعوث کرے ایسے شخص کو جو اس حکم کے مخالفت کی وجہ سے تمکو قتل کرے اس کے بعد حضرت نے اون کے سوال کو رد کیا اور غلامون کو اون کے حوالہ نہ کیا اور علامہ طیبی کاشف شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں

(م) قوله ما اراکم تنتهون فیه تهدید عظیم حیث نفى العلم بانتهائهم واراد ملزومه وهو انتهاؤهم کقوله تعالى اتنبئون الله بما لا یعلم ای بما لا ثبوت له ولو علم الله متعلق به و قوله وقال هم عتقاء الله عطف على قوله فقال ما اراکم و قوله وابی ان یردهم من قول الراوی معترض بینهما على سبیل التاکید تو وانما غضب رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لانهم عارضوا حکم الشرع فیهم بالظن والتخمین وشهدوا لاولیائهم المشرکین بما ادعوه انهم خرجوا هربا من الرق لا رغبة فی الاسلام وکان حکم الشرع فیهم انهم صاروا احرارا بخروجهم من دار الحرب مستعصمین بعروة الاسلام

نے صریح حکم شرع کا معارضہ کیا (۴) اپنے گمان اور رائے سے (۵) حالانکہ حکم شرع سے وہ سب آزاد تھے (۶) مگر انھوں نے بتعصب اہل مکہ اون کو پھر غلام بنانے کی رائے دی (۷) حضرت ان پر غضبناک ہوئے (۸) اور وہ کلمہ فرمایا جس میں تہدید عظیم ہے (۹) حضرت اپنے علم کی نفی کرتے ہیں اس سے کہ آیندہ بھی وہ کہیں الٹے حکم سے باز رہیں (۱۰) جب تک خدا کسی کو نہ بھیجے جو ان سب کی گردن مارے۔

پس نص صریح معلوم ہوا کہ شیخین طرفدار ہی کفار سے مدت العمر باز نہ آئے کیونکہ اگر حضرت علیؑ کی خلافت کو وہ مانتے ہیں تو بعد شیخین لیتر(؟) وقت تیسا یہ حضرت خلیفہ نہ ہوئے وہ لوگ کفار کے طرفدار بنے رہے۔

بہرحال مقصود اصلی ہمارا بخوبی ثابت ہوا کہ خلفاء مسلمانوں پر تو تشدد کرتے تھے کہیں صحابہ کو گالی دیتے تھے کہیں ہاتھ سے اونکو ایذا پہونچاتے اور برخلاف اس کے کفار و مشرکین کے طرفدار و حامی و مددگار رہتے تھے۔

حدیث نجوی اور حذف نام

جو ترکیب اخفائے نام کی رسم اہل حدیث نے بیان کی ہو کوئی امر جدید نہیں ہے بلکہ بہت سی روایتوں میں یہی کارروائی کی ہو کہ نام کو حذف کر دیا تاکہ معلوم نہو یہ واقعہ کس سے متعلق ہو مگر جب کچھ مزید تحقیقات سے کام لیا گیا تو حقیقت اوس کی کہل گئی چنانچہ حدیث نجوی مشکوۃ میں اسطرح پر ہے مع شرح ملا علی قاری ملاحظہ ہو فصل ۲ کتاب المناقب عن جابر قال دعا رسول اللہ علیا یوم الطائف قال لما دہای یوم ارسل النبی علیا الی الطائف فانتجاہ من باب الافتعال من النجوی ای فسادہ فقال الناس ای المنافقون او عوام الصحابہ لقد طال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ ما انتجیتہ ای ما خصصتہ بالنجوا ولکن اللہ انتجاہ انتہٰی یعنی جابر سے روایت ہو کہ آنحضرت نے بلایا حضرت علی کو یعنی جس روز کہ آپکو بہیجا ہے طرف طایف کے پس دیرتک سرگوشی کی یعنی راز کی باتیں کہیں فقال الناس ای المنافقون او عوام الصحابہ پس کہا لوگوں نے یہ فقرہ اصل حدیث کا ہے۔ شارح کہتے ہیں کہ مراد اس سے منافقین ہیں یا عوام صحابہ

علی ما ذکر من التعصب او الحکم بالرد قال الطیبی فیہ تہدید عظیم حیث نفی العلم بانتہائہم واراد ملزومہ وھو انتہاؤھم کقولہ تعالیٰ اتنبئون اللہ بما لا یعلم ای بما لا ثبوت لہ ولا علم اللہ متعلق بہ وابی ان یردھم وقال انہم عتقاء اللہ قال الطیبی ھذا عطف علی قولہ وقال ما اراکم وما بینہما قول الراوی معترض علی سبیل التاکید رواہ ابو داود

ترجمہ عبدان بکسر عین وضم دونو آیا ہو جمع عبد ہے۔ یہ غلام لوگ آئے تھے رسول اللہ صلعم کے پاس قبل تحریر صلحنامہ یہ روز حدیبیہ یس اون کے آقاؤن نے حضرت کو خط لکھا کہ اے محمدؐ یہ لوگ اسوجہ سے تمہارے پاس نہیں گئے ہیں کہ اون کو رغبت ہو طرف دین اسلام کے بلکہ یہ ہماری غلامی سے بھاگے ہیں یا اوس اثر سے جو بوجہ آزادی ہمارے حقوق انپر تھے فقال ناس ای جمع من الصحابہ یعنی ناس سے مراد ایک گروہ صحابہ ہے جنھوں نے قول کفار و مشرکین کی تصدیق کی اور حضرت کے غضب کی وجہ یہی ہے جو سابقاً مذکور ہوئی کہ اونہوں نے کفار کے قول کی تصدیق کی اور چاہا کہ پھر وہ غلام ہوجائیں یا قبضہ مشرکین میں چلے جائین حالانکہ وہ سب بوجہ خروج کے دار الحرب سے مسلمان اور آزاد ہوچکے تھے تو ان صحابہ کی یہ تائید جو کفار کے قول کی تصدیق کی داخل ہوئے امداد عدوان مین اور یہ جو حضرت نے فرمایا ما اراکم مراد یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں ہم نہیں گمان کرتے یا نہیں جانتے کہ تم اس تعصب اور معصیت سے ایسے حکم کے باز آوگے یعنی تم ہمیشہ اسیطرح چاہوگے کہ وہ سب پھیر جائین۔ قولہ یا معشر قریش سے یعنے ہم گمان کرتے ہیں اے گروہ قریش کہ تم ایسے حکم سے یا اس قسم کے تعصب سے باز نہ آوگے۔ کہا طیبی نے کہ اس میں تہدید عظیم ہے اون لوگون کے لئے کہ حضرت نفی علم فرماتے ہیں یعنے ہمکو تمہارے باز آنیکا ایسے حکم سے علم ہی نہیں جانتے یعنی نہیں کہ تم کبھی باز آوگے۔

ان عبارتون سے شارحین عظام کے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چونکہ شیخین کا نام اصل حدیث سے نکال دیا گیا ہے اسوجہ سے اونہون نے نہایت صفائی سے بتادیا کہ یہ صحابہ کون کون امور کے مرتکب ہوئے (۱) قول کفار کی تصدیق کی (۲) مشرکین کو اون کا مولی کہا (۳) ان کو کفار

محبت اہل بیت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تعظیم و توقیر ایشان و ہمچنین تعظیم و توقیر ازواج
آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یکے از واجبات اسلام است و درین باب خلافے نیست و موتور درینجا تمامیست
یا زوجیہ یا از اہل بیت آن حضرت بودن عرفا ہر چند بجہت قرابت نباشد مانند اسامہ
بخصوص حضرت مرتضی و لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از ایذا حضرت عباس منع فرمودند
و باکرام او امر کردند عن عبد المطلب بن ربیعہ ان العباس دخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مغضبا و انا عندہ فقال ما اغضبک قال یا رسول اللہ ما لنا و لقریش اذا تلاقوا بینہم تلاقوا بوجوہ
مبشرۃ و اذا لقونا لقونا بغیر ذلک فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمر وجہہ ثم قال والذی
نفسی بیدہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبکم للہ و لرسولہ ثم قال یا ایہا الناس من اذی عمی
فقد اذانی فانما عم الرجل صنو ابیہ و در حدیث اذ ما شعرت یا ابن الخطاب ان عم الرجل صنو ابیہ
در بخاری مذکور است صفحہ ۲۴۴ قرۃ العینین۔

شاہ صاحب کی یہ تقریر بجواب محقق طوسی علیہ الرحمہ ہے جنہوں نے تجرید میں افضلیت جناب
امیر علیہ السلام پر چار پانچ سطریں لکھی تھیں۔ اوسی قول کی پہلے شرح کی کہ بوجوب محبتہ سے اشارہ ہے
اس طرف کہ آیہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی سے جناب امیر علیہ السلام کی محبت تمامی اہل
اسلام پر واجب ہے اور حدیث حب علی آیۃ الایمان و بغض علی آیۃ النفاق سے مسلمانوں کے
ایمان و نفاق کی یہ علامت ہے کہ اگر مومن ہے تو علی سے یہ محبت رکھیگا اور اگر منافق ہے تو
دشمنی کرے گا۔

اس کے جواب میں شاہ صاحب نے اس محبت کو تقسیم کر دیا ازواج پر بھی اور تمامی بنی
ہاشم پر بھی بلکہ غلاموں پر بھی جس کی غرض یہ ہے کہ یہ فضیلت کچھ حضرت علی ہی کی نہیں ہے بلکہ ازواج و
تمامی بنی ہاشم و موالی ہمیں حصہ دار ہیں مگر ان امور پر یہاں بحث نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے۔ ترجمہ حدیث
حضرت عباس خدمت رسول میں داخل ہوئے درحالیکہ غضبناک تھے رسول اللہ صلعم نے
پوچھا کیا باعث ہے تمہارے غضب کا عرض کیا یا رسول اللہ کیا باعث ہے کہ قریش جب باہم
ملاقات کرتے ہیں تو چہرے اون کے خوش اور مسرور ہوتے ہیں اور جب ہم سے ملاقات
کرتے ہیں تو اون کا چہرہ ویسا نہیں ہوتا اس پر آنحضرت بھی غضبناک ہوئے اور چہرہ آپکا

کہ آج تم بڑی دیر تک راز کی باتیں کرتے رہے اینو ابن عم سے حضرت نے اون کے جواب میں فرمایا ما انتجیتہ یعنی خود ہم اپنے دل سے راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے اونکو مخصوص کیا سا تھ راز داری کے۔

اس حدیث اور اسکی شرح سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ اس گفتگو پر اعتراض کرنیوالے منافق تھے یا عوام صحابہ مگر یہ نہ معلوم ہوا وہ منافق کون اشخص تھے۔ کنز العمال کی حدیث نے اس راز کو کھول دیا کیونکہ اوس کی حدیث حسب ذیل ہے۔

عن جندب بن ناجیہ او ناجیہ بن جندب لما کان یوم غزوۃ الطایف قام النبی صلعم مع علی ملیا ثم مر فقال لہ ابوبکر یا رسول اللہ لقد طالت مناجاتک منذ الیوم فقال ما انا انتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ طب یعنی رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔

یعنی جندب بن ناجیہ یا ناجیہ بن جندب سے روایت ہے کہ بروز غزوہ طایف آن حضرت دیر تک سرگوشی کرتے رہے حضرت علی سے پھر وہاں سے چلے گئے تو ابوبکر نے کہا یا حضرت آج تو بڑی دیر تک آپ سرگوشی کرتے رہے۔ حضرت نے فرمایا یہ فعل ہمارا نہیں ہے بلکہ خدا اون سے مناجات کرتا تھا۔

اب روایت مشکوٰۃ اور اوس کی شرح اور اس حدیث کے ملانے سے صاف کھل گیا کہ وہ منافق کون تھا جس نے اس سرگوشی پر اعتراض کیا۔ حضرت ابوبکر

اسی قسم سے یہ روایت ہے کہ اکثر کتب اہل سنت میں موجود ہے کہ قریش باہم خوش ہو کر جب ملتے تھے تو خوش خوش باتیں کرتے تھے مگر جب بنی ہاشم سے کوئی آجاتا تو سب کا چہرہ بدل جاتا اور نہ چاہتے کہ وہ ان باتوں میں شریک ہوں۔ اس حدیث سے بھی چونکہ نام نکال دیا گیا تھا اسلئے معلوم نہ ہو سکتا تھا وہ کون اشخاص ایسے تھے لیکن خود دوسری روایتوں نے اہل سنت کے کھول دیا کہ یہ قریش حضرت عمر تھے چنانچہ دونوں قسم کی روایت کے ناقل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ہیں جو قرۃ العینین میں لکھتے ہیں۔

قولہ بوجوب المحبۃ اشارہ میکنند بآیۃ لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ وحدیث حب علی آیۃ الایمان وبغض علی آیۃ النفاق وحدیث انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم باید دانست

عکرمہ جاء عتبۃ بن ربیعہ وشیبۃ بن ربیعہ ومطعم بن عدی والحارث بن نوفل وقرظۃ بن عبد و
عمرو بن نوفل فی اشراف من بنی عبد مناف من اہل الکفر الی ابیطالب فقالوا یا ابا طالب
لو ان ابن اخیک محمدا طرد عنہ موالینا وخلفاءنا فانما ہم عبیدنا وعسفاؤنا کان اعظم فی صدورنا
واطوع لہ عندنا وادنی لاتباعنا وتصدیقنا لہ فاتی ابوطالب النبی فحدثہ بالذی کلموہ فقال عمر
بن الخطاب لو فعلت ذلک حین تنظر ما الذی یریدون والی ما یصیرون من قولہم فانزل ہذہ
الآیۃ فلما نزلت اقبل عمر بن الخطاب فاعتذر من مقالتہ انتہی یعنی کچھ لوگ اشراف قریش
اولاد عبد مناف سے حضرت ابو طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر برادر زادہ تمہارا
یعنی حضرت رسول اپنے پاس سے اون لوگون کو جو ہمارے موالی اور عبید سے ہیں نکال
دیں تو اون کی وقعت ہم لوگون میں زیادہ ہو اور عظمت اون کی زیادہ دلون میں راسخ
ہو اور ہم لوگون کو متابعت کرنے میں چندان مضایقہ نہ ہے حضرت ابوطالب نے یہ
خواہش اون کی جناب رسالت مآب سے ظاہر کی عمر نے رائے دی کہ بہتر ہوتا جو آپ
ایسا کرتے پھر دیکھتے کہ وہ لوگ کیا برتاؤ کرتے ہیں پس خدا نے یہ آیہ عتاب آمیز نازل کیا اور
عمر نے معذرت کی جس سے معلوم ہوا کہ ان حالتوں میں یہ فرمائشیں ہوتی تھیں کہ غربا و ضعفا
کو دربار سید الابرار سے نکالنے کی رائے دیتے تھے جس پر عتاب الٰہی بھی نازل ہوا۔ اور
تفسیر کبیر میں ہے وروی ان عمر قال لہ لو فعلت حتی ننظر الی ما ذا یصیرون ثم
الحوا وقالوا للرسول علیہ السلام اکتب لنا بذالک کتابا فدعا بالصحیفۃ بعلی
لیکتب فانزلت ہذہ الآیۃ فرمی الصحیفۃ واعتذر عمر عن مقالتہ صفحہ ۱۰ جلد ۴
اور تفسیر ابو سعود میں ہے وروی ان عمر رض قال لہ علیہ الصلوۃ والسلام لو فعلت
حتی ننظر الی ما ذا یصیرون صہ۲ یعنی روایت کی گئی ہے کہ عمر نے کہا اچھا ایسا ہی کیجئے پھر
دیکھئے پھر کیا ہوتا ہے جب پھر حضرت نے بلایا جناب امیر کو کہ ایک کاغذ اس مضمون کا
لکھا جائے جس پر یہ آیہ نازل ہوا اور عمر نے اپنے کلام سے معذرت کی۔
ہم نہیں سمجھے کہ حضرات اہل سنت نے جو ان کی طرفداری میں اس قدر غلو پھیلا رکھا ہے
کہ یہ ایسے خیر خواہ اسلام تھے اور کافرون کے دشمن تھے۔ کس بنیاد پر حالانکہ جس جس واقعہ کو

سُرخ ہوگیا اور فرمایا قسم اوس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان نہ داخل ہوگا جب تک وہ تملوگون کو خدا اور رسول کے لئے دوست نہ رکھے اس کے بعد فرمایا ایہا الناس جو شخص ایذا دے ہمارے عم کو اوسنے ایذا دی ہمکو کیونکہ ہر شخص کا چچا اوس کے باپ کا صنو ہے۔

اس عبارت کو دیکھئے ۔ الا کیونکر جان سکتا ہے کہ وہ کون قریشی تھا جس کی یہ حالت تھی کہ آپس میں تو خوش خوش ملتے تھے اور جب بنی ہاشم سے ملتے تھے تو اون کے چہرہ کا رنگ اور ہوجاتا تھا بلکہ ایسا بدل جاتا تھا کہ دیکھنے والا پہچان جاتا کہ یہ ہماری ملاقات کو یا ہمارے دیکھنے کو ناگوار جانتا ہے جس پر اوس کے دل کو صدمہ پہنچتا اور رنجیدہ ہوتا کیونکہ نہ اس حدیث میں کسی کا نام ہے نہ قریش کا قبیلہ ایسا مختصر تھا کہ چند اشخاص میں محدود ہو بلکہ بنی ہاشم کا قبیلہ بھی اسی میں داخل تھا پھر کیونکر معلوم ہو کہ حضرت عباس نے کس کی شکایت کی مگر خدا بھلا کرے شاہ صاحب کا کہ خود اوںھوں نے اس کے بعد وہ حدیث لکھ دی جسمیں خاص ابن الخطاب ہے کہ ابن سید خطاب تو نہیں جانتا چچا قایمقام پدر ہے جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہوگیا کہ ان اوصاف کے جامع قریشی حضرت عمر ہیں جنسے رسول اللہ خطاب کرکے تبا رہے ہیں کہ چچا بمنزلہ پدر ہے۔

بہر حال سلسلہ کلام نے ہمکو یہان تک پہنچایا کہ محدثین اہل سنت کی کچھ قلعی کھولنی پڑی کہ اونھوں نے کس کس طرح روایتوں میں کانٹ چھانٹ کیا ہے جس سے حدیث رسول خبط ہوجائے اور اصل مطلب مشتبہ ہوجائے کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکے ورنہ اصل بحث یہ تھی کہ شیخین صرف ایذا دہی مسلمین و مومنین ہی پر اکتفا نکی بلکہ اوس کے ساتھ کفار و مشرکین کی ہمدردی و حمایت میں پورے طور سے سرگرم رہے جس کی تصدیق اس حدیث مذکورہ بالا خاصکر الفعل سے بخوبی طور پر ظاہر ہوئی کہ صلح حدیبیہ کے وقت اونھوں نے مشرکین کی ایسی طرفداری کی کہ حضرت کو سخت ملال ہوا اور آپنے انلوگون کو اونلوگون سے قرار دیا جنکے قتل کیلئے جناب امیر کی بعثت ضروری تھی

عمر ثنا کی ابتدائی رائے

اب میں آپکو اس سے بھی پیشتر زمانہ کی سیر دکھاؤن جس سے معلوم ہو کہ یہ رائے عمر صاحب کی قدیمی ہے۔ چنانچہ تفسیر ثعلبی میں ہے۔ وقال

جس پر مقداد بن عمرو بہرانی نے کہا قسم اوس خدا کی جسنے آپکو بحق مبعوث کیا کہ آپ اگر برک غماد کیطرف بھی روانہ ہون توہم آپ کے ساتھ رہین گے۔

دیکھئے اس عبارت سے وہ سب واقعہ مٹا دیا گیا۔ نہ ابو بکر صاحب کا کلام ہو نہ عمر صاحب کا نہ حضرت کا اس سے رنجیدہ اور ملول ہونا نہ آپ کے چہرہ کا سُرخ ہونا بلکہ صرف مقداد کا کلام ہو جس کی یہ غرض ہو کہ صحابہ کی وفاداری اور جان نثاری دکھائین کہ وہ کسطرح جان نثاری پر طیار رہتے تھے۔ پس جب مقداد کا یہ حال تھا تو خلفا کا کیا حال ہوگا۔

اب جو پردہ اوٹھائیے تو اور بھی تماشا ہو کیونکہ ابن ہشام اپنی سیرت میں لکھتے ہین:

وأتاه الخبر عن قريش بمسيرهم ليمنعوا عيرهم فاستشار الناس وأخبرهم عن قريش فقام ابو بكر الصديق فقال وأحسن ثم قام عمر بن الخطاب فقال وأحسن ثم قام المقداد بن عمرو فقال يا رسول الله امض لما أراك الله فنحن معك والله لا نقول لك كما قالت بنو اسرائيل لموسى اذهب أنت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون ولكن اذهب أنت وربك فقاتلا انا معكما مقاتلون فوالذي بعثك بالحق لو سرت بنا الى برك الغماد لجالدنا معك من دونه حتى تبلغه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم خيرا ودعا له به۔

حضرت کو اسکی خبر ملی کہ قریش اپنے قافلہ کی حمایت کے لئے روانہ ہوگئے جسپر حضرت نے لوگون سے مشورہ چاہا اور قریش کے حال سے سب کو مطلع کیا پس کھڑے ہوگئے ابو بکر اور کہا اور خوب کہا پھر کھڑے ہوئے عمر اور کہا اور خوب کہا پھر کھڑے ہوئے مقداد بن عمرو اور کہا یا رسول اللہ آپ تشریف لے چلیں جسکے لئے خدا نے حکم دیا ہو ہم آپ کے ساتھ ہین قسم خدا کی ہم تو وہ کلام نہ کرین گے جو بنی اسرائیل نے کہا تھا حضرت موسی سے کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا پس لڑو ہم یہین رہین گے بلکہ آپ اپنے خدا کے ساتھ چلئے اور قتال کیجئے ہم آپ دونو کے ساتھ ہین قسم اوس خدا کی جسنے آپ کو مبعوث کیا ہو بحق اگر آپ برک غماد کی طرف بھی جائگا تو ہم آپ کے ساتھ ہین حضرت نے اون کو دعائے خیر دی۔

امام بخاری نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلام ابو بکر و عمر کو چھپایا ہو بلکہ اوسکو احسن کا بھی خلعت

متعلق ہوتا تو دنیا کی تمام چیزوں سے محبوب ہوتا۔ مقداد مرد شہسوار تھے اور رسول اللہ کی یہ حالت تھی کہ جب آپ غضبناک ہوتے تھے تو دونوں رخسار آپ کے سرخ ہوجاتے تھے پس آئے اون کے پاس مقداد اسی حال میں اور کہا بشارت ہو آپ کو یارسول اللہ قسم خدا کی ہم آپ سے وہ کلام نہ کریں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا کہ جاؤ تم اور تمھارا خدا اور تم دونوں لڑو ہم لوگ تو یہیں بیٹھنے والے ہیں بلکہ قسم اوس خدا کی جس نے آپکو مبعوث کیا ہی ہم آپ کے سامنے رہیں گے اور پیچھے آپ کے رہینگے اور آپ کے داہنی طرف رہینگے اور آپکی بائیں طرف رہیں گے یہاں تک کہ خدا آپ کو فتح دے۔"

دیکھئے اس روایت میں بلکہ پہلی روایت میں بھی کیسی پردہ داری کیگئی کہ حضرت کے غضب کو جو کلام عمر سے پیدا ہوا تھا دونوں نے چھپا ڈالا۔ درمنثور میں تو اس کو بیان ہی نہ کیا کہ عمر کے کہنے سے حضرت کی کیا حالت ہوئی۔ اور طبری نے اصل کلام عمر کو بھی چھپایا اور اس کو بھی کہ حضرت اس کلام سے غضبناک ہوئے۔ مگر اوس کے اس فقرہ نے کہ حضرت کی عادت یہ تھی کہ جب غصہ ہوتے تھے تو چہرہ سرخ ہوجاتا تھا" لکھدیا کہ کلام عمر سے حضرت کا یہ حال ہوا کیونکہ اسکے بعد مقداد کا آنا اور وہ کلام کرنا جو درمنثور میں بعد کلام عمر لکھا ہی بیان کیا ہی جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ کلام عمر باعث رنج و ملال رسول اللہ ہوا تھا جس سے حضرت کا چہرہ غصہ سے سرخ ہوا اس پر مقداد نے یہ کلام کیا جسکو ابن مسعود دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب کہہ رہے ہیں۔

ہاں ان باایمان مورخوں نے یہی نہیں کیا کہ اس طرح خلفا کی پردہ داری کی ہو بلکہ ابن سعد نے تو یہ غضب کیا کہ اس واقعہ ہی کو بالکل چھپا ڈالا چنانچہ لکھتے ہیں۔

ومضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کان دون بدر اتاہ الخبر بمسیر قریش فاخبر بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ و استشارھم فقال المقداد بن عمرو البھرانی والذی بعثک بالحق لو سرت بنا الی برک الغماد لسرنا معک حتی تنتھی الیہ کہ روانہ ہوئے رسول اللہ یہاں تک کہ جب قریب بدر پہنچے تو آپ کو یہ خبر معلوم ہوئی کہ قریش روانہ ہوچکے پس حضرت نے اپنے اصحاب کو اس خبر سے مطلع کیا اور اون سے مشورہ چاہا

مگر اسکے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ عموماً صحابہ کیسے دنیا طلب تھے کہ جب حضرت نے قافلہ ابوسفیان کے نکل جانے کی خبر دی تو سب کے تیور بدل گئے نعوذ بود کاروان محبوب تر نزد اصحاب کہ جو کچھ مقصود تھا وہ مال غنیمت جو ہاتھ سے نکل گیا پھر دوبارہ کہا لڑائی جھگڑا چھوڑے قافلہ کے پیچھے چلئے جس پر حضرت کو پھر غضب آیا اور ابوبکر و عمر نے وہ کلام کیا جسکی اجمالی حالت معلوم ہو چکی۔ اسپر جو ان لوگوں کی خیر خواہی اسلام کا منادی کیا جاتا ہو تو سراسر تعجب ہوتا ہو۔ حالانکہ ان کی جو کچھ غرض تھی وہ دنیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ مشہور ہے حاضرین رکاب ۳۰۵ جس میں ۷۷ مہاجر تھے ۲۳۶ - انصار سے عثمان صاحب اسمیں بھی بوجہ علالت اپنے عیال کے شریک نہیں تھے۔

اعتقاد صحابی اس جنگ بدر میں یہ واقعہ خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت صف لشکر درست فرماتے تھے اوسوقت آپ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا سواد بن عزیہ صحابی صف سے کچھ باہر نکلے ہوئے تھے حضرت نے تیر سے اون کے سینہ کی طرف اشارہ کر کے کہا ای سواد برابر ہو جا سواد نے صف کو درست کر کے عرض کیا یا حضرت آپ کے تیر سے مجھے صدمہ پہنچا اسکا انتقام چاہتا ہوں فوراً آپ نے اپنے لباس کو سینہ سے ہٹا دیا اور فرمایا کہ انتقام لے لے اوس نے دوڑ کر بوسہ لیا اور منہ اپنا ملا حضرت نے اسکی وجہ پوچھی تو اوسنے بیان کیا میں ابھی شہید ہوتا ہوں اسلئے چاہا کہ آپ کے جسم مبارک کو مس کر لوں۔ مدارج النبوۃ صفحہ ۱۰۱۔

مومنین خالصین کی تو یہ حالت تھی کہ تیر سے اشارہ کرنے پر وہ اپنی موت سمجھا اور دوسرونکا یہ خیال کہ آپ نے جب وصیت نامہ لکھوانا چاہا تو اونھون نے کہا آپ غلبہ درد سے بے چین ہیں کہا خدا کافی ہے جسپر آپ نے فرمایا کہ میرے پاس سے نکل جاؤ۔

دوسرا واقعہ اس صحابی کی خوش اعتقادی کے ساتھ یہ بھی سن لیجئے کہ جب کفار مشرکین مارے گئے اور اونکے نعش کشتے ایک کنوئیں میں ڈال دئے گئے جسکا نام قلیب تھا حضرت نے وہان جا کر نام بنام اون کفار کو پکارا اور فرمایا کہ آیا شاد میگردانند شمارا کہ فرمانبرداری میکردید خدارا و رسولش را اکنون کہ بردو برافتاد و عذاب را دیدید۔

یہ ایک معمولی بات ہو جو عام طور پر ایسے مقام میں کم سے کم بہ اقتضائے حال کہا جاتا ہو مگر

پہنچا دیا مگر اوس کے بعد جو کلام مقداد لکھا وہی اس کی پردہ دری کے لئے کافی ہے کیونکہ اگر
وہ احسن ہوتا تو جہاں کلام مقداد لکھا گیا وہ بھی بیان کیا جاتا حالانکہ اوس کلام احسن کی
حقیقت در منثور اور تاریخ طبری سے کھل چکی ہے کہ وہ ایسا کلام احسن تھا کہ حضرت کا چہرہ
مارے غصہ کے سرخ ہو گیا پھر اس سے بڑھ کر کیا احسن ہوگا۔

اب آئیے مدارج النبوۃ شیخ عبد الحق دہلوی ملاحظہ فرمائیے جلد ۲ ص ۱۰۶

پس جبرئیل علیہ السلام آمد و آنحضرت را از برآمدن قریش خبر کرد پس آنحضرت روی مشاورت بہ
اصحاب آورد و فرمود خدای تعالیٰ وعدہ کردہ شما را یکی از دو طائفہ را یا کاروان را یا قریش را و بود
کاروان محبوب تر نزد اصحاب و گفتند یا آنحضرت چرا ذکر نکردی تو ما را اقتال را تا آمادہ میشدیم ما
برای آن و سامان میکردیم آنرا فرمود آنحضرت کاروان گذشت بر ساحل بحر این ابوجہل است روی
آوردہ بشما گفتند یا رسول اللہ بگیر کاروان را و بگذار قتال را پس در غضب آمد رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم پس برخاست ابوبکر و گفت سخن و خوب گفت پس برخاست عمر و گفت سخن و خوب گفت پس خوش
آمد آنحضرت را سخنان ایشان و دعای خیر کرد ایشان را پس برخاست سعد بن عبادہ و گفت نظر کن و فکر
کن یا رسول اللہ در کار خود و بگذار آن کاروان را پس بخدا سوگند اگر سیر میکنی تو با عدن ابین تخلف نمیکند از
تو ہرگز ہیچ مردی از انصار پس دعای خیر کرد او را رسول خدا پس برخاست مقداد بن عمرو و
گفت ما با تو ایم یا رسول اللہ ہر جا کہ روی نمیگوئیم ترا چنانکہ گفتند بنی اسرائیل یا موسیٰ اذہب انت
وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون بلکہ میگوئیم اذہب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون سوگند
بخدای عزوجل کہ فرستادہ است ترا بحق میرویم و جلادت میکنیم با تو ہر جا کہ میروی اگرچہ تا برک
غماد میروی و آن شہری است از شہرہای حبشہ پس تبسم کرد آنحضرت و دعای خیر کرد او را۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایمان دار مورخوں نے کس طرح درجہ بدرجہ ترقی کی ہے
پردہ داری شیخین میں کہ شیخ صاحب نے ابوبکر و عمر کی تقریر کو بھی نہیں کہا سخن خوب گفت
بلکہ یہ بھی افترا کیا ہے "پس خوش آمد آنحضرت را سخنان ایشان و دعای خیر کرد ایشان را"
حالانکہ در منثور اور تاریخ طبری سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت کس درجہ کلام عمر پر غضبناک ہوئے
تھے کہ حضرت کا [illegible] سرخ ہو گیا تھا۔

کر رہے ہیں جس کا اصلی باعث وہی طرفداری کفار ہے۔

افسوس کہ خیال اختصار ہمکو مانع ہو رہا ہے ورنہ ہم اوس روایت کو بھی بیان کر دیتے جسمین حضرت عمر نے بحالت نشہ کشتگان بدر کا نوحہ پڑھا ہوا ور روئے ہیں کیونکہ نشہ میں یا نیند کے وقت بڑھانے ہیں جب انسانی قوی کمزور ہو جاتے ہیں تو اصلی خیالات اوس کے دل کے ظاہر ہو جاتے ہیں جس سے اور بھی اونکی دلی طرفداری کفار کا راز سربستہ کھل جاتا ہے۔

تعریف عمر بن عبد ود (۴۲) اب ہم آپ کو ایک دوسری لڑائی کیطرف لے چلتے ہیں جسکا نام جنگ خندق بھی مشہور ہے اور جنگ احزاب بھی۔

یہ جنگ ۵ھ ہجری میں ہوئی کفار کا لشکر دس ہزار تھا اور لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار تھی۔ یہ جنگ خود شہر مدینہ میں ہوئی۔ بیرون شہر بجانب شرق جو شہر سے دو تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور بحمد اللہ فقیر اوس مقام کی زیارت سے بھی مشرف ہوا والحمد للہ چونکہ لشکر اسلام قلیل تھا اور کفار کی تعداد بہت زیادہ لہذا حسب رائے سلمان فارسی خندق کھودی گئی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ **شیخ عبد الحق** دہلوی مدارج النبوۃ میں لکھتے ہیں

چون ایستادند قریش و قبایل عرب بر عداوت آن حضرت صلعم و استیصال مسلمانان آمدند از فوق و تحت و اجتماع نمودند و خبر نقض عہد بنو قریظہ موکد این حال شد اشتداد یافت خوف مسلمانان و عظیم شد بلائے ایشان فرمود آنحضرت صلعم حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولیکن در دلہائے ضعفائی اہل اسلام از خوف کثرت شوکت کفار از جائے رفت و چشمہائے از غایت رعب خیرہ ماند چنانکہ قول وے سبحانہ خبر میدہد ازان اذ جاؤکم من فوقکم و من اسفل منکم و اذ زاغت الابصار و بلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون و زلزلوا زلزالا شدیدا و منافقان و ضعیف الایمانان می گفتند کہ محمد ما را وعدہ میدہد بہ گنجہائے قیصر و کسری کہ بدست ما خواہد آمد و حال آنکہ ما چنین درماندہ و بیچارہ شدہ ایم این آیت آمد و اذ یقول المنافقون والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا و جمعی از ایشان اذن خواستند و بہانہ جستند کہ خانہای ما خالی است و کسے نیست کہ آنرا محافظت نماید چنانکہ میفرماید و اذ قالت طائفۃ منہم یا اھل یثرب لا

ایکطرف تو اون سرداروں کے قتل کا اندوہ تھا جنکی عظمت و جلالت نے اپنے ارذال قوم کو ہمیشہ سرنگون رکھا دوسری طرف اون کی یہ ذلت کہ کشتے اون کے ایک گڑھے میں ڈالے گئے اور فاتح وہان یہ اسطرح پر کلام کر رہا ہے عجب طرح کا اثر کر رہا ہے کہ طاقت ضبط باقی نہ رہی اور بول اوٹھے گفت عمر بن خطاب یا رسول اللہ چہ سخن میکنی با اجساد یکہ نیست در آن ارواح فرمود آنحضرت سوگند بآن خدا کہ نفس من بید قدرت اوست کہ نیستید شما شنوا تر از ایشان این سخن را کہ میگویم ایشان می شنوند و لیکن ایشان جواب نمیگویند مدارج النبوۃ صفحہ ۱۲۰۔

اب دونوں صحابیوں کا تم خود موازنہ کر لو کہ کس کا ایمان کیسا تھا کہ سواد نے تو صرف تیر کے اشارے سے یہ سمجھ لیا کہ میری شہادت کا وقت آگیا! اور حضرت عمر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان بے جان مردوں سے کیا کلام کر رہے ہیں؟ جسکی غرض صاف یہ ہے کہ حضرت پر اعتراض کریں اور آپ کے اس کلام کو عیاذاً باللہ سفاہت پر محمول کریں جب حضرت نے ایسا کلمہ فرمایا کہ اگر کوئی سمجھدار ہوتا تو سمجھتا کہ حضرت بہ قسم شرعی فرماتے ہیں کہ یہ مردہ کفار تم سے زیادہ سننے والے ہیں جس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ تم اون سے بھی بدتر ہو کہ اگرچہ زندہ ہو مگر نہیں سنتے۔

علی سمعہم وعلی ابصارہم غشاوۃ ولہم عذاب عظیم

اہل سنۃ چونکہ اس کے بھی مدعی ہیں کہ جب درمیان رسول اللہ صلعم اور عمر صاحب اختلاف ہوتا تو وحی مطابق رائے عمر نازل ہوتی تھی لہذا ممکن ہے کہ اس آیہ کو مؤید رائے عمر قرار دیں کما یئس الکفار من اصحاب القبور۔

یہ مسئلہ بھی اہل سنت کے یہان معرکۃ الآرا ہے کہ آیا مردے سن سکتے ہیں یا نہیں۔ بہت سے اہل سنۃ تو رائے حضرت عمر کے تابع ہیں اور کچھ لوگ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو حضرت کے قول کی تصدیق کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ مردے سن سکتے ہیں جسکی تفصیل کا یہان موقع نہیں کیونکہ ہمارا مقصد اصلی یہان صرف اس قدر ہے کہ ان لوگوں کے اسلام کی کیا حالت تھی کہ باوصف اقرار بہ اسلام کفار کے کس درجہ طرفدار تھے کہ جب حضرت نے کفار سے لڑنے کا ارادہ کیا تو اظہار عظمت و جلالت کفار مشرکین سے کیسا حضرت کو رنجیدہ کیا کہ آثار غضب چہرہ سے نمایان ہوا اور جب حضرت اون پر مظفر و منصور ہوے تو آپ پر کسطرح تمسخر کرتے ہیں کہ بے جان مردوں سے آپ کیا کلام

شیخ صاحب نے یہان اجمالی تعریف جناب امیر علیہ السلام کی لکھی خصوصاً از علی مرتضی درین
غزا مبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون ۔ مگر تفصیل اوسکی کچھ نہ بیان کی
جسکے لیے ہم کو دوسری تواریخ کی سیر کرنی پڑی ۔ مصنف روضۃ الصفا لکھتے ہیں ۔
عمر بن الخطاب از جانب اہل اسلام زبان باعتذار کشادہ معروض حضرت خیر الانام گردانید کہ نوبتی بہمرہی
طائفہ از قریش کہ عمرو بن عبدود دران درمیان بود برسم تجارت با مالی وافر و متاعی متکاثر بشام متوجہ
گشتیم ناگاہ قریب ہزار نفر از قاطعان طریق سر راہ بر ما بگرفتند اہل کاروان از مال بلکہ از جان
خویش مایوس گشتند عمرو عبدود چون صورت حال بدان سان دید شمشیر از نیام برکشیدہ اشتر بچہ
بیکدست ربودہ بجائے سپر در پیش خود بداشت و چون تیر زبان دبیر زمان بر مخالفان حملہ کرد آن
جماعت بواسطہ توجہ او روئے بانہدام نہادہ قافلہ بسلامت گذشت آوردہ اند کہ عمرو در روز بدر
زخمی گران یافتہ فرار نمودہ و در معرکہ احد حاضر نتوانست شد و در احزاب موافقت نمودہ سوگند خورد
کہ تلافی مافات ننماید تا صیت او بار دیگر در عرب انتشار یابد و آوازہ او بسمع اقاصی و ادانی
رسد لاجرم در روزے کہ مشرکان بہیأت اجتماعی مستعد قتال و جدال گشتند چون بکنار خندق
آمدند عمرو بن عبدود با طائفہ از دلیران مثل ضرار بن الخطاب و عکرمہ بن ابی جہل و نوفل بن عبد اللہ
و ہبیرہ بن ابی وہب کہ مجموع بتقدیم عمرو اعتراف داشتند مضیقے پیدا کردہ اسپ جہاندند
و در روضۃ الاحباب مسطور است کہ خالد بن الولید و ابو سفیان بن حرب با کفار قریش کنانہ و فزارہ
و غطفان بر لب خندق صف کشیدہ بایستادند عمرو با ابو سفیان گفت کہ شما در عبور با ما موافقت نمیکنید
ابو سفیان گفت اگر احتیاج بگذشتن بود ما نیز بگذریم و چون عمرو از خندق عبور نمودہ پائے در میدان
شجاعت و دلیری نہادہ مبارز خواست لشکر اسلام کہ تہور و مردانگی او میدانستند از خوف
چنان شدند کہ گویا خون در بدن ایشان نماند سرہا در پیش افگندہ خشک بایستادند کانما علی رؤسہم
الطیر و این کلمہ ناظر بانست کہ در ولایت عرب گنہ بر سر شتر می باشد و کلاغ از ہوا فرود می آید
بر سر شتر می نشیند و آنہارا بمنقار می چیند و در آن ہنگام شتر از ترس آنکہ کلاغ بپرد گنہ در سر
او بماند مطلق سر نمی جنباند و حرکت نمیکند بالجملہ چون عمرو بن عبدود از اہل اسلام مبارز خواست
و ہیچکس در برابر او نیامد حضرت مقدس نبوی صلوٰۃ اللہ و سلامہ علیہ فرمود کہ ہیچ دوستی ہست کہ شر

مقام لکم فارجعوا ویستاذن فریق منہم النبیؐ یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ان یریدون الا فرارا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زید بن حارث را با سیصد نفر فرستند تا حراست محلات حصون و بیوت مدینہ نمایند و قریش تا بست روز یا بست و چہار روز یا بست روز باختلاف اقوال مسلمانان را محاصرہ نمودند تا کار بر ایشان تنگ آمدہ و در ایام محاصرہ ہر شب عباد بن بشیر رضی اللہ عنہ با جماعتے دیگر حراست خیمہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم می نمودند و مشرکان می آمدند و قصد خیمہ آنحضرت میکردند ولیکن مجال نداشتند کہ از خندق بگذرند القصہ محاربہ و مقاتلہ میان دو لشکر واقع شد خصوصاً از علی مرتضی رضی اللہ عنہ درین عنفر امبارزہا و مقاتلہا واقع شد از حد قیاس و عقل بیرون چنانکہ در اخبار وارد شدہ است لمبارزۃ علی ابن ابیطالبؑ یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامۃ کذا فی روضۃ الاحباب و آنحضرت دعا کرد درحق علی مرتضی و شمشیر خود را کہ ذو الفقار نام داشت بوی عطا نمود و آن مقدار مشقت و محنت کہ بجال شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تعب و رنج بمسلمانان درین غزوہ راہ یافت در ہیچ غزوہ نبود اگرچہ در احد ہم شد تہا دکرہا و کوفتہا راہ یافت اما ہمہ در یکروز بود و با قریش تنہا بود اینجا قبایل عرب ہمہ جمع شدہ در مقام اہلاکی و استیصال خود استادند صفحہ ۲۱۴

اس عبارت سے آپکو مسلمانون اور صحابہ کا حال تو بخوبی معلوم ہوگیا کہ کیسی دہشت تھی اور کیسا خوف و ہراس کہ خداوند عالم ان کی تعریف میں فرماتا ہے کہ آنکھیں پھر گئیں دل گلون تک آگئے اور خدا کیطرف تم گمان بدگمان کرنیلگے۔ اس موقع پر مومنین کی آزمایش کیگئی اور منافقون نے اور جن کے دل میں مرض تہا کہنے لگے کہ خدا و رسول نے جو ہمسے وعدہ کیا تہا وہ سب غرور اور دہوکہا تہا اور ایک گروہ نے اون میں سے کہا ای اہل یثرب ٹھہرنے کی جگہہ نہیں تم پھر جاؤ دوسرا گروہ رسول سے اجازت مانگنے لگا کہ ہمکو گھر جانے کی اجازت دیجیے کہ وہ غیر محفوظ ہے حالانکہ وہ ہرگز غیر محفوظ نہیں ہے بلکہ ارادہ کرتے ہیں فرار کا۔

آنحضرت کو بسر کردگی زید بن حارثہ تین سو جوانون کا ایک دستہ محافظت مدینہ کے لئے بھیجنا پڑا پھر صحابہ کی کس جرات و جلادت کی تعریف کیجاتی ہے کچھ سمجھ میں نہین آتا حالانکہ تین ہزار مسلمان ہیں۔

که گمان نمیبرم که کسے از دلیران عرب این را از من التماس نماید باز گرد که تو در حضرت سنی و هنوز ترا وقت نرسید که با مردان مرد در میدان نبرد آئی آنکه گفت باز گرد تا کاری دو شیخ قریش یعنی ابوبکر و عمر بیابند و قولے آنکه گفت در میدان اعمام تو بزرگتر هستند بسلامت باز گرد و در روایة اہل سیر آنکه عمرو گفت من دوست نمیدارم که خون تو بر دست من ریخته شود چه حال آنکه میان من و پدر تو قاعدهٔ محبت مسلوک بود امیر المومنین فرمود اگر تو دوست نمیداری خون من بر دست تو ریخته شود من دوست میدارم که خون تو بر دست من ریخته گردد عمرو ازین سخن بر آشفت و از مرکب فرود آمد اسپ خود را پی کرد و با شمشیر کشیده از خشم روی بامیر المومنین علی نهاده و امام المتقین برائے دفع ضرر سپر در سر کشید و آن متهور و بے باک چنان بر سر حضرت امیر زد که اگر بر کوه خارا زدی دو نیم ساختی و از شرارت ضرب سپر منشق شده فرق مبارکش اندک خراش یافت آنگاه حیدر کرار بیک ضرب ذو الفقار بدن خبیث آن نابکار از بار سر سبک گردانید پوشیده نماند که آنچه در باب قتل عمرو بن عبدود ثبت افتاد منقول از کتب سیر است و در بعضے از تواریخ چنان بنظر رسیده که امیر و عمرو در حین مقاتله با هم قرار داده اند که هیچکس از جانبین بمدد نیاید از بدایت چاشت تا وقت زوال باستعمال آلات حرب اشتغال نموده بر یکدیگر ظفر نیافتند چون زمان محاربه امتداد یافت علی مرتضیٰ با عمرو گفت نه مقرر چنان بود که از جانبین کسے مباشر مدد تو نشود عمرو گفت اکنون چه واقع است فرمود اینک برادرت از عقب می آید عمرو چون باز پس نگریست حضرت امیر فرصت یافته تیغے راند چنانکه سر آن ملعون از بدن جدا شد عمرو گفت ای پسر ابوطالب فریفتی خدا خبابۃ (؟) مآب فرمود الحرب خدعة بعد از ان عمرو دران بریده خود را بجانب امیر انداخت و سر او امیر سپر غرور او را از بدن جدا ساخته روی بدیگران نهاده و آمیست که چون عمرو به قتل آمد علی رضی الله بآواز بلند تکبیر گفت و رسول الله صلی الله علیه وسلم آواز علی شنیده معلوم فرمود که صورت حال چیست منقول است که بعد از قتل عمرو ضرار ابن الخطاب و هبیرة بن ابی وهب قصد علی کردند امیر نیز متوجه ایشان شده چشم ضرار که بر حیدر کرار افتاد فرار بر قرار اختیار نموده از و پرسیدند سبب سرعت هزیمت چه بود جواب داد که در آن حال صورت مرگ را معاینه دیدم اما هبیره ساعتی در مقابل امیر ایستاده

این دشمن خدا ئے را کفایت کند امیر المومنین علی علیہ السلام گفت یا رسول اللہ انا ابارزہ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در جواب علی ہیچ نگفت دبرد ایستے فرمود این عمرو بن عبدود است بار دوم
عمرو مبارز طلبیدہ علی مرتضی رخصت جستہ مرخص نگشت بار سوم عمرو گفت در میان شما ہیچ مردی نیست
کہ بمیدان در آید باز امیر المومنین علی علیہ السلام دستوری خواست تا باآن متہور در محاربہ آید حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درین نوبت فرمود ادن یا علی وچون نزدیک رفت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شمشیر خود را کہ موسوم بذو الفقار بود باو داد و زرہ خاص در او پوشانید تا بدن فرخندہ اش را از
سہام حوادث وصور ام نوائب محفوظ ومصئون ماند وبجہت رفع اصابت عین الکمال عمامہ خویش
بر سرش نہاد و در مستقصی آوردہ کہ دستار بر سر او پیچیدہ وگفت اللہم اعنہ علیہ اے خدا سزا ئے
پرستش یاری دہ علی را بر عمرو و در روایتی آنکہ دستہا مبارک برداشتہ گفت بارخدایا عبیدہ را
در روز بدر از من گرفتی وحمزہ را در روز احد ہمہ اساختی الہی این علی است برادر من و ابن عم من
انگاہ فرمود فلا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین چون سخن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باین جا
رسید امیر المومنین ع پیادہ روان شد و در معرکہ عمرو را سوارہ دید گفت ای عمرو مسموع من شدہ کہ
تو گفتہ ہیچکس مرا بسہ کار دعوت نکند مگر آنکہ یکی ازان یا ہر سہ آنرا قبول کنم علی ای التقدیرین
عمرو گفت بلی چنین است علی فرمود کہ من ترا میخوانم بشہادت ان لا الہ الا اللہ وباطاعت خدای
کہ پروردگار عالمیان است عمرو گفت ای برادر زادہ من چہرہ این مطلوب را در حجاب توقف
گذار امیر المومنین فرمود کہ امرے دیگر ہست اگر مباشر آن باشی ترا بہ باشد عمرو گفت کہ آن
کدام است امیر المومنین فرمود کہ دست از محاربہ اہل اسلام باز داشتہ بدیار خود روی
اگر مہم محمد منتشی گشتہ بر دشمنان غالب آید تو شرط امداد بجا ہی آوردہ و اگر کار برعکس باشد بی مخاصمت
ومنازعت تو انچہ مقصود است حاصل آید عمرو گفت زنان قریش این نگویند کہ من برالقای نذر
خود قادر گردم و دست ازان باز داشتہ روی بوطن نہم وحال آنکہ عمرو بعد از فرار معرکہ بدر
نذر کردہ بود کہ تا انتقام آنحضرت نبوی نکشد روغن در خود نمالد امیر المومنین ع امتناع عمرو مشاہدہ
کردہ فرمود کہ در اینجا قضیہ دیگر ہست عمرو پرسید کہ آن کدام است امیر المومنین فرمود
انکہ از اسپ فرود آئی تا محاربہ کنیم عمرو ازین سخن در خندہ شدہ گفت این خصلتی است

بادائے صلوٰۃ ظہر قیام ننمودند و از برائے دو نماز دیگر نوبت قامت کشیدہ قضا کردند از امیر المومنین مروی است کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دران ہنگام فرمود کہ ملاء اللہ بیوتہم وقبورہم نارا کما شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر حتے غابت الشمس۔ در خلال این احوال از عنایۃ بےغایۃ ربانی نعیم بن مسعود غطفانی بخدمت رسولؐ آمدہ اظہار ایمان و انقیاد خویش نمود و بیک تدبیر او سلسلہ جمعیت مشرکان و یہود بنی قریظہ از ہم گسیختہ شد و چراغ اقبال ایشان کہ بحسب ظاہر افروختگی داشت صرصر قہر الٰہی فرو نشست۔ صفحہ ۱۵۳۔

اس مطلب کو اگرچہ مصنف نے بحکایات اپنے مذہب کے بہت کچھ گھوم گھما کے بیان کیا ہے جس سے معلوم ہو کہ اہل اسلام پہلے سے مرعوب تھے مگر ہر بافہم سمجھ سکتا ہے کہ یہ سب نتیجہ صرف اسکا تھا کہ عمر صاحب نے اس چرب زبانی سے عمرو بن عبدود کی مدح سرائی کی کہ مسلمانوں کے دل ہل گئے اور کسی میں طاقت جنگ نہ رہی ورنہ یہی اہل اسلام ہیں جب انکی تعداد ۳۰۵ تھی کسطرح مشرکین قریش سے جنگ بدر میں لڑے ہیں حالانکہ اونکی تعداد ہزار سے زیادہ تھی اور یہاں کیا ہوا کہ مسلمان تین ہزار ہیں اور کفار دس ہزار مگر کسطرح مسلمانونکو جرأت نہیں ہوتی کہ اونکا مقابلہ کریں۔ کیون؟

صرف اسوجہ سے کہ عمر صاحب نے اپنا ایک ایسا خواب پریشان بیان کیا کہ سب پریشان ہوگئے اور بجز جناب امیر المومنین عؑ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ پھر مقابلہ کرسکے کیونکہ عمر صاحب کچھ معمولی شخص نہیں ہیں اول درجہ کے شجاع ایسے بہادر کہ جب تک یہ اسلام نہ لائے مسلمان چھپ کر نماز پڑھتے رہے اِنکے اسلام لاتے ہی کفار پر ایسا رعب جما کہ مسلمانونکی نماز کھلا بند ہونے لگی سب صحابہ مکہ سے چھپ چھپ کر آئے ہیں۔ عمر صاحب علانیہ تلوار ڈنکہ کی چوٹ کیلئے میدان نکلے ہیں پھر انکا بیان کیونکر نہ ایسا وزنی ہو کہ ایک کافر کے مقابلہ میں تین ہزار مسلمانون کی جان نکلنے لگی اور کسیکی بنائی کچھ نہیں بنتی۔

سچ کہا ہے وان من البیان لسحرا۔ اس سے بڑھ کر کیا جادو ہوگا کہ عمر صاحب کے ایک تقریر نے وہ کام کیا کہ مسلمانون کا تین ہزار لشکر بے جان ہوگیا اگر جناب اسد اللہ الغالب اعجاز ید اللہی نہ دکھاتے تو بجز ہزیمت کیا نتیجہ ہوتا حالانکہ یہ وہی عمرو بن عبدود ہے جو جنگ بدر میں کفار کے ساتھ شریک تھا

عاقبت روی بگریز نهاد و نوفل بن عبد الله مخزومی در حین انهزام از پشت زین در تک خندق
افتاده مسلمانان سنگسارش کردند او فریاد زد که بهتر از این بقتوا لنفس گشت حضرت امیر ترحم نموده
در خندق رفت و بیک شمشیر او را دو نیم ساخت گویند چون امیر المومنین سر عمرو بر بد التفات
بزره او که بغایت جوده بود نکرد خواهر عمرو بسر وقت او رسیده جامه و سلاح او را بر حال خود دید گفت
ما قتله الا کفو کریم نگشته است او را اگر چه هم سرے گرامی خلاصه این کلمات آنکه امیر المومنین خرمن
حیات مخالفان را باتش قهر سوخته و رخساره فرخنده اثر مانند شمع فلک برافروخته بخدمت مصطفی
صلی الله علیه وآله وسلم مبادرة نمود و سر عمرو بن عبد ود را در پائے آن حضرت صلی الله علیه وسلم
افگند و به زبان فصاحت بیانش بیتے چند مترنم شد که آخر آن ابیات اینست **بیت**

عبد الحجاره سفاهة رایه   وعبدت رب محمد لصواب   لا تحسبن الله خاذل دینه   ونبیه یا معشر
الاحزاب   متون کتب سیر به این خبر ناطق است که رسول الله ص در شان اسد الله الغالب فرمود
لمبارزة علی ابن ابیطالب ع یوم الخندق افضل من اعمال امتی الی یوم القیامة نقل است که چون
امیر المومنین ع بمجلس رسول الله ص آمد ابوبکر و عمر برخواستند و سر او را بوسه دادند عبد الله بن مسعود
برخواند و کفی الله المومنین القتال بعلی وکان الله عزیزا حکیما چون ضرار بن الخطاب و عکرمه
بن ابی جهل از معرکه فرار نموده بسپاه خویش پیوستند و از قتل عمرو بن عبد ود و نوفل بن عبد الله
ایشان را خبر دادند ابو سفیان با قریش و قبیله غطفان روی با نهزام نهادند و تا منزل عقیق در
هیچ مکان قرار نگرفتند و کس فرستاده جسد عمرو و نوفل را خریداری کردند حضرت ص فرمود
که مرا بجسد خبیث ایشان کاری نیست بگذارید تا ببرند و در همان روز یا روز دیگر مشرکان از
منزل عقیق بهیأة اجتماعی روی بمدینه نهادند و یهود بنی قریضه که عهد شکسته بودند اظهار جرأة
کرده باتفاق باطراف و جوانب جنگ در انداختند و هیچ سفری جز تیر و سنگ درمیان فریقین
آمد و شد نمیکرد و از ظهور فلق تا غیوبت شفق در کنار خندق به قتال و جدال اشتغال نمودند ابو سفیان
جمعے از مشرکان را در برابر خیمه رسول ص بداشت و اهل اسلام را مجال آن نماند که از موضع خویش
حرکت کنند آورده اند که در آن روز نیران قتال مرتبه اشتعال یافت که از مسلمانان نماز ظهر و
عصر فوت شد چون حرب منقضی شد بلال باشارة معین قوانین شریعت بانگ نماز گفته اهل اسلام

آخر جناب امیر عم کھڑے ہوئے اور طالب اذن ہوئے مگر رسول اللہ صلعم نے یہ کہکر روکدیا کہ
یہ عمرو ہے؟ یعنی وہ عمرو جس کی عمر بن خطاب نے اسطرح مدح سرائی کی۔!

عمرو بن عبدود نے تیسری دفعہ مبارز طلبی کی اور جوش شجاعت میں چند شعر پڑھے کہ تم کو
پکارتے پکارتے میرا گلا بیٹھ گیا اور تم سے لڑنے کے لئے اتنی دیر تک ٹھہرا رہا اسیطرح ہم ہمیشہ ایسے
معرکون میں پیش قدمی کرتے ہیں شجاعت اور فیاضی جوانمرد کے لئے اعلی صفات سے ہے مگر عمر صاحب
کے جادو نے وہ کام نہین کیا تھا کہ کوئی بھی نکلتا۔

پھر حضرت علی نے آن حضرت سے اجازت چاہی آپنے پھر وہی کہا کہ یہ عمرو ہے یعنی جسکی عمر بن
خطاب وہ حالت بیان کر چکے ہیں حضرت نے عرض کیا ہوا کرے تب حضرت نے آنکو اجازت دی
اور یہ رجز پڑھتے ہوئے چلے۔ جلدی نکر تیری آواز کی اجابت کرنے والا آپہونچا جو کسیطرح عاجز
نہیں ہے۔ اور صاحب نیت اور بصیرت ہے اور صاحب صدق جو نجات دینے والا ہے ہر فائز کا۔
مین امید کرتا ہون کہ ایسی ضربت لگاؤن کہ تجھپر وہ نوحے قایم ہون جو جنازون پر پڑھے جاتے
ہیں وہ ایسی ضربت ہوگی جو ہمیشہ یادگار رہے گی۔

اصل واقعہ کو جو نہایت ہی اعظم واقعہ ہے اگر چھوڑکر ہم صرف ان اشعار پر نظر کرین تو معلوم
ہو سکتا ہے کس قسم کے معارف وحقایق انمین بھرے ہیں کہ کسی شعر کا تعلق ہو نہ تفاخر حالانکہ
مقابلہ مخالف وہ مذموم بھی نہین مگر یہانبھی حضرت اوسطرح سے جواب نہیں دیتے بلکہ فرماتے ہیں
کہ جلدی نہ کر کہ وہ آگیا جو تیری آواز دینے کا جواب دینے والا ہے غیر عاجز ہے جسپر غیر عاجز سے جو کچھ
استشمام ہو سکتا ہے اوس کی یون تشریح فرمائی ذونیۃ وبصیرۃ صاحب ہمت وبصیرت ہے جو صاف
صاف بتا رہا ہے کہ خدا پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں جسکی پھر تشریح اسطرح فرماتے ہیں کہ مین امیدوار ہون
جو صاف بتا رہا ہے کہ اپنی قوت ذاتی پر بہہ زور نہیں ہے بلکہ خدا سے اس کے امیدوار ہیں۔

ان واقعات کے بعد اگرچہ کوئی صاحب غیرت کسی صحابی کا تو نہ نام لے گا جنکی یہ حالت تھی کہ
کان علی رؤسہم الطیر کہ گویا اون کے سروں پر چڑیا بیٹھی تھی اور بعد ان حالات کے کہ مسلمانون کی
یہ سب پریشانی صرف اس وجہ سے تھی کہ عمر صاحب نے ایسی تعریف عمرو بن عبدود کی کی تھی
کہ سب کے حواس گم ہو گئے کسیطرح ممکن نہ تھا کہ پھر کوئی باحیا حضرت عمر کا نام لیتا مگر خدا جزا دے

اور مسلمانون کے ہاتھ کا زخم کہا چکا تہا جس سے یہ شریک جنگ احد نہ ہوسکا اور آج عمر صاحب
کی مدح سرائی سے اوسکی دہاک بندھی ہو کہ کوئی اوسکے مقابلہ میں نہیں نکلتا اور سب کی جان نکلی جاتی ہو
افسوس صد افسوس کہ اسلام کی اتنی بڑی **نمایان فتح** ہو اور ایک تن تنہا ساری لشکر کو بہگا دے
اور اون کے اوس سرغنہ کو جو بقول عمر صاحب ہزار جوانون کا تنہا مقابلہ کرتا اس شجاعت خدا داد
سے قتل کرے جسپر جناب رسالت مآب صلعم فرمائیں کہ لضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین
اوسکو شیخ عبدالحق دہلوی سا شخص جو محقق دہلوی کہا جاتا ہو اسطرح کہا بدسے کہ ایک معمولی واقعہ بنا دے
حالانکہ خاص اس واقعہ کی یادگار میں ابھی تک قرآن میں **سورہ احزاب** موجود ہے۔
اللہ اللہ کیسے کیسے باغیرت صحابہ موجود ہیں جنہیں عمر صاحب کا نام تو زرین حروف سے لکھنے کی
لائق ہے اور اون کو عمرو بن عبدود بے غیرت دلا رہا ہو ثم نادی عمرو وجعل یونجہم ویقول
این جنتکم التی تزعمون انہ من قتل منکم دخلہا افلا تبرزون الی رجلا فقام علی فقال
انا لہ یا رسول اللہ فقال لہ اجلس انہ عمرو ثم نادی الثالثۃ وقال سہ ولقد بححت من النداء بجمعکم
ھل من مبارز + ووقفت اذ جبن المشجع + وقفۃ الرجل المناجز + وکذاک انی لم ازل متسرعا
نحو الھزاھز + ان الشجاعۃ فی الفتی + والجود من خیر الغرائز + فقام علی وقال انا لہ یا رسول اللہ
فقال انہ عمرو فقال وان کان عمروا فاذن لہ رسول اللہ صلعم فمشی الیہ علی ویقول لا تعجلن
فقد اتاک مجیب صوتک غیر عاجز + ذو نیۃ وبصیرۃ والصدق منجی کل فائز + انی
لارجو ان اقیم + علیک نائحۃ الجنائز + من ضربۃ نجلاء یبقی + ذکرھا عند الھزاھز
فقال عمرو من انت قال انا علی قال ابن عبد مناف قال انا علی بن ابیطالب ع قال غیرک یا ابن
اخی من اعمامک من ھو اسن منک فانی اکرہ ان اھریق دمک فقال علی ع واللہ ما اکرہ ان
اھریق دمک فغضب ونزل وسل سیفہ کانہ شعلہ نار۔ تاریخ خمیس جلد دوم صفحہ ۵۴۷۔
دیکھئے وہ عمرو بن عبدود جسکی مدح بیحد کرکے عمر صاحب نے تمام لشکر کا منہ اوسکی جنگ سے پھیر دیا
ہو کسطرح مسلمانون کو غیرت دلا رہا ہو کہ کیا ہوئی تمہاری وہ جنت جس کا تمکو یہ گمان تہا کہ جو
ہم سے قتل ہوگا وہ داخل جنت ہوگا۔ پھر کیا تم میں ایک بھی مرد نہیں جو ہمارے مقابلہ کو نکلے۔
مگر افسوس کہ کسی مسلمان کی رگ حمیت جوش مین نہیں آتی بلکہ وہ تو تصویر بنے ہیں کیونکہ عمر صاحب کا جادو
چل چکا ہے

ہان تیسری فضیلت البتہ قابل قدر ہی کیونکہ بقول اہل سنت اونھون نے طریقہ روافض اختیار کیا اور کفار کو جی بھر کے گالیان دین کہ نماز عصر فوت ہوئی!

اب اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے کیونکہ آخر **نیزہ مشکورہ** کھانیکے بعد زبان بھی انکی نہ چلتی تو کیا کرتے کس کا کوسنا مشہور ہے۔

پہلی فضیلت جو شاہ صاحب نے لکھی ہے اوسپر بمناسبت مقام ایک عجیب غریب اپنا واقعہ یاد آیا جس کا تذکرہ لطف سے خالی نہین۔

مین اس واقعہ کو اپنے **سفرنامہ حج بیت اللہ** سے نقل کرتا ہون جسکو خاص اونھین آراضی مقدس مین مینے لکھا تھا جہان جو واقعہ پیش آیا۔

۱۶ دوشنبہ۔ صفر ۱۳۲۴ھ۔ مسجد ذو القبلتین۔ مسجد فتح فوق الجبل۔ مسجد سلمان۔ مسجد امیر المومنین ان مساجد محترمہ کے جانے کیلئے گاڑی کا انتظام تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ صبح ہوتے ہی گاڑی حاضر ہوئی اور ہم لوگ روانہ ہوئے یہان آبادی بالکل نہیں ہے شہر سے بہت فاصلہ ہے مگر راہ میں ہر کھیت وغیرہ لہلہا رہے ہیں۔

مسجد **ذو القبلتین** بہت ہی چھوٹی ہے۔ **نشان قبلتین** دونون طرف بنا ہوا ہے ایک جانب شام **بیت المقدس** جو سمت شمال مدینہ سے واقع ہے دوسرا نشان جانب **جنوب** جو سمت **مکہ** ہے مگر اسکی وجہ نہ معلوم ہوئی کہ یہان آبادی سے دور کسطرح آپ تشریف لائے اور کیونکر یہان جماعت قایم ہوئی۔ کتب سیر و تواریخ میں لکھا ہوگا۔ یہان بھی دو تین عرب وقت پر پہونچ گئے تھے جو خیرات کے طالب تھے اور مجاور بنے ہوئے تھے۔

مسجد **فتح**۔ اس کو مسجد احزاب بھی کہتے ہیں یہ راہ مین واقع ہے بعد معاودت مسجد **ذو القبلتین** یہان آئے۔ یہان چار پانچ مسجدین ایک ہی مقام پر واقع ہین۔ مسجد **فتح** ایک پہاڑ کے آخری حصہ پر واقع ہے جو سمت خندق بہت ہی نمایان ہے اور اس کا نام **جبل سلع** ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ **مقام محفوظ** سمجھکر آنحضرت نے یہان قیام کیا تھا اور فریقین پر نظر آپکی پورے طور سے پڑ سکتی تھی۔ یہیں آپکو مژدہ فتح معلوم ہوا اور سجدہ شکر و نماز بجا لائے۔ اوسی کے یادگاری میں یہہ مسجد بنائی گئی۔ زینہ بنا ہوا ہے اوسکے ذریعہ سے زائرین جاتے ہیں۔ یہ مقام اصل شہر مدینہ سے

شاہ ولی اللہ صاحب کا کہاں ہو کچھ کب چین آسکتا تہا کہ ایسے واقعہ کو فضایل و مناقب حضرت عمر سے خالی رہنے دین۔

دیکھیے کس چرب زبانی سے بلکہ خوش الحانی سے حضرت خلیفہ ثانی کی فضیلتیں لکھتے ہین۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۴۶

میں ہے واز انجملہ آنست کہ در غزوہ خندق حاضر شد و مساعی جمیلہ دران واقعہ بکار بردہ یکے آنکہ محافظت طرفے از خندق عہدہ وی بود و الآن مسجدے بنام او رضی اللہ عنہ در انجا بنا کردہ اند دوم آنکہ اہل سیر نوشتہ اند کہ فاروق و زبیر روزی از روز ہائے خندق بر جماعۂ کفار حملہ آوردہ اند و آن جماعۃ را از ہم متفرق ساختند در آن میان ضرار بن الخطاب باز گشت و نیزہ بجانب عمر کشید و بعد از ان آن نیزہ را باز گرفت و گفت این نعمت مشکورہ است کہ بر تو ثابت کردم سوم آنکہ در بعض ایام خندق بسبب اہتمام بشغل دفع کفار نماز عصر از حضرت فاروق فوت شد و تاسفے عظیم از ینوجہ بخاطرش راہ یافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود را در آنوقت ہمراہ او عدہ فرمودند و باین شفقت علاج تاسفش ساختند عن جابر بن عبد اللہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جاء یوم الخندق بعد ما غربت الشمس جعل یسب کفار قریش و قال یا رسول اللہ ما کدت ان اصلی حتی کادت الشمس تغرب قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم واللہ ما صلیتہا فنزلنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بطحان فتوضا للصلوۃ وتوضانا لہا فصلی العصر بعد ما غربت الشمس ثم صلی بعدہا المغرب اخرجہ البخاری صفحہ ۴۶

لگن جائے ایک نہین تین تین فضیلت حاصل کر دیگئی۔ پہلی فضیلت تو بالکل نرالی ہے کہ عمر صاحب کو ایک طرف کا پہرہ دار بنایا جسکو ہم اسکے بعد کچھ اور تفصیل سے لکھین گے اور دوسری تعریف اوس سے بڑھی ہوئی ہے کہ ضرار بن الخطاب نے جو غالبا ان کے سوتیلے بھائی ہون گے ایک نیزہ انکی طرف چلا کر کہا "دو کہ این نعمت مشکورہ است کہ بر تو ثابت کردم"، مگر افسوس کہ شاہ صاحب نے مشکوریت کی وجہ نہ لکھی کہ کس قسم کی مشکوریت تھی؟ اور ثابت کسطرح ہوئی کیا کوئی چرکا بھی لگایا تھا۔

ضرار بن الخطاب کا نام تو کہرہا ہے کہ باپ دونون کے ایک تھے۔ مان مختلف ہون تو یہ اور بات ہے تو اب غالبا مشکوریت کی دو وجہ ہونگی ایک یہ کہ قتل نہیں کیا دوسرے یہ کہ خون لگا کر شہیدونمین داخل کر دیا

مطلق حال بھی نہ معلوم نہ تھا کہ اسکو کیا کہتے ہیں جب مسجد علی سے ہم لوگ آئے تو گاڑی وان گاڑی بھی یہین لایا جس سے بے اختیار جی چاہا کہ سوار ہو جائین اور اوس مسجد کیطرف چندان میلان بھی نہیں ہوا بوقت سواری پہنچنے اوس سے دریافت کیا کہ یہ مسجد کس کی ہے تو اوسنے عمر صاحب کا یا شیخین کا نام لیا جس سے معلوم ہوا کہ عدم میلان کی یہ وجہ تھی۔ واللہ یلہم الحق والصواب۔
اب شاہ ولی اللہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ یہ یادگاری اسلئے بنائی گئی ہے کہ یہان کا چوکی پہرہ عمر صاحب سے متعلق تھا مگر افسوس کہ جہان تک حافظہ مدد دیتا ہے یہ مقام ایسا نہ تھا کہ یہان کسی قسم کے حفاظت کی ضرورت ہو کیونکہ مسجد فتح سے تا بہ مسجد علی یہ مقام بالکل میدان ہے جو کنارہ خندق کے واقع ہے۔

ہان یہ ممکن ہے کہ یا تو اسی مقام پر انہون نے عمرو بن عبدود کی وہ تعریف کی تھی جس سے سارا لشکر اسلام دہل گیا اور کسی میں پھر اسکی جرات نہ ہوی کہ اوس کے مقابلہ کو نکلے۔
یا یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ ضرار بن خطاب نے جو نیزہ حضرت عمر کی طرف چلایا تھا اور پھر اوس نے یہ کہکر واپس لیا وہ کہ این نعمت مشکورہ است کہ بتو ثابت کردم ،، تو یہ واقعہ یہیں کا ہو کیونکہ اکثر کفار کے سوار اپنے گھوڑے جمکا کر خندق پہاند کر آجاتے تھے اور بقول شاہ ولی اللہ صاحب اس مقام کی حفاظت خلیفہ دوم ہی سے متعلق تھی پھر اس سے بہتر کون سا موقع حریف کو مل سکتا تھا کہ اس طرف سے حملہ کا موقع نکالے جس کا صلہ خود انہین کو یہ ملا کہ نعمت مشکورہ سے مالامال ہوئے
اب مین اسکو کہنا چاہتا ہون کہ اس جنگ خندق میں جہان مسلمانون کو اس شیر دل پہلوان عمرو بن عبدود سے ازراہ خیرخواہی اسلام اس قدر ڈرایا ہے وہان انھون نے اپنی خدمت مفوضہ کو کسطرح انجام دیا کیونکہ بتصریح شاہ ولی اللہ صاحب یہ معلوم ہو چکا ان کی اصلی خدمت ایک مقام خاص کی پہرہ داری تھی جس کو اسطرح تو ضرور انجام دیا کہ ایک کافر کے نام سے تمام مسلمانون کو حواس باختہ کردیا مگر دوسری حیثیت سے کیسی خدمت کی۔
چونکہ یہ مضمون مجلد ثالث ذوالفقار حیدری مین کچھ شرح وبسط سے بعد اثبات فرار خلفاء از جنگ احد وحنین وغیرہ مرقوم ہو چکا ہے لہذا اوسکی عبارت کا یہان نقل کرنا کافی ہوگا۔
بہرکیف یہان یہ خیال نہ ہو کہ یہ سب وفائی ثلثہ کی خصوصًا اور دیگر کبار صحابہ مہاجرین اولین المشتہر

سمت مشرق واقع ہے۔ خندق کا نشان کوئی نہیں کیونکہ بالکل ریگستان ہے مگر غور کرنے سے ایک وہمی صورت پیدا ہوتی ہے۔

اسکے نیچے مسجد سلمان فارسی ہے جو غالباً شکریہ میں اس فتح کے بنائی گئی اور چونکہ خندق کھودنے کی رائے حضرت سلمان فارسی ہی نے دی تھی اسوجہ سے بھی اس مسجد کا اون کے یادگار میں بننا ضروری تھا اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اسکی حفاظت انھیں سے متعلق ہو کیونکہ یہ مقام بالکل اوس جگہ سے متعلق ہے جہاں حضرت کا قیام تھا پھر اسکی حفاظت ایسے شخص سے نہ متعلق ہوگی تو کس سے ہوگی جس کے بارے میں سلمان منا اھل البیت ارشاد ہے۔

چونکہ بعض روایات میں اس کا بھی ذکر ہے کہ اس جنگ خندق میں حضرت سلمان فارسی پر جادو کیا گیا تھا جس کے لئے حضرت نے انکو غسل اور دیگر اعمال کی ہدایت کی لہذا ممکن ہے کہ یہیں اونہوں نے غسل وغیرہ کیا ہو اوسکی یادگاری میں یہ مسجد بنائی گئی۔

غرض اس مسجد میں بھی دو رکعت نماز تحیت ادا کی اور اس کے بعد ایک اور مسجد ملی جو مسجد ابراہیم مشہور ہے اوس میں بھی نماز تحیت پڑھی۔

سلسلہ سے نکلنے پر ایک پرتکلف اور وسیع مسجد ملی جہاں ہماری گاڑی بھی رکی تھی اور ایک عرب بھی آواز دے رہا تھا کہ آؤ آب سرد پیو جسکو ضرورت ہو وضو کرے مگر ہمنے اوس مسجد کا قصد کیا جو مسجد علی کہلاتی تھی اور وہ بھی پہاڑ پر واقع ہے اور کیا عجب کہ خندق کا سلسلہ یہیں ختم بھی ہوا ہو۔ اسوجہ سے اس کا اہتمام اور حفاظت و حراست جناب امیر سے متعلق ہو کیونکہ اگر غنیم کو یہاں کامیابی ہو جائے تو وہ بہت اچھی طرح لشکر اسلام پر حملہ کر سکتا ہے کہ پھر مسلمانوں کو کہیں پناہ نہ ملے۔

یہ مسجد بہت ہی مختصر ہے۔ زینہ بھی شکستہ ہے محراب مسجد میں اکثر زائرین نے اپنے نام بھی پنسل یا قلم سے یا کوئلوں سے لکھ دئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید صرف شیعہ ہی جاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں کیونکہ ہمارے ساتھ خدام حرم سے کوئی شخص ساتھ نہ تھا جو تفصیل بتاتا حیرت اسپر ہوتی ہے کہ جب مسجد سلمان سے ہمنے ادھر کا قصد کیا تو اوس مسجد کو چھوڑ دیا جو کچھ باتکلف تھی اور ایک عرب وہاں بلا بھی رہا تھا اور اس مسجد علی میں آئے اوس مسجد کا

ودجھی ثم قال ائت هؤلاء القوم حتی تاتینا بخبرهم ولا تحدثن حدثا حتی ترجع ثم قال اللهم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله ومن فوقه ومن تحته حتی یرجع قال فلان یکون ارسلنیها کان احب الی من الدنیا وما فیها قال فانطلقت فاخذت امشی نحوهم کانی امشی فی حمام الخ یعنے ایک شخص نے روبرو حضرت حذیفہ کے کہا کہ اگر ہم زمانہ رسول میں ہوتے تو بخوبی خدمت رسول بجالاتے حذیفہ نے کہا کہ شب احزاب ہملوگ خدمت رسول میں حاضر تھے اوس شب کو سردی بہت شدت کی تھی حضرت نے فرمایا جو کوئی جاکر قوم کفار کی خبر لائے تو وہ شخص بروز قیامت ہمارے ساتھ ہوگا یہ کلام سنکے سب خاموش ہوگئے تب آپنے نام لیکر ابوبکر کو پکارا اور فرمایا کہ اگر جاؤ تو جاکر خبر لاؤ ابوبکر نے کہا استغفر اللہ یا رسول اللہ اسیطرح عمر کا نام لیکر پکارا وہ بھی استغفار کرکے رہ گئے تب میرا نام لیکر پکارا کہ یا حذیفہ میں لبیک کہکر حاضر ہوا حالانکہ اوسوقت مارے جاڑے کے پسلیاں گھسی جاتی تھین پس حضرت نے ہمارے سر اور چہرے پر دست مبارک پھیرا اور کہا کہ جاؤ لشکر کفار کی خبر لاؤ اور کوئی بات نہ کرنا بعد اوس کے حضرت نے دعا کی کہ خداوندا تو اسکو شر اعداء سے بچانا جب ہم ادھر چلے تو یہ حال ہوتا تھا کہ ہم حمام کی گرمی میں جارہے ہیں تا بہ آخر سبحان اللہ کہین تو اہل سنت صحابہ کی جان نثاری اور وفاداری کسقدر بزبانی بیان کرتے ہین اور کہین یہ نامردی بہ مخالفت حکم خدا ورسول ظاہر کرتے ہیں رسول مقبول تو اس مخبری میں یہ ثواب بیان کرین کہ وہ ہمارا ساتھی ہوگا بروز قیامت اور شیخین کو نام بنام پکارین مگر کسیا حکم رسول کیسا حکم خدا آرام نہ جائے اور ان کے سوا خواہ یہ بات بنائین کہ یہ فرمانا حضرت کا کہ جعلہ اللہ معی یوم القیمۃ جو جملہ دعائیہ ہے استحباب پر دلالت کرتا ہے نہ وجوب اعتبار میں وعدہ ثواب نہیں ہوتا مگر یہ معلوم اس آیہ کے بارے میں وہ لوگ کیا کہینگے جو خداوند عالم فرماتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین یعنے جو اطاعت خدا ورسول کرے وہ بہشت میں ہمراہ انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین رہیگا کہ یہان بھی تو وہی وعدہ ثواب ہے کہ انبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین کے ہمراہ ہونگے شاید خلفاء و دیگر صحابہ اسی وجہ سے مخالفت حکم خدا ورسول کرتے تھے کہ یہ حکم بوجوب تو نہیں احکام واجبہ میں یہ وعدہ ثواب کہان پھر مخالفت میں کیا مضائقہ مگر اس کے ساتھ کفار کی نجات کا

کی عموما ایسے ہی موقعہ پر ہوتی تھی جہان جان سا گراسود اہوتا تھا کہ تلوار کی آنچ سہنا بڑے جوانمردون کا
کام ہے منافقون کا بزدلون کا دنیادارون کا بھاگنا تو ضروریات سے ہی جیسا کہ فخر رازی نے لکھا ہی بلکہ
اگر آنحضرت انکو اندھیری رات مین بھی دشمنونکی خبر دریافت کرنیکے لئے فرماتے تھے اور جاسوس و مخبری کو
لئے بھیجتے تھے تو اوسمین بھی پہلو تہی کرتے تھے اور نام لیکر پکارنے پر بھی استغفر اللہ ورسولہ کہکر خاموش
ہو جاتے تھے چنانچہ اس قدر تو شاہ صاحب بھی قبول کرتے ہین کہ حضرت نے بروز احزاب فرمایا کہ
کوئی جائے اور کفار کی خبر لائے بصلہ اسکے وہ ہمارے ساتھ ہوگا بروز قیامت پس کسی نے کچھ جواب
نہ دیا اور ہوا بہت تیز تھی تب حضرت نے فرمایا ای حذیفہ جا اور خبر لا پس حذیفہ کہتے ہیں کہ جب ہم
یہان سے چلے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ حمام کی گرمی مین جا رہے ہین پس جاکر خبر دریافت کیا اور حضرت سے
بیان کیا اب شاہ صاحب یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ یہ کلام آنحضرت ص بطور حکم نہ تھا کہ بجا آوری ضروری ہو
بلکہ بطور عرض تھا کہ جو چاہی بجا لائے اور یہ ثواب پائے۔ مین عرض کرتا ہون اے سخن شناس دلبرا سخن
اہلسنت اس سے کیا بحث کہ یہ فرمانا حضرت کا حکم تہا یا عرض تہا غرض تو اس سے ہی کہ آپکے صحابہ ایسے
وفادار اور جان نثار تھے کہ جنگ مین صف سے بھاگنا ہی اون کا کام نہ تہا بلکہ ایسے ایسے معمولی کام مین بھی
جسمین کچھ تلوار و تیر چلانے کی ضرورت نہ تھی نہ مردان جنگ آزما کا سامنا فقط چھپ کر رات کو کفار
کی خبر دریافت کرنا تھا اوسمین بھی حکم رسول سے عدول حکمی کرتے تھے کیونکہ اسی حدیث صحیح مسلم سے جسکو شاہ
صاحب نے نقل کیا ہی یہ بخوبی معلوم ہوا کہ جب آنحضرت ص نے حذیفہ کا نام لیکر وہی حکم جو بقول شاہ صاحب بطور
عرض تہا فرمایا تو حذیفہ گئے جاکر خبر لائے مگر آپ کے خلفا تو نام لینے پر بھی نہ اوٹھے استغفر اللہ ورسولہ
کہکر رہ گئے چنانچہ تفسیر در منثور مین علامہ سیوطی لکھتے ہیں اخرج الرویانی وابن عساکر عن ابراهیم التیمی
عنہ عن ابیہ قال لو ادرکت رسول اللہ ص لخدمتہ ولفعلت فقال حذیفہ لقد اتینی لیلۃ
الاحزاب ونحن مع رسول اللہ ص وکان یصلی من اللیل فی لیلۃ باردۃ لم ار قبلہ ولا بعدہ برداً
کان اشد منہ فحانت منہ التفاتۃ فقال الا رجل یذھب الی ھولاء فیاتینا بخبرھم جعلہ اللہ
معی یوم القیمۃ قال فما قام منا انسان قال فسکتوا ھم ثم قال یا ابا بکر فقال استغفر اللہ ورسولہ
ثم قال ان شئت ذھبت فقال یا عمر فاستغفر اللہ ورسولہ ثم قال ان شئت ذھبت ثم
قال یا حذیفۃ فقلت لبیک فقمت حتی اتیت وان جنبی لیقضبان من البرد فمسح راسی

کہ سب صحابہ مخاطب نہ تھے بلکہ وہی لوگ مخاطب تھے جو معدودے چند محافظت کیلئے ساتھ تھے پس جناب امیرؑ کا اوس مجمع میں ہونا ثابت کریں تب یہ دعوی پیش کریں بلکہ یقیناً حضرت وہاں نہ تھے کیونکہ حضرت امور عظیمہ کے لئے رہتے تھے نہ ایسے امور جزئیہ خفیفہ کے لئے دیکھیے غزوۂ بدر میں جناب امیرؑ تو کفار سے جہاد کرتے تھے اور ابوبکر بقول اہلسنت حضرتؐ کے ساتھ عرش پر بیٹھے تھے جیسا ازالۃ الخفا میں ہے پس اوسیطرح یہاں بھی جناب امیرؑ امور مہمہ میں مشغول تھے اور شیخین وغیرہ نامردان مع دیگر بعض شجاعان صحابہ کے ساتھ پہرہ چوکی کے لئے یہاں چھوڑ دیے گئے کہ اگر وقت پر کچھ نہ بن پڑے تو شور وغل ہی مچائیں گے کہ شجاعان نامدار ہوشیار ہو کر کفار سے کارزار کرینگے سوا اس کے ابوبکر و عمرؓ کا ہونا تو یقینی ثابت ہے اور حضرت کے پکارنے اور نام لیکر کہنے پر انکا استغفار کہ کر رہ جانا تو مسلم ہے بخلاف جناب امیر علیہ السلام کے کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں پس یہ طعن انہیں لوگوں میں منحصر رہا نہ غیروں میں جو وہاں حاضر نہ تھے یا جنہوں نے کام کو انجام دیا خصوصاً وہ شخص جسنے اس مہم کو سر کیا اور عمرو بن عبدود کو دو بارہ کیا کہ یہ خطاب بضربۃ علی یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین مخاطب ہوا یعنی ضربت علی روز خندق بہتر ہے عبادت تمامی جن و انس یا دونوں جہان سے اور بدیہی دلیل یہ ہے کہ جسطرح لڑکوں سے یا بوڑھوں سے بطمع کچھ کام لیا جاتا ہے حضرت نے فرمایا جو خبر لائے وہ ہمارے ساتھ ہوگا بروز قیامت تاکہ شاید ان نامردوں سے کوئی جائے جب دیکھا کہ وہ سب استغفر اللہ کہتے ہیں تو جو مرد کار آزما تھا اوس کو حکم دیا کہ ای حذیفہ جاؤ اور خبر لاؤ چنانچہ اونھوں نے کر دکھایا شاید یہی وجہ تھی کہ پہلے حضرت نے نام لیکر نہ فرمایا بعد اوس کے نام لیکر بھی فرمایا کہ ثواب کا بھی وعدہ کیا ہے اب حکم بھی دیتے ہیں تو کون جاتا ہے۔ صفحہ ۵۶ تا صفحہ ۶۱۔ ذوالفقار حیدری جلد ۳۔

ہم اجمالاً لے جو جواب دیا اگرچہ بظاہر بہت معقول ہے مگر جن لوگوں نے اصل مقام کی زیارت کی ہے اونکو تو عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہے کیونکہ ابتک جو نشانات اس جنگ کے قائم ہیں اوس سے بخوبی ظاہر ہے کہ محل قیام جناب رسالتمآب صلعم ابتدائے خندق کے سرحد پر تھا تو جناب امیرؑ کا قیام آخری حد پر تھا جس کو مسجد فتح اور مسجد علی بخوبی ظاہر کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی دو مقام اہم تھے جس کی حفاظت خود آنحضرت صلعم نے اور آپکے نفس نفیس جناب امیرؑ نے اپنے ذمہ لی تھی

بھی قایل ہونا چاہیے کہ وہ بھی شاید اسی خیال سے ایمان ساتھ خدا و رسول کے نہ لائے بعض
علماء اہل سنت یہاں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ محض حضرت کا یہ فرمانا کہ کون اس قوم کی خبر لاویگا دلیل اسکی
ہے کہ آن حضرت یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ جو جائیگا وہ صحیح و سالم ہمارے پاس پھر پہنچ جائے گا اوسکو رجع
نہ ہونچیگا چنانچہ علامہ قرطبی مفہم شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں قوله عليه السلام من یاتینی بخبر
القوم یتضمن اخبارہ بسلامة المار و راجعة الیه انتہی یعنی خود یہ فرمانا حضرت کا کہ کون خبر
لاویگا مشتمل ہوا ہے کہ حضرت خبر دے رہے ہیں جو جائے گا وہ صحیح و سالم پھر آئیگا پس معلوم کر پھر
کیا وجہ ہوئی جو رسول صنے باوصفیکہ نام بنام ابوبکر و عمر کو کہا اور یہ لوگ نہ گئے کیا یہ مضمون اونکو
نہ معلوم تہا کہ اس میں سلامتی کی بھی خبر ہے یا معاذ اللہ وہ حضرت کو اس اخبار میں صادق نہ جانتے
تھے یا اپنے ارادہ باطنی کے ذریعہ سے ان کو وثوق تہا کہ کسیطرح بوئے جنت نہ پائینگے
اسیوجہ جاڑے میں اپنی کملی نہ چھوڑی تو قیامت میں گرم جگہہ کیونکر چھوڑینگے۔ شاہ صاحب نے
جب دیکھا کوئی تاویل نہیں بنتی تو یہ بات نکالی واگر ازین ہمہ در گذریم این طعن متوجہ بحضرت امیر
ہم خواہد شد زیرا کہ آن حضرت نیز درآنوقت حاضر بودند نہ غائب پس چرا امتثال امر نہ فرمود شاید شاہ
صاحب یہ سمجھے ہیں کہ معاذاً باللہ اگر کوئی طعن جناب امیر پر وارد ہوگا تو اوس کے جوابدہ فقط
شیعہ ہی ہونگے حالانکہ یہ غلط فہمی اونکی ہے کیونکہ حضرت کے بارہ میں سنیوں کو بھی جواب دینا
لازم ہے اور اگر اسی پر راضی ہوں کہ در بارہ جناب امیر کل الزام قبول کر لینگے تو چشم ما روشن
دل ماشاد خوارج امروز فتح مبارکباد باقی رہے شیعہ پس وہ تو اصل اس روایت ہی کو کہینگے
کہ سنیوں کی روایت ہے، ہم اون کو سچا کب مانتے ہیں جو اس کا جواب دیں پہلے اصل ثابت کرو
تب جواب لو اور اگر کچھ زیادہ بولینگے تو شاہ صاحب کے خواجہ کابلی کا کلام پیش کرینگے جو بجواب
اس طعن کے کہتے ہیں ولان النبی لطبائہ لم یکونوا جمیع الصحابة الخارجین من المدینة معه
للمحاربة فانهم کانوا متفرقین فی الموضوعات و حفظ الثغور للمحافظة وکان معه جماعة معدودة
غیر سوینه انتہی یعنی کل صحابہ اس حکم کے مخاطب تھے اسلئے کہ جتنے لوگ مدینہ سے بقصد جنگ آئے
تھے وہ لوگ متفرق کاموں میں بیٹھے تھے کوئی بغرض محافظت خندق کھودتا تھا کوئی دوسرے
امور مہم میں مصروف تھا فقط چند لوگ حضرت کے پاس بغرض محافظت حاضر تھے جس سے معلوم ہوا

بجز اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ اہل سنت عمداً اور از راہ عناد ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو الزام انکے خلفا پر ثابت ہو اُس میں جناب امیرؑ کو بھی عیاذاً باللہ شریک کریں۔

اگر اس میں کسی قسم کا شک ہو کہ یہ واقعہ بعد از جنگ کا ہے تو روضۃ الصفا ملاحظہ ہو جسمیں اس واقعہ کو پوری تفصیل سے لکھا ہے مگر بخیال تعصب مذہبی شیخین کے نام کو اڑا دیا تاکہ انکی حالت مخصوصہ نہ معلوم ہو وھذہ عبارتہ صفحہ ۱۰۶ جلد دوم

محمد بن اسحٰق روایت کند کہ جوانے در مسجد کوفہ با حذیفہ الیمانی گفت یا ابا عبد اللہ خوشا حال شما کہ پیغمبر خدائے را دیدہ اید اگر مارا ملاقات آنحضرت دست میداد خاک راہ او میگشتیم تا پائے بر ما می نہاد حذیفہ ازیں سخن در غضب رفتہ گفت دروغ می گوئی چہ بیشتر ازیں بہتر از شما در خدمت پیغمبر بودند بدیں موجب عمل نمودند آنگاہ حدیث شب احزاب آغاز کردہ گفت بخدا سوگند کہ در آں شب چنداں مشقت و گرسنگی بما راہ یافتہ بود کہ بغیر از حق عزوعلا کس نمیدانست و دراں شب حضرت مقدس نبوی صلوات اللہ علیہ از خوابگاہ برخواست و چند رکعت نماز گذاردہ فرمود ہیچ مردے ہست کہ خبر قوم بما رساند تا خدائے در بہشت او را رفیق من گرداند حذیفہ گفت واللہ کہ ہیچ کس از ما از استیلاء جوع و خوف سرما جواب آنحضرت ندادیم و باز بنماز مشغول شدہ بعد از فراغ گفت ہیچ کس ہست کہ از قوم ما را خبرے رساند تا خدائے تعالیٰ در جنت او را رفیق من گرداند و دریں نوبت نیز ہیچ کس اجابت نکرد و چوں سہ نوبت ندا کردہ ہیچ کس جواب نداد سہ نفر یا چہار نفر را نام برد اصحاب کرام و کبار کہ می شنیدند جواب ایشاں ایں بود کہ پناہ میگیریم بخدا و رسول او ازیں مشقت کہ مارا از جائے خود برانگیختہ و بجائے فرستد چوں نام من برد گفتم لبیک یا رسول اللہ فرمود کہ توانی کہ امشب بجوار ما قیام نمائی تا فردائے قیامت با من باشی گفتم بلے یا رسول اللہ سمعاً و طاعۃً در بعضے روایات آمدہ کہ حذیفہ گفت نخست کہ رسول اللہ اصحاب را خطاب کرد و ہیچ کس برنخواست و حال آنکہ من داخل مخاطبان بودم و در آخر چوں مرا خواند اجابت کردم فرمود کہ اے حذیفہ چہ چیز مانع شد ترا کہ سخن مرا شنیدی و برنخواستی گفتم جوع و سرما یا رسول اللہ آں حضرت ازیں سخن متبسم شدہ فرمود پیشتر آئی و من نزد آں سرور رفتم و او دست مبارک بر سینہ

تو اور بھی یقین ہوتا ہے کہ جس وقت آنحضرت نے اپنے لشکر سے اس قسم کا خطاب کیا ہو ہرگز نہ جناب امیر وہاں موجود تھے نہ اُن کو اس کی اطلاع ہوئی نہ کوئی عاقل اسکو تجویز کر سکتا ہے کہ آنحضرت ایسا معمولی کام حضرت سے لیا چاہتے ہوں۔

اس تحریر سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرات اہل سنت کو اپنے خلفار کی برات اور جناب امیر پر اُسی الزام کے قائم کرنے میں کیسی کوشش ہتی ہے اور یہ نہیں سمجھتے کہ کون کام کسکے لائق ہوتا ہے اور کون کام کس سے لیا جاتا ہے۔ حالانکہ دیکھ رہے ہیں کہ اتنی بڑی جنگ جناب امیر تنہا فتح کرتے ہیں جسپر اُن کو کسی طرح کی مسرت نہیں ہوئی۔ اور یہ دیکھکر کہ شیخین پر اسکا الزام آتا ہے کہ باوصفیکہ آنحضرت نام لیکر پکار رہے ہیں مگر یہ نہیں جاتے۔ ایسا حواس باختہ ہیں کہ چاہتے ہیں اس الزام کو انکے سر سے اُتار کر جناب امیر کے سر لیجائیں۔ حالانکہ یہ ایسا امر ہے کہ اگر واقعاً جناب امیر اُس مجمع میں موجود بھی ہوتے اور اس حکم کو بھی سنتے تو بھی کوئی عاقل اس سے خیال نہیں کر سکتا تھا کہ یہ خدمت حضرت سے مفوض کی جائے یا آنحضرت کا یہ مقصود ہو کہ جناب امیر جائیں کیونکہ (۱) جاسوسی کے لئے عام طور سے ایسے اشخاص منتخب ہوتے ہیں جو مجہول الحال ہوں۔ مانی سکیں۔ نہ وہ شخص جو سپہ سالار ہو یا ایسا افسر اعلےٰ کہ اُسکے قتل و قید پر لشکر کی فتح و شکست کا دار و مدار ہو اسیوجہ سے پہلے آنحضرت نے عام طور سے فرمایا پھر شیخین کو نام بنام پکارا۔ (۲) جاسوس کے لئے ایک طرح کی چالاکی بھی ضروری ہے اسیوجہ سے شیخین کا نام بالخصوص لیا گیا جو مشہور چالاک اور ہوشیار تھے اور اُنھوں نے اپنی چالاکی کا پورا ثبوت بھی دیا کہ اتنا خطرہ بھی اُنھوں نے نہ گوارا کیا کہ لشکر سے باہر جاکر کفار کی خبر لائیں۔ کیونکہ ممکن ہے اُدھر کا بھی کوئی ایسا ہی چالاک جاسوس ہو جو اندھیری رات میں گمنامی حالت میں صاف کر دے۔

(۳) یہ واقعہ بعد از فتح جنگ کا ہے کہ عمرو بن عبدود کے قتل ہو جانے سے لشکر اسلام کی فتح ہو چکی تھی مگر ابھی لشکر کفار وہاں موجود ہے چلا نہیں گیا ہے۔ اسیوجہ سے حضرت کو انکی خبر رسانی کی ضرورت تھی اور چاہتے تھے کہ کوئی جاکر خبر لائے۔ پھر ایسے ہنگام میں جناب امیر کیطرف یہ خطاب کیونکر متوجہ ہو سکتا تھا کیونکہ حضرت تو عمرو بن عبدود کی تلوار سے زخمی ہو چکے تھے۔ ایسی حالت میں کون نادان اسکا خیال کر سکتا ہے کہ حضرت کا خطاب جناب امیر سے متعلق ہو سکے۔

کہ بیشتر آئی دمن بموجب آن عمل نمودم و آن حضرت را کسائی بود واسع الطول والعرض و گوشہ
ازان کسا بمن پوشانید چنان گرم شدم کہ بخواب رفتم و چون از نماز فارغ شد فرمود کہ قم یا
نومان) یعنی برخیز اے نومان بسیار خواب و از خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار شدہ
قضایا را معروض گردانیدم صفحہ ۱۵۷ روضۃ الصفا جلد ۲

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے جو میں کچھ زیادہ لکھ سکوں ورنہ ہنوز بہت سے مضامین ہیں جو نہایت
لطف انگیز ہیں۔ مگر ایک جملہ روضہ ندیہ کا عرض کرنا ضروری ہے علامہ محمد بن اسمعیل اور جو علمائے
اہلحدیث سے ہیں اپنی کتاب روضہ ندیہ میں بعد نقل واقعہ خندق کے لکھتے ہیں۔ فکفی بهذا القصة
شرفا و فضلا فهی اجل من ان توصف واعظم من ان تعظم فی ذلک الیوم الذی
قال الله تعالی انها بلغت القلوب الحناجر فعندها لا فخر لمفاخر قال ابو الخیر مرثد
بن شبیب والله ما امره بالرجوع القاء علیه بل خوفا فقد عرف قتلاه ببدر وعلم
انه ان ناهضه قتله واستحیی ان یظهر الفشل فاظهر الابقاء والارعاب وانه
لکاذب فیما قلت وفی هذه القصة ما تقصر عنه العبارات من الدلالة علی شجاعة
الوصی و علی بذل نفسه لله ولرسوله لانه بذل نفسه ثلاث مرات وقد
احجم الناس ولم یقم احد من ابطال المومنین المسلمین ثم ما احسن ما خاطب
به عمرو من الثلاث الخلال التی عرضها علیه فلله ما اثبت ذلک الجنان وما اقوم
تلک اللسان ان کلم باللسان انقن وان کلم بالسنان اثخن وفی بعض روایات
القصة انه لما برک علی صدر عمرو و تفل عمرو فسکن علیه السلام عنه ولما سار عنه
بقتله فسئل علیه السلام فی ذلک فقال ترکته حتی یسکن غضبی لنفسی لا اقتله الا لله
فصدق فی قوله علیه السلام ارجو بذلک نجاة فان قال بعضهم ان وجود الریق
فی فم عمرو فی تلک الساعة التی تقلص منه الشفاه وتجف الافواه دلیل علی
ان عمروا فی رتبة من الشجاعة لا تدانی لولا انه لاقاه من لم تلد النساء مثله قبله
ولا بعده صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ مطبع انصاری دہلی

یعنی اس قصہ جنگ خندق سے جو شرف و فضل جناب امیر نمایاں ہوا وہ کافی ہے۔ کہ بکر یا ایسا

ومیان ہر دو کتف من مالیدہ بر زبان معجز بیان راند (اللهم احفظه من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله) وبروایتے ایں کلمہ فرمود کہ (ومن فوقه ومن تحته) بخدا سوگند کہ خوف وجوع از من زائل شد وبعد ازاں حضرت اشارہ کرد کہ میان قوم رو واز حال ایشاں مرا اعلام نمائی کہ درچہ کار اند باید کہ ہیچ امرے از تو صادر نگردد تا پیش من برسی حذیفہ گفت سلاح خویش برگرفتہ از خندق بگذشتم وچناں گرم گشتم کہ پنداشتم کہ بحمام درآمدم وچوں نزدیک مشرکاں رسیدم در پس درختے پنہاں شدم دیدم کہ برائے ابوسفیاں بہر دیدہ آتشے افروختند چہ باد وطوفاں در آں لشکر بیروں از اندازہ وقیاس بود ابوسفیاں گاہے ایں تہی گاہ وگاہے آں تہی گاہ باتش گرم میکرد ومن دراں ہنگام خواستم کہ تیرے بہ تہی گاہ او زنم اما قول رسول اللہ صلعم مرا ازاں حرکت مانع آمد وعلقمہ بن علاثہ را دیدم کہ ندا میکرد اے آل عامر باد سرد مرا میکشد بعد ازاں لشکر الٰہی رسید کہ سنگہائے بزرگ می انداختند ومشرکاں بہ سپر آں سنگہا را از خود دفع میکردند وآتشہائے مشرکاں از تندباد حوادث مردہ ودلہائے ایشاں از نزول نوائب نیز مردہ گشت ابوسفیاں کہ صورت حال مشاہدہ کرد گفت اے معشر قریش مدت اقامت ما دریں دیار دیر شد وچہار پایان ما ہلاک شدند وبنی قریظہ با ما مخالفت کردند واسلحہ ما از کار باز ماند وایں باد بے نیازی ہیچ ما را بقرار نمی گذارد واینک من رفتم وبجانب شتر خویش آمد واز غایت تعجیل زانوے شتر ناکشودہ برنشست ودراں حین عکرمہ بن ابی جہل فریاد کرد کہ اے ابوسفیان تو پیشوا وے قوم ایشاں را در بلا گذاشتہ کجا میروی وابوسفیاں از خجالت وشرمندگی فرود آمد وزانوے شتر را بکشاد وزمام شتر بدست گرفتہ رواں شد ودرمیان لشکر گاہ ندا کرد کہ در رفتن تعجیل نمایید وتمامت قریش وغطفان وکنانہ وفزارہ ما قواقل یاس وحرماں روے براہ نہادند ودر آں دیار از مشرکان وعبدہ اوثان کہ بقصد مال وجان مسلمانان کمر بستہ بودند دیارے نماند حذیفہ گوید کہ چوں مخالفان بیار کردن مشغول شدند من مراجعت کردم در اثنائے راہ بست سوار دیدم کہ عمامہائے سفید برسر داشتند ودو کس از ایشاں با من گفتند کہ با صاحب خود بگو کہ اللہ تعالیٰ شر لشکر دشمن از تو کفایت کرد وچوں بلشکر ومنزل خویش رسیدم بدستور سابق از سرما متاثر گشتم وآں حضرت را در نماز یافتم بدست اشارہ فرمود

کی شجاعت اُسکو معلوم تھی وہاں ان بہادروں کی بہادری بھی معلوم تھی۔
دوسرا امر قابل غور یہ ہے کہ عمر صاحب نے جو عمرو بن عبدود کی تعریف شجاعت کا ایک باندھا
تھا اُسکو علماے اہل سنت نے کس خوبی سے نباہا کہ مرتے وقت تک اُسکے تھوک پر ان کی
نظر ہے اور زبان سے اُسکا ذائقہ لے رہے ہیں کہ ایسے وقت میں تھوک کا ہونا دلیل کمال
شجاعت ہے اس سے بڑھکر حضرت عمر کی کیا تصدیق ہوسکتی ہے۔
اس سے یہ بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ خداوند عالم نے جو بلغت القلوب الحناجر
ان صحابہ کی تعریف میں فرمایا ہے کہ لبوں تک دم آگئے تھے وہ انھیں حضرت کی شان میں ہے۔
کیونکہ اپنی اُسی حالت پر انھوں نے عمرو عبدود کا قیاس کیا کہ جب صرف عمرو بن عبدود
کے نام سے یہ دہشت تھی کہ لبوں تک دم آگیا تھا تو اُسکی کیا حالت ہوگی جو ایسے شیر بیشۂ
شجاعت کے پنجہ میں گرفتار ہے اور ذوالفقار صاعقہ بار اپنا کام کر رہی ہے۔
اب یہاں وہ چند اشعار مثنوی مولوی روم کے یاد کرلو جو مشہور ہیں ۵ او خیو انداخت
بر روے علی ۔ افتخار ہر نبی و ہر ولی۔ اُسکے بعد جو نتیجہ نکالا ہے اُسکو بھی یاد فرمائیے ۵
تو بتاریکی علی را دیدہ ۔ زاں سبب غیرے بہ دیگر دیدہ ۔ کیونکہ اب تو اہل سنت کے یہاں
یہ امر مسلم ہوگیا ہے کہ مثنوی **مولوی روم علم کلام کی اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔**
اب ہم اس بحث کو جنگ خیبر پر ختم کرتے ہیں اور اُس میں جو شاہ ولی اللہ صاحب
نے فضائل حضرت عمر لکھے ہیں اُسی کی شرح پر اکتفا کرتے ہیں وھذا عبارتہ صفحہ ۱۹۸ مقصد دوم
وازانجملہ آنست کہ در غزوہ خیبر ماثر جمیلہ نصیب فاروق گشت بوجوہ بسیار
یکے آنکہ اہل سیر ذکر کردہ اند کہ دریں غزوہ میمنہ لشکر بحضرت فاروق شد دیگر آنکہ ہر شبی
بعہد حراست لشکر بیکے از مقرر می شد شبے کہ نوبت حراست فاروق اعظم بود یہودے
بردست وے رونا افتاد وپیش آں حضرت م اور ابرد وآنحضرت احوال خیبر از وے استفسار فرمود
واین معنی سبب فتح خیبر شد۔ سوم آنکہ آنحضرت م در حق شخصے فرمودہ رحم اللہ
خلانا فاروق بحدس ذہن معاملہ الٰہی یا آنحضرت در دعاے او شناخت وگفت وجبت
یارسول اللہ قال ابن اسحٰق فحدثنی محمد بن ابراھیم التیمی عن ابی

شروع نہیں ہو جو تیز تحریر میں آسکے یا اُسکی عظمت بیان ہوسکے کیونکہ یہ وہی واقعہ ہے جسکے نسبت خداوند عالم (سورہ احزاب میں) فرماتا ہے کہ پہونچ گئے تھے لوگوں کے (مسلمانوں کے) دل گلوں تک (لب پر دم آگیا تھا) جسکے بعد پھر کسیکو کوئی فخر نہیں باقی رہا ابوالخیر مصدق بن شیب کہتا ہے کہ عمرو بن عبدود نے جو جناب امیر سے کہا تھا کہ تم چلے جاؤ بلحاظ ملاقات و محبت حضرت ابوطالب کے جو ہمارے انکے دوستی تھی) تو اُسکی یہ غرض نہ تھی کہ براہ مہربانی کہا ہو کہ تم بچ جاؤ اور زندہ رہو بلکہ یہ کلام اُسکا از راہ خوف تھا کیونکہ وہ حضرت کی کارزار روز بدر دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ اگر ان سے جنگ ہوئی تو ضرور ہم مارے جائینگے لہذا اُسنے یہ حیلہ نکالا کہ ہماری بزدلی بھی نہ ظاہر ہو اور اس حیلہ سے لڑائی کی نوبت آنے نہ آئے اسی لئے اُسنے رعب جمانے کو وہاں قیام بھی کیا اور فرار نہ کیا حالانکہ وہ جھوٹھا تھا

علامہ محمد بن اسمعیل لکھتے ہیں کہ اس قصہ میں وہ دلائل ہیں شجاعت جناب امیر پر کہ عبارتیں اُسکی ادا کو کافی نہیں کیونکہ اسی معرکہ میں حضرت نے تین مرتبہ اپنی جان خدا کی راہ میں دینی چاہی جبکہ سب خاموش ہوگئے تھے اور بہادران اسلام سے کسیکو یہ جرءت نہ ہوئی کہ مقابلہ کرسکیں پھر جو حضرت نے عمرو بن عبدود سے تقریر کی وہ کیسی عمدہ تقریر تھی تین باتوں کو اُسپر پیش کیا اللہ اللہ کیسا دل تھا اور کیسی زبان کہ اگر نیزہ لگاتے تو پار کر دیتے اور اگر تقریر کرتے تو کیسی محکم بعض روایات میں آیا ہے کہ عمرو عبدود نے اس حالت میں حضرت پر لعاب دہن ڈالا جس سے آپ کچھ دیر کیلئے اُسکے قتل سے ساکت ہو رہے لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا اسلئے ہمنے تامل کیا کہ نفسانیت کا ہیجان کم ہوجاے تا کہ محض رضاے خدا کیلئے قتل کروں۔ پس اس واقعہ نے کیسی تصدیق کی ہے اُس کلام کی جو حضرت نے اپنے رجز میں بمقابلہ اُسکے کہا تھا اور جو ابھی [illegible] یعنی کہ اس لڑائی سے محض رضاے خدا کے طالب ہیں بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اسوجہ سے [illegible] جبکہ لب خشک ہوجاتا ہے اور منہ کی تری جاتی رہتی ہے عمرو بن عبدود کے منہ میں اسقدر تھوک کا ہونا اُسکے کمال شجاعت کی دلیل ہے مگر کیا کیا جاے کہ اُس کو اس شخص سے پالا پڑا جسکا مثل و نظیر نہ پیدا ہوا اور نہ ہوگا انتہی۔

اس تقریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ عمرو بن عبدود کیسے جناب امیر کو ٹالنا چاہتا تھا وہاں یہ بھی معلوم ہوگا کہ ابوبکر و عمر صاحبان کو جنگ آزمائی کی کیوں خواہش کی تھی (دیکھو صفحہ ۹۳) کیونکہ جناب حضرت

دوسری فضیلت یہ لکھی کہ عمر سے حراست یعنی پہرہ دینا متعلق تھا جس میں ایک یہودی انکو ملگیا اور اُسکو وہ حضرت کے پاس لیگئے جس سے وہانکے حالات معلوم ہوئے اور وہی سبب فتح ہوا۔ مگر افسوس کہ اسپر نہ غور کیا کہ اگر اس میں کوئی فضیلت نکل سکتی ہے تو اُس یہودی کی نہ عمر صاحب کی۔ کیونکہ عمر صاحب نے تو چاہا تھا اُس یہودی کو قتل کرکے ایک طرحکا نام پیدا کریں کہ اُنکے ہوا خواہوں کو اسکا موقع ملے کہ کہہ سکیں کہ ایک شخص کو انھوں نے بھی مارا ہے۔ مگر افسوس کہ اتنی عزت بھی اُنکو نہ مل سکی۔

بہرحال اس یہودی کی گرفتاری کا حال سیرہ حلبیہ میں اسطرح پر مرقوم ہے۔ فلما کانت اللیلۃ السادسۃ من السبع استعمل ﷺ عمر فطاف عمرؓ باصحابہ حول العسکر وفرقھم فاتی برجل من یھود خیبر فی جوف اللیل فامر بہ عمرؓ ان یضرب عنقہ۔

یعنی آنحضرت نے چھٹی رات عمر کو مقرر کیا پہرہ پر عمر نے گھومنا شروع کیا اور اپنے لشکر کو پھیلا دیا جن میں سے ایک شخص ایک یہودی کو گرفتار کرکے لایا جسکے قتل کا حکم انہوں نے دیا جس سے معلوم ہوا کہ خود عمر صاحب نے نہیں گرفتار کیا تھا بلکہ ایک دوسرا شخص گرفتار کرکے لایا تھا اور عمر صاحب نے چاہا تھا قتل کرکے سرخروئی حاصل کریں اور روضۃ الصفا میں اسطرح پر ہے۔

آوردہ اند کہ درشبے از شبہا کہ عمر بن الخطاب بحراست سپاہ اسلام قیام می نمود یہودی را گرفتہ نزد او رسانیدند فرمود کہ آں شخص را بکشند فرمود مرا نزد پیغمبر خود ببرید کہ با او سخنے دارم عمر او را پیش رسول اللہ بردہ صورت حال را معروض داشت آنحضرت با یہودی گفت کہ چہ سخن داری گفت از حضار نطارہ می آیم و ضمائر اہل قلعہ از مہابت قتال مردان بغایت پریشان ہست واز صولت مبادران این لشکر ہراسان دلعیہ اند کہ امشب بحصن شق انتقال کنند و آلات حرب و حبوبات در موضعے پنہاں کردہ اند کہ من محل آنرا میدانم وچوں فردا حصار مفتوح گرد داں موضع را بنمایم حضرت گفت انشاء اللہ تعالیٰ یہودی گفت اہل وعیال من در حصن نطاۃ اند بمن بخشی رسول اللہ فرمود بخشیدم در روز دیگر نطارہ فتح شد و حصار شق نیز مفتوح گشت ویہودی با توابع خود ایمان آوردند صفحہ ۶۴ جلد ۲

جس سے ظاہر ہے کہ عمر صاحب نے تو اُسکو قتل ہی کرنا چاہا تھا۔ مگر اُسنے خود اسکی خواہش کی کہ

الهيثم بن نضرة الاسلمی ان اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع انزل یا ابن الاکوع فحدثنا هنیاتك قال فنزل یرتجز برسول اللہ فقال ؎ واللہ لولا اللہ ما اهتدینا ۔ ولا تصدقنا ولا صلینا ۔ انا اذا قوم لغوا علینا ۔ وان ارادوا فتنۃ ابینا ۔ فانزلن سکینۃ علینا ۔ وثبت الاقدام ان لاقینا ۔ فقال رسول اللہ رحمك ربك فقال عمر بن الخطاب رض وجبت واللہ یا رسول اللہ لولا امتعتنا بہ فقتل یوم خیبر شهیدا ۔

چہارم آنکہ در بعض ایام خیبر او امیر لشکر بود مجاہد ہا فرمود ہر چند فتح بر دست مرتضیٰ واقع شد وفضیلت وی ربود در ینواقعہ غالب تر برآمد علی مرتضیٰ گفت ساد رسول اللہ الی خیبر فلما اتاها بعث عمر وبعث الناس الی مدینتهم او قصرهم فقاتلوهم فلم یلبثوا ان هزموا عمر واصحابہ فجاؤا یجبنونہ ویجبنهم اخرجہ الحاکم و این کلمہ بلیغہ بہت از حضرت مرتضیٰ چوں اینجا مقصود اهتمام در حرب بود ترک اهتمام را بلفظ جبن تعبیر رفتہ ۔ در آمدن بے فکر ۱۲

اس عبارت کو پڑھ جائیے تو معلوم ہو شاہ صاحب نے وہ وہ فضائل و مناقب عمر صاحب نکالے ہیں کہ آسمان و زمین کا قلابہ ایک کر دیا مگر افسوس کہ خود شاہ صاحب شریک واقعہ نہ تھے ورنہ عمر صاحب نے اس لڑائی میں دن کو یا رات کو کوئی پتھر یا مکھی ماری ہوتی تو اسکو بھی لکھ دیتے ۔ اُن کو یہ بھی نہ معلوم ہو سکا کہ عمر صاحب کس سواری پہ گئے تھے اونٹ پر یا گھوڑے پر یا گدھے پر ۔ ورنہ جہاں جہاں اُس جانور نے ٹھوکر لی ہوتی اسکو بھی بڑی چرب زبانی سے لکھتے ۔

بہر حال اس میں پہلا امر شاہ صاحب یہ لکھتے ہیں کہ لشکر کا میمنہ عمر صاحب سے متعلق تھا مگر افسوس کوئی تاریخی ثبوت اسکا انھوں نے نہیں دیا نہ کسیکا قول نقل کیا نہ کوئی سند لکھی جسپر نظر کیجائے حالانکہ اگر ایسا ہو بھی تو صرف میمنہ لشکر میں رہنے یا اُسکے سردار بننے سے کیا فائدہ جب تک وہ بنا یا نہ دکھائے ۔

جدال ارباب ضلال مبادرت نمود و مقاتلات عظیمہ درمیان آوردہ بے نیل مقصود بازگشت و نوبت سیوم باز عمر بن الخطاب با زمرہ از اصحاب محاصرہ و محاربہ نمودہ عنان مراد بدست نیاوردہ مراجعت نمود صفحہ ۲۹۸ - یہی مضمون بجنسہ دفتہ الصفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں بھی موجود ہے کہ دو مرتبہ عمر صاحب اور بیچ میں ابوبکر صاحب بھی کود کر لڑنے گئے مگر نامراد پھرے - جس سے معلوم ہوا کہ یہ کام بھی بے حکم رسول کیا تھا جسکا یہی نتیجہ تھا جو ہوا کہ عمر صاحب بے نیل مرام دو مرتبہ واپس آئے آپکو تعجب ہوگا کہ حضرت عمر کو یہ جرأت کیونکر ہوئی کہ از خود علم لیکر لڑنے نکلے مگر غور کیجئے گا تو معلوم ہوگا کہ یہ بھی صدقہ تھا جناب امیرؑ کا کیونکہ ابھی جنگ خندق میں وہ دیکھ چکے ہیں کہ جس عمرو بن عبد ود کو وہ رستم وقت سمجھے تھے اور سارا لشکر اسلام اُسکی ہیبت سے بد حواس باختہ تھا - جناب امیرؑ کے مقابلہ میں ایسا نکما نکلا کہ آخر جان ہی سے مارا گیا - اسی واقعہ نے اُنکو یہ جرأت دلائی کہ بے حضرت کی مرضی کے علم لیا اور لڑنے چلے مگر جب دل ہی نہ ہو تو کیا کریں آخر اس حیثیت سے بھاگے کہ وہ لشکر والیونکو بزدل کہتے تھے اور لشکر والے انکو بزدل بناتے تھے - مگر قابل قدر یہ جملہ ہے جو شاہ صاحب ازالۃ الخفا میں خلیفہ دوم کی نسبت لکھتے ہیں این کلمہ ملبعہ ست از حضرت مرتضےٰ چوں اینجا مقصود اقتحام در حرب بود ترک اقتحام را بہ لفظ جبن تعبیر رفتہ - کیونکہ اقتحام کے معنی خود اُسی ازالۃ الخفا میں نیچے اُسکے لکھا ہوا ہے "درآمدن بے فکر" جسکا اردو ترجمہ بے سوچے سمجھے ہے یا بے دھڑک ہے - جس کے مطلب یہ ہوئے کہ عمر صاحب نے چونکہ بے دھڑک جنگ نہیں کی - اسلئے جناب امیر نے اُنکی نسبت لفظ جبن کا استعمال کیا حالانکہ دراصل وہ جبن نہ تھا -

شاہ صاحب نے اس ذریعہ سے اسکی بھی تعریف کر دی کہ گو جناب امیر نے اس جنگ کو فتح کیا مگر وہ کام محمود نہ تھا کیونکہ اقتحام تھا یعنی بے دھڑک لڑنا جو محمود نہیں ہے کیونکہ محمود وہ ہے جو سمجھ بوجھ سے ہو اور میانہ روی کے ساتھ

اسی سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کا ایمان کیسا ہے اور کیسے خیر خواہ اسلام ہیں کہ عمر صاحب کے فرار کو در پردہ تو محمود بتا رہے ہیں کیونکہ ترک اقتحام محمود ہے اور جناب امیر کی فتح کو پہلے تو امر تقدیری کہتے ہیں جس سے حضرت کی فضیلت کم ہو جائے - پھر اُسکو اقتحام سے ملا کر ٹھہراتے ہیں جو فی نفسہ صفتِ غیر محمود ہے - پھر ایسے ایمان کا کیا ٹھکانا -

کہ حضرت کی خدمت میں ہمکو لیچلو اور یہاں آکر اُسنے کل حالات بیان کیے جس سے فتح قلعہ میں کامیابی ہوئی تو اگر اُن حالات کے اطلاع کو فتح میں دخل ہے تو یہ احسان اس مسلمان کا ہے جسنے اُس یہودی کو گرفتار کیا یا اُس یہودی کا ہے جسنے خود حضرت کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور سارا حال بیان کیا نہ عمر صاحب کا جو قتل ہی کیا چاہتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ اصل فتح کے مزاحم تھے کیونکہ وہ کلید فتح کو قتل کیا چاہتے تھے۔

نمبر فضیلت تو ایسی ہے جو انکے ایمان کی پوری کاشف ہے کیونکہ جب رحمہ اللہ کہنے سے انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ شخص ضرور قتل ہوگا۔ تو آخری وقت میں جب حضرت نے وصیت نامہ لکھنا چاہا اور فرمایا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی تو کیوں نہ عمر صاحب سمجھے اگر یہ وصیت نامہ نہ لکھا جائیگا تو ہملوگ کبھی ہدایت یافتہ نہ ہونگے۔

اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ امر تو تمامی صحابہ میں مشہور تھا۔ سب جانتے تھے کہ حضرت کا یہ کلمہ بلکہ کوئی حکم جو منہ سے نکلتا تھا وہ عین واقع کے مطابق ہوتا ہر سر مو اُسکے خلاف نہوتا پھر اسمیں عمر صاحب کی کون فضیلت نکلی۔ بلکہ اور اسنے اُنکے ایمان کی قلعی کھولدی کہ یہ سب جانتے تھے مگر اپنی غرض کے آگے سبکو رد کر دیتے۔

حقیقت میں فرقہ اہل سنت کچھ عجیب دماغ رکھتا ہے کہ ایک موقع پر تو عمر صاحب کو ایسا پکا مومن بناتے ہیں اور نکتہ شناس کہ حضرت نے کسی کے نسبت رحمہ اللہ کہا اور یہ سمجھ گئے کہ اب یہ مرجائیگا اور دوسرے موقع پر اگر حضرت لعن اللہ من تخلف عن جیش اسامہ بھی فرماتے ہیں تو انکے کان پر جوں نہیں رینگتی اسیطرح آنحضرت ایتونی بقرطاس اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدی فرماتے ہیں مگر یہ کہے جاتے ہیں ان الرجل لیھجر۔ پھر انکو کون سمجھائے کہ یہ کس قسم کی بات ہے اور کیا ایسے شخص کو کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے

چھٹی فضیلت البتہ سب سے بھاری فضیلت ہے جسمیں عمر صاحب کو یہ منصب بتلایا ملا کہ سردار لشکر بنے مگر یہ نہیں معلوم کہ یہ سرداری کیونکر ملی کیونکہ مدارج النبوۃ میں ہے آوردہ اند کہ روزے عمر رضی علم بر داشتہ با جمعے از حامیان حوزہ اسلام بپائے قلعہ آمد وچندانکہ بذل مجہود نمود روے مراد ندید روز دیگر ابوبکر صدیق رضی رایت برگرفت و با طائفہ از شجعان و ابطال بقتال :

الیہود من راس الحصن قالوا من انت قال انا علی بن ابیطالب قال
تقول الیہود علوتم وما انزل علی موسی او کما قال فما رجع
حتی فتح اللہ علی یدیہ قال ابن اسحق حدثنی عبداللہ بن حسن عن
بعض اہلہ عن ابی رافع مولی رسول اللہ ؐ قال خرجنا مع علی بن ابیطالب
حین بعثہ رسول اللہ ؐ برایتہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ
علی یدیہ فطرح ترسہ من یدہ فتناول علی بابا کان عند الحصن فترس
بہ عن نفسہ فلم یزل فی یدہ وھو یقاتل حتی فتح اللہ علی یدیہ ثم القاہ
من یدہ حین فرغ فلقد رایتنی فی نفر سبعۃ انا منہم نجہد علی ان
نقلب ذلک الباب فما نقدر واخرج البخاری عن سلمۃ بن الاکوع قال کان
علی بن ابیطالب تخلف عن النبی ؐ فی خیبر وکان رمدا وقال انا اتخلف
عن النبی ؐ فخرج فلما بتنا اللیلۃ التی فتحت قال لاعطین الرایۃ غدا او
لیاخذن الرایۃ غدا رجل یحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علیہ فنحن نرجوھا
فقیل ھذا علی فاعطاہ ففتح علیہ ص ۲۵۷

یعنی سلمہ بن اکوع راوی ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے ابوبکر کو علم دیکر بعض قلعوں خیبر کے روانہ کیا
زحمت اٹھا کر واپس آئے دوسرے روز عمر کو بھیجا وہ بھی جنگ سے بھاگ کر واپس آئے تب
حضرت نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو علم دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہو اور خدا و رسول
اسکو دوست رکھتے ہوں کرار ہو گا غیر فرار سلمہ کہتے ہیں کہ پس بلایا علی کو حالانکہ
اُن کی آنکھیں جوش کرآئی تھیں پھر لعاب دہن ڈالا آنکھوں میں۔ اور کہا لو اس علم کو اور چلے
جاؤ یہانتک کہ خدا تمھارے ہاتھ سے فتح کرے کہا سلمہ نے کہ پس لیا علم کو حضرت علی نے
اور ہرولہ کرتے ہوئے دوڑے اور ہم اُنکے پیچھے پیچھے جاتے تھے یہانتک کہ جاکر گاڑ دیا حضرت
علی نے اپنے علم کو ایک پتھر پر جو قلعہ کے نیچے تھا ایک یہودی نے اوپر سے دیکھا اور پوچھا
تم کون ہو کہا علی بن ابیطالب یہودی نے کہا قسم اُسکی جو نازل کیا گیا حضرت موسیٰ
پر کہ تم لوگ ہم پر غالب ہوئے پس نہ پھرے حضرت علی مگر بعد فتح خیبر۔

افسوس کہ یہ لوگ مدعی تو ہیں اسلام کے مگر ایسے فتوحات عظیمہ پر بھی صرف اسوجہ سے کہ شرف جناب امیر کی بدولت حاصل ہوا دل مسوس کر رہ جاتے ہیں جسکی تصدیق شاہ صاحب کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ عمر کے بارے میں تو لکھتے ہیں "در بعض ایام خیبر امیر لشکر بود مجاہدہا فرمود" اور جناب امیر کے بارے میں لکھتے ہیں "ہر چند فتح بر دست مرتضیٰ واقع شد"۔

کیوں صاحب عمر صاحب کے لئے باوصف تکرار فرار مجاہدہا فرمود لکھا جائے اور جناب امیر کے لئے باوصف ایسی فتح عظیم کے یہ جملہ مستعمل ہو "ہر چند بر دست مرتضیٰ واقع شد" جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کس کراہت سے شاہ صاحب اس واقعہ کو لکھ رہے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اصل زحمت و مشقت اس مادہ میں تو عمر صاحب نے اٹھائی مگر اتفاقی طور پر فتح حضرت علی کے ہاتھ سے ہوئی جو کوئی قابل تعریف نہیں بلکہ معاذ اللہ از قبیل "گاہ باشد کہ کودک ناداں بغلط بر ہدف زند تیرے" کا مضمون ہے۔

بہر حال اب اسکو بھی انہیں شاہ صاحب کی زبانی سن لیجئے کہ جناب امیر نے اس خیبر کو کیونکر فتح کیا اور کیسی کرامتیں ظاہر ہوئیں اسکے بعد آپکو اختیار ہوگا کہ جناب امیر کی اس فتح کو جس نظر سے چاہے دیکھئے اسی ازالۃ الخفا میں ہے ص۲۵۶

وازانجملہ آنکہ در غزوہ خیبر در فتح حصنے از حصون در رنگ تاخیر واقع شد رایت بدست حضرت مرتضیٰ دادند و بآنجانب رواں ساختند فتح آں حصن بر دست او متحقق گشت قال ابن اسحق حدثنی بریدہ بن سفیان عن ابیہ عن سلمہ بن الاکوع قال بعث رسول اللہ ص ابابکر برایۃ الی بعض حصون خیبر فقاتل و رجع و لم یکن وقد جہد ثم بعث من بعد الغد عمر فقاتل ثم رجع ولم یکن فتح وقد جہد فقال رسول اللہ ص لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ ورسولہ و یحبہ اللہ ورسولہ کرار غیر فرار لا یرجع حتی یفتح اللہ علی یدیہ قال یقول سلمہ فدعا علیا وہو ارمد العینین فتفل فی عینیہ ثم قال خذ ہذہ الرایۃ فامض بہا حتی یفتح اللہ علیک قال یقول سلمہ فخرج بہا یہرول ہرولۃ وانا لخلفہ نتبع اثرہ حتی رکز رایتہ فی رضم من حجارۃ تحت الحصن فاطلع الیہ

مگر اُسی روز جس کے لئے میں نے گردن بلند کی مگر ہائے رسول اللہ نے حضرت علی کو بلایا اور
انھیں علم دیا۔

پھر جملہ کرار غیر فرار بتا رہا ہے کہ اجتک جتنے حضرات علم لیکر لڑنے گئے تھے جس طرح وہ
کرار کے خلاف فرار تھے اسی طرح وہ بجائے محبوب خدا و رسول ہونیکے مبغوض الٰہی تھے اور
بجائے اس کے کہ وہ خدا کے دوست ہوں خدا کے دشمن تھے کیونکہ اگر ایسا نہو تو یہ کلام آنحضرت
ایک لغو کلام ہوتا ہے جس کا کوئی مدعی اسلام دعویٰ نہیں کر سکتا۔

اہل سنت نے یوں تو فضایل جناب امیر کے مٹانے کی ہمیشہ کوشش کی مگر خاص اس
فضیلت کو تو اسطرح چھپایا ہے کہ کسی کو خیال کرنے کی بھی نوبت نہ آئے کہ آنحضرت نے اس دو جملہ
میں کیسے اسرار رکھے ہیں اور کسطرح امت کو تعلیم کیا ہے جسپر اگر ذرہ برابر بھی خیال کیا جائے تو پھر
کسی بحث و دلیل کی ضرورت نہ رہی۔

مگر یہ نہ سمجھئے گا کہ سب ایسے ہی ہیں بلکہ بعض ایسے حق پسند بھی ان میں نکل آے ہیں کہ
پوست کندہ حال بیان کر دیتے ہیں چنانچہ علامہ محمد ابن اسمٰعیل امیر جو علمائے اہل حدیث کے نہایت
ہی واجب الاحترام امام ہیں اپنی کتاب روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ میں لکھتے ہیں ص ۲۵ قلت قد
اشتملت هذه القصة على معجزات لرسول الله صلعم وعلى فضايل لوصيه عليه السلام
فلنشر الى ذالك فمن المعجزات الاخبار بالغيب
من فتح خيبر واستجابة دعوته وشفاء الرمد
بريقه في ساعته وفي انه عليه السلام يكفي الحر
والبرد انه لم ترمد عينيه بعد ذالك كما اخرج
احمد بن حنبل في المناقب من حديث على عليه السلام
قال ما رمدت منذ تفل رسول الله صلعم في عيني
واخرج الفريابي عنه عليه السلام قال ما رمدت
عيناى منذ مسح رسول الله صلعم وجهي وتفل في عيني
يوم خيبر حين اعطاني الراية واما الحر والبرد

یعنی یہ قصہ شامل ہے بہت سے معجزات رسول اللہ پر
اور فضایل پر انکے وصی علیہ السلام کے جس سے
ایک تو یہ ہے کہ آپنے غیب کی خبر دی فتح خیبر سے (۲)
دعا آنحضرت کی قبول ہوئی (۳) آپکے لعاب دہن سے
فی الفور آشوب چشم جاتا رہا (۴) پھر جناب امیر کو
آشوب چشم نہوا (۵) اثر حرارت و برودت سے
محفوظ رہے جیسا کہ احمد ابن حنبل نے مناقب میں
روایت کی کہ حضرت علی نے کہا کبھی میری آنکھیں
دکھنے نہ آئیں جب سے حضرت نے لعاب دہن لگایا

ابن اسحٰق راوی ہیں کہ جب حضرت علی نے اہل خیبر سے جہاد شروع کیا
ہاتھ پر مارا جس سے سپر اُن کی گر گئی۔ پس حضرت علی نے دروازہ اُ
اُسی کو لیکر لڑنے لگے یہانتک کہ خیبر کو فتح کیا۔ پھر پھینکدیا اُس کو
ہم سات آدمی ملکر چاہتے تھے کہ اُلٹ دیں مگر نہ قادر ہوئے اسیر
علی بوجہ آشوب چشم مدینہ میں رہ گئے تھے جس رات کی صبح کو قلعہ
رسالت مآب نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دونگا یا علم کو لیگا
دوست رکھتا ہے۔ ہم سب اسکے امید دار تھے مگر آنحضرت نے حض
ہاتھ پر اسکی فتح کیا تمام ہوا ترجمہ

میری غرض نہ اس سے ہے کہ جناب امیر نے خیبر کو فتح کیا اور سب حضرا
نہ اس سے کہ وہ کیسی قوت خداداد تھی کہ جس کنواڑ کو لیکر حضرت جہ
سا معزز صحابی جو نہایت قوی اور توانا تھے جسے آدمی ملکر بھی نہ اُ
اس جملہ سے ہے کہ حضرت نے فرمایا کل میں ایسے شخص کو علم دونگا
رکھتا ہو اور خدا اور رسول اُسے دوست رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر رس
نہیں ہوتے تھے اور حسب ارشاد باری ما ینطق عن الھو
یوحیٰ حضرت کا کلام مطابق وحی الٰہی ہوتا تھا تو ضرور ہے کہ اس
آپ فرماتے ہیں کل ایسے شخص کو دونگا جس سے صاف معلوم ہو
گیا یا جسنے یہ علم اس معرکہ میں لیا وہ اس صفت سے معرا تھا کہ
اُسکو دوست رکھتا ہو۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ کلام مہمل
پھر اس حدیث کا یہ جملہ کہ بروایت بخاری ہم سب اُسکے امیدوا
یہ صفت کسیکو نہیں حاصل ہوئی تھی جسپر سب امیدوار بنے۔
پھر حضرت عمر کا یہ کہنا قال عمر فما احببت الامارۃ ا
فدعا رسول اللہ علیا فاعطاہ ایاھا جیسا کہ روضہ
صاف بتا رہا ہے کہ کوئی بڑا بھاری جملہ ہے جسپر حضرت عمر فرماتے ہے

والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا
فانہ علق ذالک علی من اطاع اللہ ورسولہ
والاتباع ہو الطاعۃ وافادت الایۃ الثانیۃ علیہ التعلیق
کمال الاحباب بانہ علیہ السلام یحبہ اللہ ورسولہ
جملۃ فحصتا اسفار من التفصیل ونکت لایحیط
لسان القلم بہا بتفصیل فلنعد افادت انہ
مع المتقین ان اللہ یحب المتقین و افادت انہ
مع المحسنین ان اللہ یحب المحسنین وافادت انہ
مع الصابرین ان اللہ یحب الصابرین و افادت انہ
مع التوابین وانہ من المتطہرین ان اللہ یحب
المتطہرین فکل فضیلۃ اخبرنا الرب جل جلالہ لانہ
یحب المتصف بہا قد دخل ہو تحت الاتصاف
بہا دخولا اولیا لان الصادق المصدوق صلعم
قد اخبر ان اللہ سبحانہ یحبہ و اطلق الفعل
علی التقیید بسبب المحبۃ فہو صادق علی متعلقاتہ
کلہا کما افادت ایضا نفی کل رذیلۃ لایحب اللہ
المتصف بہا کالظلم فان اللہ لایحب الظالمین
وکالاختیال والفخر ان اللہ لایحب کل مختال
فخور وغیر ذالک مما لایاتی علیہ العد لو افرد
ہاتان الکلمتان بتالیف لجاء بسیطا نفیسا کما
افادت ان الملائکۃ تحبہ لحدیث اذا احب اللہ
عبدا قذف حبہ فی قلوب الملائکۃ اخرجہ ابو نعیم
فی الحلیۃ من حدیث انس کما افادت ان اللہ

نہیں ہوتا بغیر اسکے (افسوس ہے مصنف نے عمر صاحب کی
حدیث کو لکھا جسمیں عمر صاحب کہتے ہیں کہ آپکو میں سب سے
زیادہ دوست کہتا ہوں لا اپنے نفس سے جسپر حضرت
نے فرمایا جبتک ہمکو اپنی جان سے بھی زیادہ دوست
رکھے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا) پس حضرت کا
یہ کہنا کہ جناب امیر خدا و رسول کو دوست رکھتے ہیں
اسکا مفید ہے کہ حضرت نے آنحضرت کا پورا اتباع
کیا اور ایمان انکا کامل ہوا اور یہ کہ جناب امیر کا
حشر رسول اللہ کے ساتھ ہوگا کیونکہ یہ بھی حدیث
میں آیا ہے کہ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے اسیکے ساتھ
محشور ہوگا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جناب امیر انلوگونکے
ساتھ ہونگے جنکے بارہمیں خدا کہتا ہے انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین
وحسن اولئک رفیقا کیونکہ خدا اسکو شروط
کیا ہے اطاعت خدا و رسول سے۔ اور اتباع بھی اطاعت
ہے اسکے علاوہ جو فواید اس سے حاصل ہوتے ہیں وہ ایسے
نہیں ہیں کہ کوئی اسکو بیان کرسکے۔ اسی طرح حضرت
کا یہ کہنا کہ خدا و رسول انکو دوست رکھتا ہے ایسا جملہ
ہے کہ کسیطرح اسکی تفصیل نہیں بیان ہو سکتی کیونکہ
پہلا فایدہ تو یہ ہے کہ آپ متقین سے ہیں جنکے بارہمیں
خدا فرماتا ہے ان اللہ یحب المتقین دوسرے یہ کہ
معلوم ہوا آپ محسنین سے ہیں جنکے بارہمیں خدا کہتا ہے
ان اللہ یحب المحسنین [illegible] ان اللہ یحب الصابرین

فاخرج احمد ایضا عن عبد الرحمن بن ابی لیلی
قال کان ابی یسمر مع علی علیه السلام وکان
علی علیه السلام یلبس ثیاب الصیف فی الشتاء و
ثیاب الشتاء فی الصیف فقیل له لو سألته فسأله
فقال ان رسول الله بعث الی وانا ارمد العین
یوم خیبر فقلت یا رسول الله انی ارمد العین قال
فتفل فی عینی قال اللهم اذهب عنه الحر والبرد فما
وجدت حرا ولا بردا ومن الفضائل اخبار من لا ینطق
عن الهوی ان صحبه علیه السلام یحب الله ورسوله
وهذه فضیلة تتضاءل عندها الفضائل فلها جملة
تقصر احلام البشر عن تفاصیلها لسان کل قائل فا
لاخبار بانه علیه السلام یحب الله فانه قد اتبع
رسوله فان من لم یتبع قد اتبع رسوله الذی علق
[illegible] قال قل ان کنتم تحبون
الله فاتبعونی یحببکم الله [illegible] رسوله فقد کمل
ایمانه [illegible] فی حدیث ابی هریرة [illegible] رسول صلعم والذی
نفسی [illegible] من [illegible] اکون احب الیه
من [illegible] اخرجه البخاری احمد ابو داود
وفی [illegible] الایمان احدکم عند [illegible]
واخباره صلعم بان صحبه یحب الله ورسوله
وافاد انه کمل ایمانه وافاد انه یحشر مع رسوله
لما ثبت ان یحشر المرء مع من احب وافاد انه
مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین

ابوالخیر قزوینی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے
کہا کبھی میری آنکھیں دکھنے نہ آئیں جبسے کہ حضرت
نے علم دیتے وقت لعاب دہن لگایا ہے لکھتے ہیں
منجملہ فضائل کے یہ ہے کہ حضرتؐ نے جو مصداق لا ینطق
عن الہوی ہیں فرمایا کہ جناب امیر وہ شخص ہیں
کہ خدا و رسول کو دوست رکھتے ہیں اور خدا و
رسولؐ انکو دوست رکھتا ہے۔ یہ ایسی فضیلت ہے
کہ تمامی فضائل پر غالب ہے۔ یہ ایک جملہ ہے جسکے
تحت میں اتنے جملے ہیں کہ بڑے بڑے لسان اور
زبان آور انکی تفصیل سے عاجز ہیں کیونکہ حضرت
کا یہ کہنا کہ دوست رکھتے ہیں خدا کو بتا رہا ہے
کہ حضرت علی نے پورا اتباع کیا رسول صلعم کا
کیونکہ خدا نے اپنی محبت کو مشروط کیا ہے اتباع
رسول سے جیسا کہ فرمایا قل ان کنتم تحبون
اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ پس چونکہ محبت
خدا کو اتباع رسول لازم ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت
نے پورا اتباع کیا رسول صلعم کا اور جس نے محبت
کی رسول صلعم سے پس اس کا ایمان کامل ہوا جیسا
کہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا قسم
خدا کی تم سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا ہے جب تک
میری محبت اسکے دل میں اہل و اولاد کی محبت سے زیادہ
نہو۔ اس حدیث کی روایت کی ہے بخاری نے اور
ابوداؤد نے اور ایک روایت میں ہے کہ کمال ایمان

کرار غیر فرار فانّها فی وصفه بالشجاعة
المحبوبیة لله ولرسوله والعقلاء فی کلامه
ونحلة الملح حر ما اتصف بها ولا یحصر الا
طنا فی کون الشجاعة صفة مدح ولا
فی کونه کان اکمل الناس اتصافا بها
لان الاطناب فی ذالک کالاطناب
فی وصف الشمس بالاضاءة والاشراق
ووصف اللیل والنهار بالتعاقب والافتراق
ولا بد تسمع فی غضون هذه الکلمات
ما یزیدک یقینا علی ان سیفه ما زال
یقطر بالمهج وعلی انه فی الشجاعة فی
مقام یقینی عنه من دب ودرج وقد
سمعت قول ابی جهل من الفتی الصنین النفر العاد
الذی کان یحمل وراءه کما یحمل ساعده
وفی وصفه صلعم له بذالک ما یدل علی
انه لا یفر من الزحف فقد امن غشیان
هذه الکبیرة وانکان معصوما بدلیل العصمة
فهذا دلیل خاص علی معصیة صحابی علی
انه یتصف بما امر الله به المومنین من الغلظة
علی اعدائه فی قوله ولیجدوا فیکم غلظة
فانه لا یحمل لسانه تلک الصفة الا من
کان من الابطال وفی اتصافا بالعزة علی
الکافرین فانها لا یکمل فی غیر الشجاع

یبغضه الا منافق کیونکہ مومن تو وہی ہے جو انکو محبوب
رکھے جو محبوب خدا اور رسول و ملائکہ ہو۔ یہ دونوں جملے
ایسے عظیم الشان ہیں کہ اس سے جناب امیر کا تمامی فضائل
سے متصف ہونا اور تمامی رذائل سے مبرا ہونا نمایاں ہے
اور کیوں نہو کہ یہ دو جملے ایسے زبان سے نکلے ہیں جسکے
بارے میں خداوند فرماتا ہے ما ینطق عن الھوی
اور قابل ملکا وہ شخص ہے جسے جوامع الکلم
عطا ہو۔ پھر کیونکر ایسا کلام فرماتے جو جامع کل
تمامی محامد کا اور مخبر ہے اُن فضائل سے جو حق سبحانہ
وتعالیٰ نے آپکو عطا فرمایا۔
اسیطرح حضرت کا یہ کہنا کرار غیر فرار کمال
درجہ کی تعریف ہے اُس شجاعت کی جو محبوب خدا
و رسول ہے۔ اور یہ تمامی عقلا میں مسلم ہے کہ جو شخص
موصوف بشجاعت ہوتا ہے وہ ممدوح ہوتا ہے لیکن
یہ ایسی صفت ہے کہ اس کی توصیف کی بھی زیادہ
ضرورت نہیں کیونکہ اسمیں مبالغہ کرنا ویسا ہی
کہ کوئی آفتاب کی روشنی میں یا لیل و نہار کے
بیان میں مبالغہ کرے۔ کیونکہ بدیہی ہے اور
بہت سے واقعات تمکو ملیں گے جن سے معلوم ہوگا
کہ حضرت کی شجاعت کیسی تھی چنانچہ تم سن
چکے ہو قول ابوجہل کہ وہ کہتا یہ کون سا جوان
لاغر اندام ہے جو عقب سے بھی ویسا ہی باخبر رہتا
ہے جیسا کہ سامنے سے ہوشیار رہتا ہے آنحضرت

یحبہ من الدنیا اذا احب اللہ عبدا حماہ من
الدنیا کما یحمی احدکم سقیمہ الماء اخرجہ
الترمذی و مالک والبیہقی فی شعب الایمان
من حدیث قتادہ کما افادت انہ ینادی
فی السماء ان اللہ تعالی یحب فلانا و یلقی
لہ القبول فی الارض کما اخرجہ الشیخان من
حدیث ابی ہریرۃ عنہ صلعم اذا احب اللہ تعالی
نادی جبرئیل ان اللہ یحب فلانا فاحبہ
فیحبہ جبرئیل فینادی جبرئیل فی اہل السماء
ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء
ثم یوضع لہ القبول فی الارض **قلت**
ومن ہنا یظہر سر الاخبار من الصادق انہ
لایحبہ الا مومن ولا یبغضہ الا منافق
لان المومنین ہم الذین یحبون ما احب اللہ
ورسولہ وملئکتہ فباللہ ہاتان
الجملتان ما اشتملتا علیہ من الاوصاف
بالفضائل وما افادتا من طہارتہ علیہ السلام
من الرذائل والا عرفہی من محبت شفقت
من لا ینطق عن الہوی ومن لسان
من اوتی جوامع الکلم فلا تمر اما اختار
ہذہ الصفات فی ذالک المقام تنویہا
بالثناء واعلاما بما منحہ اللہ من الحسنی
ومن فضائلہ علیہ السلام وصفہ صلعم لہ بانہ

مین داخل ہوے اور توابین متطہرین میں کیونکہ خدا فرماتا ہے
ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین یعنی جب
جس صفت کے بارے میں خدا نے کہا ہو کہ اللہ اُسکو دوست
رکھتا ہے اُن سب میں جناب امیر بھی داخل ہوئے اور
اسیطرح داخل ہوے کہ سب سے پہلے آپ ہی مراد ہوے
کیونکہ حضرت نے بلا قید کے فرمایا ہے یحبہ اللہ و
رسولہ بخلاف اور لوگونکے کہ انکا محبوب خدا ہونا کسی
وصف خاص سے متعلق ہے اور حضرت علی کیلئے مطلقا ہے تو
معلوم ہوا کہ حضرت علی ہر حال میں محبوب ہیں جس سے
یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضرت کل معایب و رذایل سے بھی
مبرا ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے لا یحب الظلمین لا یحب
کل مختال فخور وغیرہ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت
ان صفات رذیلہ سے مبرا ہیں کیونکہ بلا قید کیا گیا
ہے یحبہ اللہ ورسولہ اسکے علاوہ جو فواید حاصل ہوتے
ہیں وہ اسقدر ہیں کہ اگر ان کی تفصیل کی جائے تو
ایک دفتر طیار ہو جس کا ایک معاہدہ یہ ہے کہ ملائکہ بھی
محبت رکھتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے جب خدا کے بندہ کو
دوست کہتا ہے تو اسکی محبت قلوب ملائکہ میں داخل
کرتا ہے یا یہ کہ خدا اپنے محبوب کی حمایت کرتا ہے اور
اسکو تمام اہل زمین میں قبول عنایت فرماتا ہے اور
تمامی اہل آسمان اسکو دوست کہتے ہیں۔
مصنف کہتے ہیں یہ بھی ان حدیثوں کے اسرار بھی ظاہر
ہوتے ہیں جسمیں بیان ہے کہ لا یحبہ الا مومن ولا

ہو۔ اسلئے کہ یہ کلام بمقام مدح ہے جسمیں صفت ذم لانا کسیطرح جایز نہیں تا ثیا جو ایک دفعہ بھی فرار کرتا ہے وہ کرار نہیں کہا جا سکتا علی الاطلاق ثالثا اس لئے کہ فی الواقع بھی آجتک سنا گیا کہ حضرت علی نے کسی معرکہ سے فرار کیا ہو کبھی جہیں کیا ہو لڑکے کسقدر دشمن گذرے ہیں جو تمامی زمین میں پھیلے تھے مگر ان میں کسی نے بھی ایسی جھوٹی روایت بھی نہیں بنائی جس سے حضرت کا فرار کرنا کسی جہاد سے معلوم ہوتا۔ کیونکہ تمام عالم کا اتفاق ہے آپ کی شجاعت پر اسی لئے کسی نے ایسی روایت نہیں بنائی کہ اس کا کذب تمام عالم پر کھل جاتا۔ پس اب صاف معلوم ہوا کہ حضرت نے جو یہ کلمہ فرمایا تو بغرض غایت مدح۔ کیونکہ حضرت ایسا کلام نہیں کر سکتے جو خلاف واقع ہو۔ انتہیٰ ترجمہ

یہانتک ترجمہ تھا کلام علامہ محمد ابن اسمٰعیل امیر کا جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کہاں تک وہ حضرت کے کلام بلاغت نظام کو سمجھتے ہیں۔ مگر افسوس انکو مذہبی قیود نے اجازت نہ دی کہ اصل مطلب کو حضرت کے بیان کرتے کیونکہ ہم معمولی حالتوں میں دیکھتے ہیں کہ جب کسی ملازم سے کوئی قصور ہو جاتا ہے اور آقا اس کو اپنے کمال تہذیب سے کچھ نہ کہے تو دوسرں کی اس طرح تعریف کرتا ہے کہ وہ شخص سمجھ جاتا ہے جو قصوروار ہوتا ہے۔ مثلاً کہے کہ ہم کل فلاں خیر خواہ کو اس کام پر مامور کرینگے یا فلاں نمک حلال کو یہ عہدہ دینگے۔ تو اسکے صریحی مطلب یہی ہیں کہ یہ شخص جسنے پہلے کام کو بگاڑا وہ خیر خواہ نہ تھا بلکہ بدخواہ تھا نمک حلال نہ تھا۔ بلکہ نمک حرام تھا۔ اسیطرح حضرت کا یہ فرمانا کہ کل ہم اسکو علم دینگے جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اُسکی صاف مطلب یہی ہیں کہ یہ لوگ جو علم لیکر گئے خدا و رسول کو دوست نہیں رکھتے تھے بلکہ اُسکے دشمن تھے اسی طرح کرار غیر فرار بدیہی طور پر بتا رہا ہے کہ وہ لوگ فرار تھے اور یہ کرار ہے غیر فرار۔

علامہ مذکور پھر شرح حدیث طیر میں فرماتے ہیں صفحہ ۲۳۰ و قلت فی حدیث خیبر الماضی قولہ ص ساعطی الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ و یحبہ اللہ و رسولہ ما یدل لذالک فانہ لیس المراد من وصفہ بحب اللہ ایاہ ادنی مراتبہا ولا اوسطہا بل اعلاہا

یعنی حدیث خیبر میں جو حضرت کا قول مذکور ہوا یحب اللہ و رسولہ صاف دلالت کرتا ہے اسپر کہ اس توصیف محبت خدا و رسول میں نہ ادنیٰ مرتبہ مراد ہے نہ اوسط درجہ بلکہ اعلیٰ درجہ اس کا مراد ہے

كما في الصافية اذ رجوعهما الى سمو النفس و
علو الهمة وكل من كان اشد شجاعة و
اكثر اقداما كان اعز نفسا واسمى همة
وفي التعبير بصيغة المبالغة في كرار زيادة
في وصفه بالشجاعة وان ذلك صفة من صفاته
متتابعة واما الاتيان بها في قوله غير
فرار فللاشعار واجلا لنفي كثرة الفرار
المغنية حصول القليل منه ضرورة انه
لا يصح هنا المنافاته وصفه بكرار اما
اولا فلانه في مقام المدح الذي لا يليق
بصفة ذم واما ثانيا فان من ثبت له
الفرار لا يقال فيه كرار على الاطلاق
واما ثالثا فلانه في الواقع لا يعلم ان
امير المؤمنين عليه السلام فر من معركة
ولا جبن عن مبارز هو لا واعداؤه تمد
ملا والوجه البسيطة لا يعلم انه افتعل
عليها احد ذلك للعلم بانه لا يقبل و
لاتفاق الاولين والاخرين على شجاعته
وانه لا يعلم له فرار وهذا الوجه الاخير
يقلع الشبهة لان الرسول صلعم لا يخبر
عما لا يقع منه

نے جو یہ توصیف کی کرار اغیر فرار اس میں
اسکی طرف بھی اشارہ ہی کہ حضرت علی علیہ السلام
ہمیشہ محفوظ رہی **فرار از جہاد سے جو کبیرہ ہی**
(دیکھو داران خلفای ثلثہ غور کریں) اور اگرچہ
حضرت علیؑ معصوم تھے جسپر دلائل عصمت شاہد
ہیں۔ یہی دلیل خاص ہی **عصمت خاصہ**
پر۔ اور اسکی بھی دلیل ہے کہ حضرت ہی اُس
صفت سے موصوف تھے جو خدانے مومنین کی شان
میں فرمایا ہی ولیجدوا فیکم غلظة (اہل سنت غور
کریں اپنے خلفا کے حال پر) کیونکہ اس صفت سے
وہی متصف ہو سکتا ہی جو اعلیٰ درجہ کا شجاع
ہو۔ اور یہ قول اسپر بھی شاہد ہی کہ اعزة علے
الکافرین کی صفت حضرت ہی میں پائی جاتی
تھی کیونکہ غیر شجاع میں یہ بات نہیں حاصل ہو سکتی
کیونکہ شجاعة کیا ہی بزرگی نفس اور علو ہمت
پس جسکی شجاعت زیادہ ہوگی اُس کی بزرگی
نفس اور علو ہمت سب سے بڑھی ہوگی
اور آنحضرتؐ نے جو لفظ کرار کو بصیغہ مبالغہ
فرمایا پس اسکی یہ غرض تھی کہ حضرت کے وصف
شجاعة کی اعلیٰ درجہ کی تعریف فرمائیں۔ اور یہ
کہ صفت راسخہ تھی جسکے خلاف کبھی نہیں ہوا

رہا لفظ غیر فرار پس یہ غرض ازدیاد ہے نہ بغرض نفی کثرت فرار جس سے قلت فرار
معلوم ہو کیونکہ اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو کرار کی صفت لانا کسی طرح درست نہوگا

گئے اور بھاگ آئے نہ مصداق یحب اللہ و رسولہ تھے نہ مصداق یحبہ اللہ و رسولہ بلکہ اسکی نقیض کے مصداق تھے اور اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکَافِرِیْنَ و لیجدوا فیکم غلظۃ سے بھی خارج تھے کیونکہ اصل موضوع تقریر بھی ہے کہ خلفاء ثلثہ کفار کے حامی و طرفدار تھے۔

اگر مناسبت مقام لازم تھا کہ میں یہاں معجزہ رد الشمس کو بھی لکھتا کیونکہ عمر صاحب کی بھی نماز عصر جنگ خندق میں فوت ہوئی تھی اور رسول اللہ سے بیان بھی کیا تھا مگر حضرت پر اوسکا کوئی اثر نہوا بخلاف نماز عصر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے کہ اسکا یہ اثر ہوا کہ حضرت نے دعا فرمائی آفتاب پھر سے طالع ہوا اور جناب امیر نے نماز ادا کی جسکے بعد آفتاب غروب ہوا جس سے ناظرین اندازہ کر سکتے کہ دونوں میں کیا فرق تھا۔ کیونکہ وہ نماز جو بخوف کفار نہ پڑھی جائے کب مقابلہ کر سکتی ہے اوس نماز کی جو اطاعت خدا اور رسول میں مستغرق ہو مگر چونکہ عادت اہلسنت یہ ہے کہ کہ ایسے ہر موقع پر وہ خود رسول اللہ کو تہم کر دیتے ہیں معاذ اللہ یہ حضرت کی نا انصافی تھی کہ ایک شخص کے لئے دعا کرکے اوسکو ایسا دلیر بنا دیں کہ تمام عالم غلبہ پا سکے یہانتک کہ آفتاب بھی انکے حکم سے پھر آیا اور دوسرے کو محروم رکھتے لہذا ہم ایک ایسے واقعہ سے اسکا تصفیہ چاہتے ہیں کہ جسکو ذرہ برابر بھی عقل ملی ہوگی اسمیں دعایا تاثیر روحانی کو دخل نہ دیگا۔ بلکہ اصل شخص کی قوت نفس اور عالی ہمتی کا قائل ہونا پڑیگا۔

وہ واقعہ یہ ہے کہ جناب امیر نے عمرو بن عبدود کو معرکہ خندق میں جس قوت ید الٰہی سے قتل کیا اوسکو تمام عالم جانتا ہے مگر آپنے اوسکی زرہ تک نہ لی حالانکہ کیسی عمدہ اور مشہور تھی جسپر اوسکی بہن نے مرثیہ میں کہا ما ملہ الا کفو کریم ایک یہ نفس تھا۔

اب دوسرا واقعہ سنئے روضۃ ندیہ میں ہے سمع الناس تکبیر علی عم من حضرت المعرکۃ فعلموا ان علیا قتلہ و انجلت الغبرۃ عنہما و علی راکب صدرہ یحز راسہ و فرا صحابہ لیعبروا الخندق فظفرت بہم خیلہم الا نوفل بن عبد اللہ فانہ قصر فرسہ فوقع فی الخندق فرماہ المسلمون بالحجارۃ فقال یا معشر الناس قتلۃ اکرم من ھذہ

علم ضرورة من ان الله يحب جماعة من الصحابة
غير علي عليه السلام قد ثبت ذلك بالنص
على افراد منهم وثبت ان الله يحبهم جملة قوله
تعالى ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله
قد اخبر الله عنهم في عدة آيات انهم تبعوا
رسوله كقوله تعالى لقد تاب الله على النبي و
المهاجرين والانصار الذين اتبعوه في
ساعة العسرة وغيرها من الآيات المثنية
عليهم الا انه علق اتباعهم لرسوله وقد
علق محبته تعالى باتباع رسوله فدل انهم
محبون الله تعالى وان رتبتهم في المحبة
متفاوتة لما خص عليا يوم خيبر
بتلك الصفة من بينهم وقد علم انه
قد شاركهم في محبة الله لهم لانه راس
المتبعين لرسوله علم انه اراد انه اعلاهم
محبة لله كانه قال لاعطين الراية احب
الناس الى الله ولهذا تطاول لها الصحابة
وامتدت اليها الاعناق واحبت كل
وترجى ان يختص بها ص ۶۳

کیونکہ بداہتہ معلوم ہے کہ صحابہ سے اور لوگ بھی
ایسے تھے جو خدا کے دوست تھے اور خدا انکو دوست
رکھتا تھا۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ خدا نے محبت
خدا کو مشروط کیا ہے اتباع رسول کے ساتھ
جیسا کہ آیہ ان کنتم تحبون اللہ اور آیہ لقد
تاب اللہ علی النبی وغیرہ سے ظاہر ہے کہ خدا
نے انکے اتباع رسول کو بیان کیا اور اپنی
محبت کو متعلق کیا ہے اتباع رسول سے تو معلوم
ہوا کہ وہ لوگ بھی محب اللہ تھے اور انکے مدارج
محبت میں متفاوت تھے۔ پس جب جناب امیر کو
حضرت نے اس وصف سے مخصوص کیا تو معلوم ہوا
کہ حضرت کا درجہ سب سے اعلی اور برتر اسی وجہ
سے تمام صحابہ کی گردنیں اسی مرتبہ کے
لئے بلند ہوئیں اور ہر شخص اس کا متمنی تھا
کہ یہ درجہ ملے۔

اگرچہ اس مطلب میں کچھ طول ہوگیا مگر ناظرین
کو معلوم ہوگا کہ جس صفت کو آنحضرت نے اس
طرح جناب امیر کے لئے ثابت کیا ہے اسکے مقابلہ
میں شاہ ولی اللہ کا فضایل عمری کو خاص
اسی جنگ خیبر میں بیان کرنا کس درجہ کی ایمانداری ہے۔ پھر اس شجاعت جناب امیر کو جو محبوب
خدا تھی۔ بلفظ اقتحام تعبیر کرنا اور تعریض کرنا کس درجہ کی معاندت خدا و رسول ہے حالانکہ
جناب رسالتمآب کا کرار غیر فرار کہنا خود بتا رہا ہے کہ حضرت کو فرار عمر سے حد درجہ ملال ہوا تھا
جسکے لئے حضرت نے بالخصوص یہ الفاظ فرمائے تاکہ خاص و عام کو معلوم ہو وہ لوگ جو لڑنے

بجہنم کریں۔ آخر یہ پادنی سی مہم بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی کو سر کرنی پڑی۔ پھر ایسے بہادروں سے اہل سنت کیا امید رکھ سکتے ہیں

دوسرا رُخ

میں جہانتک سمجھتا ہوں اس بحث کو طول ہو گیا۔ اور اس زمانہ کے لوگ اُن جہادوں کو نہیں سمجھ سکتے جسکی ضرورت اسلام کو پیش آئی کیونکہ دشمن اسلام سارا عرب اور نام اسلام بھی ایک متنفس جو روح روان جناب سالتمآب ہے۔ اور اسی کے ہست و بود پر اسلام کی ساری ترقیاں بھی موقوف پھر اس کا ایسے جان جوکھم مواقع میں سر بکف ہو کر ایسے ایسے شرارکفار کے سامنے جانا اور جہاد کرنا بجز رسول اللہ کون سمجھ سکتا ہے۔ لہذا اس مبحث کو یہیں ناتمام چھوڑ کر دوسرا رخ دکھاتا ہوں

کیونکہ آپکو یاد ہوگا کہ اصل حدیث صحیح بخاری یہ تھی المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ جس کی شرح میں پہلے یہ بتایا گیا کہ خلفائے ثلثہ کا طرز عمل اسکے بالکل خلاف تھا چنانچہ پہلے اُن کا سلوک عام مسلمانوں کے ساتھ زبانی حیثیت سے دکھایا گیا کہ مومنین کے ساتھ ان کا کیا برتاؤ تھا کہ مومنین عام طور پر انکے گالی گلوچ۔ بدزبانی۔ درشت خوئی سے نالاں رہتے۔ اس کے بعد یہ ظاہر کیا گیا کہ برعکس اسکے کفار کے ساتھ انکا کیا سلوک تھا کس کس طرح اُنکی حمایت وطرفداری کرتے کسطرح اُنکی مدح وثنا میں رطب اللسان رہتے۔ اسی عنوان نے کشاں کشاں آپکو جنگ بدر و احد و خیبر و خندق کی بھی سیر کرائی کہ کسطرح یہ لوگ کفار کے مقابلہ میں چشم پوشی کر جاتے اور اسلام کی ذلت وتباہی کا مطلق نہ خیال ہوتا۔

اب میں دوسری وادی میں لے چلتا ہوں جسمیں عمر صاحب سب سے زیادہ نامور اور مشہور ہیں کہ قیدی یا منہتقے آدمیوں پر انکی ہمیشہ تلوار تیز رہتی اور بات بات پر یہی کہا کرتے یا حضرت یہ منافق ہے حکم دیجئے اس کا سر قلم کردوں۔ چنانچہ آپنے اس قسم کی اتنی حکایتیں سنی ہوں گی کہ لکھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے تو اس کا ایک طومار باندھ دیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۵ ازالۃ الخفا مقصد دوم جسمیں ایک اثر یہ لکھا ہے کہ ایک مہاجر اور ایک انصار میں سے کچھ مار پیٹ ہوئی اور لوگوں نے

فنزل الیہ علی ع فقتلہ و ادرک الزبیر هبیرة بن ابی وهیب فضربہ فقطع
نغر فرسہ وسقطت درع کان یحملها من ورائہ فاخذها الزبیر والقی عکرمہ
رمحہ صفحہ ۱۹۱ یعنی حضرت علی ع کی تکبیر کی آواز لوگوں نے معرکہ سے سُنی تو اونکو معلوم ہوا
کہ حضرت علی نے عمرابن عبدود کو قتل کیا جب غبار دبا تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ اوسکے
سینہ پر سوار ہیں اور سر اوسکا جدا کر رہے ہیں یہ دیکھکر اصحاب عمرو بن عبدود بھاگے گھوڑے
سبھوں کے خندق کو پھاند گئے مگر نوفل کا گھوڑا نہ پھاند سکا خندق میں گر گیا مسلمانوں نے
پتھر برسانے شروع کئے اوسنے آواز دی ایک دفعہ مار ڈالنا بہتر ہے اس سختی سے۔ پس اوترے
حضرت علی ع خندق میں اور اوسکو قتل کیا۔ زبیر کو هبیرہ بن ابی وهیب ملگئے ایک
وار اوسپر کر بیٹھے جس سے اوسکے گھوڑے دانت کٹ گئے اور وہ زرہ جو ساتھ کیے
ہوا تھا گرگئی زبیر نے اوسکو اوٹھالیا اور عکرمہ نیزہ پھینک کر بھاگا۔
کیا کوئی صاحب ہوش کہ سکتا ہے کہ یہہ بھی اثر دعا ی جناب رسالتمآب تھا کہ جناب امیر
کو یہ عالی ہمتی پیدا ہوئی کہ آپنے عمرابن عبدود ایسے شجاع عرب کی زرہ پر بھی توجہ نہ فرمائی
حالانکہ آپنے اوسکو قتل کیا تھا اور عرفاً شرعاً ہر طرح آپکو استحقاق تھا کہ اوسکی زرہ لے
لیں مگر از راہ کمال غیرت وعلوی ہمت اودہر توجہ نہ فرمائی اور زبیر نے مطابق مثل مشہور
دو بھاگے بھوت کی لنگوٹی ہی بھلی اوس زرہ کو اوٹھالی جسے نہ قتل کیا نہ زخمی بلکہ وہ بھگدر
میں چھوڑ کر بھاگا بلکہ بھاگنے میں گر گئی۔
اہل فہم اسی ایک واقعہ سے سمجھہ سکتے ہیں کہ اہلسنت کے صحابہ اور خلفا کیسے باغیرت و باحمیت تھے
پھر اون مقتدا اونکا کہانتک نہ انہیں اثر ہوگا۔ اور شیعوں کے مولا و آقا کو خداوند عالم
نے کیسا نفس قدسی عنایت فرمایا تھا پھر کہانتک اوسکے پیروان اخلاق حمیدہ سے خالی
رہ سکتے ہیں۔
یہہ امر بھی قابل غور ہی کہ نوفل بن عبداللہ کافر بھاگتے وقت خندق میں گر گیا ہی مسلمان
پتھر مار رہے ہیں وہ پکار کر کہہ رہا ہے یا دو ایکدفعہ قتل کر کے چین کرو۔ مگر اہل سنت کے
خلفائی نامدار صحابہ کبار کو یہ جرات نہیں ہوتی کہ خندق میں جائیں اور اوس کافر کو واصل

انا اقتلہ فذھب فوجدہ فی السجود فقال ان ابابکر وعمر لم یقتلاہ فی القیام والرکوع فکیف اقتلہ فی السجود فرجع فاعاد رسول اللہ صلعم کلامہ فقال علی انا اقتلہ یا رسول اللہ فقال صلعم تقتلہ ان وجدتہ فلم یجدہ فرجع فقال رسول اللہ قد قلت انک لا تجدہ وفی العاقبۃ یکون ھلاکہ علی یدک وانہ یخرج من ضئضئ ھذا الرجل اقوام یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

اسی کلام کا اعادہ فرمایا کہ کون قتل کریگا فرمان میں۔ جاکر دیکھا کہ سجدہ میں ہو۔ کہا کہ ابو بکر وعمر نے تو حالت قیام ورکوع میں قتل ہی نہ کیا۔ میں سجدہ میں اسے کیونکر قتل کروں آخر چلے آئے۔ حضرت نے پھر اپنے کلام کا اعادہ فرمایا تو حضرت علی نے کہا میں اسے قتل کرتا ہوں یا حضرت حضرت نے فرمایا اگر تم پاوگے تو ضرور قتل کروگے۔ حضرت گئے نہ پایا چلے عرض کیا یا حضرت وہ نہ ملا آپنے فرمایا مینے تو پہلے ہی کہا تہا کہ تم اس کو نہ پاوگے اور آخر میں وہ تمہارے ہی ہاتھ سے مارا جائیگا اور اس سے ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو دین سے اس طرح نکل جائیگی جس طرح تیر کمان سے خارج ہوتا ہو

یہ واقعہ آپ کو اچھی طرح بتا سکتا ہو کہ ان لوگوں کا ایمان کیسا تہا اور حضرت کے احکام کی انکے دل میں کیا عزت تھی کیونکہ یہ توسب کو معلوم ہو کہ حضرت کو اسکے اسلام ظاہری کا علم تہا جانتے تھے وہ مسلمان ہے اسی وجہ سے وہ بخیال خود مستحق صدقہ تہا۔ اور جب مسلمان تہا نماز بھی ضرور پڑھتا تہا۔ اس کے ساتھ جو حضرت نے اسکے قتل کا حکم دیا تو ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کیسا ضروری ہوگا اسپر جاکر ابو بکر صاحب کا واپس آنا بتا رہاہے کہ انکے دلمیں کس قدر نور ایمان تہا

اگر ہم مان لیں کہ یہاں اُن سے خطا فی الاجتہاد ہوا کہ حضرت نے حکم قتل سے وہ یہ سمجھے کہ بشرطیکہ نماز نہ پڑھتا ہو۔ حالانکہ حکم میں کوئی شرط نہیں۔ تو پھر دوبارہ حضرت نے حکم قتل دیا اسپر بھی ایمان ان کا نہ درست ہوا اور نہ سمجھے کہ اس نمازی ہی کے قتل کا حکم ہے۔ تو کیا اسکے بعد وہ پھر دوبارہ کرنجا سکتے تھے۔ اور اسکو قتل نہ کرسکتے تھے جو اسکی نوبت آئی کہ عمر صاحب خنجر فولاد لیکے چلے۔

اچھا جب عمر صاحب چلے تو اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ میاں صدیق نماز پڑھتے دیکھ گئے ہیں لاؤ حضرت سے پوچھ لیں کہ کیا ایسے نمازیوں کا قتل جائز ہے۔ اور جب اس کو رکوع میں پایا کہ پلٹ آئے تو نہ خیال کیا کہ حضرت کا حکم زیادہ قابل ترجیح ہے جنہوں نے ان کے نمازی ہونے کو سنکر حکم

شور کیا تو عمر صاحب نے کہا یا رسول اللہ دعنی اضرب عنق ھذا المنافق فقال ص دعہ لا تتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ یعنی عمر نے کہا مجھے چھوڑئیے (کیا حضرت گرفتار کئے گئے تھے؟) کہ میں اس منافق کی گردن اوڑا دوں تو حضرت نے فرمایا جانے دو کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمدؐ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں (اہل سنت غور کریں حضرت نے منافق کو بھی اپنا اصحاب کہا ہے پھر تم کو کیا فخر ہے)

(۲) ابن صیاد کے بارہ میں بھی عمر صاحب نے کہا ذرنی یا رسول اللہ حتی اقتلہ یعنی چھوڑئیے کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں

(۳) حاطب بھی بلتعہ بدری کے بارے میں کہا یا رسول اللہ امکنی من حاطب فانہ قد کفر فاضرب عنقہ یعنی مجھے حاطب پر قبضہ دیجئے کہ اوس کی گردن ماروں وہ کافر ہو گیا

(۴) ابو حذیفہ کے بارے میں قال عمر یا رسول اللہ دعنی فاضرب عنقہ بالسیف فواللہ لقد نافق یعنی ہمکو چھوڑ دیجئے کہ ہم اسکی گردن ہی اُڑا دیں تلوار سے کہ یہ منافق ہو گیا ہے جس سے ظاہر ہو کہ ان کی زبانی تلوار ایسے لوگوں پر کیسی تیز تھی۔ اسکے ساتھ ان حالات کو ملاحظہ فرمایئے

(۱) تفسیر زاہدی میں ہے حرقوص بن زہیر منافق بود مصطفے صلعم نصیب نہ داد از مال صدقات بعضے از مال صدقات گفت یا رسول اللہ اعدل فانک لم تعدل فغضب رسول اللہ فقال ان لم اعدل فمن یعدل بعدی فخرج اللعین من عند رسول اللہ فقال النبی من الذی یقتلہ فقال ابوبکر الصدیق انا یا رسول اللہ فذھب فوجدہ قائما فی الصلوۃ فرجع فقال یا رسول اللہ انا وجدتہ فی القیام فقال رسول اللہ من یقتلہ فقال عمر انا فذھب فوجدہ فی الرکوع فقال لم یقتلہ الصدیق فی القیام وانا اقتلہ فی الرکوع ثم اعاد رسول اللہ کلامہ فقال عثمان

حرقوص بن زہیر منافق تھا حضرت نے اسکو مال صدقہ سے کچھ نہ دیا اُس نے کہا یا رسول اللہ عدل کیجئے حضرت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں عدل کروں تو دوسرا کون عدل کر سکتا ہے۔ وہ ملعون حضرت کے پاس سے چلا گیا حضرت نے فرمایا کون ہے جو اسکو قتل کرے صدیق نے کہا میں ہوں جا کر دیکھا تو وہ نماز پڑھ رہا تھا یہ دیکھ کر ابوبکر پلٹ آئے اور کہا کہ میں نے اُس کو حالت قیام میں پایا۔ پھر حضرت نے فرمایا کون اسکو قتل کرتا ہے عمر نے کہا میں۔ جا کر دیکھا تو اُسے حالت رکوع میں پایا کہا کہ صدیق نے تو اُسے حالت قیام میں قتل ہی نہ کیا۔ میں بھلا رکوع کی حالت میں کیونکر قتل کروں۔ پھر آنحضرت نے

تعالی عنه اقتله فمضی ثم رجع فقال یا رسول
الله رایته راکعا ثم قال لعمر اقتله فمضی ثم
رجع فقال یا رسول الله رایته ساجدا ثم
قال لعلی اقتله فمضی ثم رجع فقال یا رسول
الله لم اره فقال رسول الله صلی الله علیه
وسلم لو قتل هذا ما اختلف اثنان فی دین الله

رکوع میں تھا پھر عمر سے کہا وہ بھی اسیطرح سے
لوٹ آئے اور کہا کہ اسکو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا
پھر **حضرت علیؑ** سے کہا کہ اے علی تم قتل کرو
حضرت نے اُسکو نہ پایا۔ اگر رسول اللہ سے عرض کیا
حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کردیا جاتا تو پھر دو آدمی
بھی ایسے نہ رہتے جو دین خدا میں اختلاف کرتے۔

اگرچہ دونوں روایتیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں تو نتیجہ بھی ایک ہی ہے کہ جن صاحبوں کا
نام اس حیرت بانی سے لیا جاتا ہے انکے دلمیں کسقدر نور ایمان تھا کہ حکم صریح حضرت کا سنتے تھے اور
قتل نہ کرتے تھے اور اگر دو واقعہ سے اس کا تعلق ہے تو اور بھی افسوسناک حالت ہے کہ آزمودہ را آزمودن
خباثت مکرر سہ کرر یہ لوگ حکم رسول اللہ سے سرتابی کرکے کفر کی امداد کرتے تھے۔ اور رسول اللہ
کو ناشاد رکھتے۔

اب تیسرا واقعہ سنئے۔ مسند امام احمد ابن حنبل میں ہے " ثنا ابی بکر بن عیسی ثنا جامع ابن

مطر الحبطی ثنا ابو رویه شداد بن عمران القیسی
عن ابی سعید الخدری ان ابا بکر جاء الی رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله
انی مررت بوادی کذا وکذا فاذا رجل
متخشع حسن الهیئة یصلی فقال له النبی صلی الله
علیه وسلم اذهب الیه فاقتله قال فذهب الیه
ابوبکر فلما راه علی تلک الحال کره ان یقتله
فرجع الی رسول الله صلی الله علیه وسلم
قال فقال النبی صلی الله علیه وسلم لعمر
اذهب فاقتله فذهب عمر فراه علی تلک الحال التی
راه ابوبکر قال فکره ان یقتله قال فرجع

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ابوبکر نے آکر خدمت
آنحضرت میں عرض کیا یا حضرت میرا فلاں وادی
میں گذر ہوا وہاں ایک شخص حسن الہیئت کو دیکھا
کہ **بخضوع و خشوع نماز پڑھ رہا ہے** حضرت
نے حکم دیا کہ جاکر اسکو قتل کرو۔ ابوبکر وہاں گئے
اور اُس حالت میں قتل کرنا انکو مکروہ معلوم ہوا۔
لہذا بلا تعمیل حکم واپس آئے تب آپنے عمر کو کہا کہ جاکر
اس کو قتل کرو عمر نے جو اس حالت پر پایا تو انکو
بھی اسکے قتل سے کراہت کی اور واپس آئے اور
کہا یا حضرت ہمنے اسکو بخشوع نماز پڑھتے دیکھا۔
لہذا مکروہ معلوم ہوا کہ اسے قتل کروں تب کہا یا علیؑ

بہ قتل دیا جو ابو بکر صاحب کا فعل ہی زیادہ قابل ترجیح معلوم ہوا۔

تیسرے صاحب کی تیسری خطا تو اور بھی زیادہ حیرت انگیز ہے کہ دو صاحب کو دیکھ آئے کس دلیری سے اقرار کرکے گئے اور پلٹ آئے پیچھے انہوں نے کیوں رسول اللہ کو دھوکہ دیا کہ یا حضرت میں جاکر اس نابکار کو قتل کرتا ہوں؟ ذرا اخر کیا وہی جو انکے بزرگ کر چکے تھے

اللہ اللہ کیسے غیرت کا مقام ہے کہ حضرت تو اسکے قتل کو ایسا ضروری سمجھتے ہیں کہ بار بار فرماتے ہیں کون ہے جو اس کو قتل کرے اور ایسے ایسے جاں نثار قتل کا بیڑا اٹھا کر جاتے ہیں اور واپس چلے آتے ہیں کہ ایسے نمازی کو کون قتل کرے۔ کیا اسکے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا اور وہ حکم رسول کو واجب التعمیل جانتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر شخص اس سمجھنے پر مجبور ہے کہ وہ اس کافر کے دلی طرفدار تھے اور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح نہ چاہتے تھے وہ کفار قتل ہوں جنکے قتل کو حضرت ضروری سمجھتے تھے اور بار بار حضرت تاکید فرماتے۔

دوسرا واقعہ اسی قسم سے ہے جیسا کہ کتاب الکامل مبرد میں ہے و یروی ان رجلا

اسود مشدد بالسواد شدید بیاض الثیاب وقف علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقسم غنائم خیبر ولم تکن الا لمن شہد الحدیبیۃ فاقبل ذالک الاسود علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما عدلت منذ الیوم فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی رؤی الغضب فی وجہہ الشریف فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ الا اقتلہ یا رسول اللہ فقال لا انہ سیکون لھذا واصحابہ نبأ وقال [illegible] وفی حدیث آخر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ویحک فمن یعدل اذا لم اعدل ثم قال لابی بکر رضی اللہ

یعنی ایک شخص سیاہ فام نے تقسیم غنائم خیبر پر اعتراض کیا حالانکہ اسمیں اسی کا حصہ تھا کہ جو جنگ حدیبیہ میں شریک ہوا تھا اس سیاہ فام نے کہا اے محمد آج تمنے عدل نہیں کیا۔ حضرت اس کلام سے غضبناک ہوئے کہ آثار غضب آپکے چہرۂ اقدس سے نمایاں ہوئے۔ عمر ابن الخطاب نے کہا یا حضرت کہئے تو میں اسے قتل کر ڈالوں حضرت نے فرمایا نہیں اسکے اصحاب ہونگے جن کا قصہ ہے لوٹ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نے فرمایا وائے ہو تجھپر اگر میں نہ عدل کروں گا تو پھر دوسرا کون عدل کریگا۔ اسکے بعد کہا اے ابو بکر اسکو قتل کر ڈالو۔ ابو بکر گئے اور پھر آئے اور کہا کہ وہ نماز

اور باخود باشیر و مشار تھے کہ اتنے احکام نبیؐ کے صادر ہونے پر بھی اسکو قتل نہ کیا

چوتھا واقعہ کتاب الکامل مبرد میں ہے ویروی عن النبیؐ انہ نظر الی رجل ساجدا یصلی فقال الا رجل یقتلہ فحسر ابو بکر عن ذراعہ وانتضی السیف وصمد نحوہ ثم رجع الی النبیؐ فقال اقتل رجلا یقول لا الہ الا اللہ فقال النبیؐ الا رجل یقتلہ ففعل عمر مثل ذالک فلما کان فی الثالثۃ قصد لہ علی رضی اللہ تعالے عنہ فلم یرہ فقال رسول اللہؐ ان قتل لکان اول فتنۃ واخرھا اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خود آنحضرت نے ایک شخص کو حالت سجدہ میں دیکھا اور فرمایا ہے کوئی ایسا مرد جو اسے قتل کرے ابو بکر صاحب نے آستین الٹی تلوار بھی سیدھی کی پیتر ابدلکر گئے بھی مگر پھر پلٹ آئے اور کہا۔ کیا میں اسکو قتل کر دوں جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔ دوبارہ آپنے پھر فرمایا ہے کوئی ایسا مرد جو اس کو قتل کرے۔ غیرت فاروقی جوش میں آئی اور وہی کرتب کیا جو ابو بکر صاحب نے کیا تھا مگر پھر پلٹ آئے آخر میں حضرت علیؑ بھیجے گئے مگر اس کو نہ پایا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو اول فتنہ تھا اور آخر فتنہ

اس روایت کو امام احمد بن حنبل نے بھی اپنے مسند میں لکھا ہو اور نیز علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الباھر میں لکھا ہو مگر شیخین کا نام اوڑا دیا ہے۔ لہذا میں نے روایت مبرد کو یہاں لکھا جس میں شیخین کا نام بصراحت مذکور ہے

یہ روایت تو بصراحت تمام بتا رہی ہے کہ خود حضرت نے اُسے نماز پڑہتے دیکھا اور باایں ہمہ حکم قتل دیا تو اب شیخین کا یہ عذر کہ نماز گذار کو ہم کیونکر قتل کریں ہر شخص سمجھ سکتا ہو کہ کیسا عذر ہے؟۔

اب میں اس مضمون کو علامہ سیوطی کی اس عبارت پر ختم کرتا ہوں جسے انھوں نے اپنے رسالہ الباھر فی حکم النبیؐ بالباطن والظاہر میں لکھا ہے وھذہ عبارتہ الحدیث الرابع قال ابو بکر بن شیبہ فی مسندہ بنا زید بن حباب بنا موسی ابن عبیدہ بنا ھود بن عطا الیمانی عن انس قال کان فینا شاب ذو عبادۃ وزھد واجتھاد فسمیناہ رسول اللہ صلعم فلم یعرفہ ووصفناہ بصفتہ فلم یعرفہ فبینا نحن کذالک اذا قبل فقلنا لرسول اللہ ھو ھذا فقال انی لاری فی وجھہ سفعۃ من الشیطان فسلم فقال رسول اللہ صلعم اجعلت فی نفسک ان لیس فی القوم خیر منک فقال اللھم نعم ثم ولی فدخل المسجد فقال رسول اللہ صلعم من یقتل الرجل فقال

فقال یا رسول اللہ انی رأیتہ یصلی متخشعا فکرہت ان اقتلہ قال یا علی اذھب فاقتلہ قال فذھب علی فلم یرہ فرجع علی فقال یا رسول اللہ انہ لم یرہ قال فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا واصحابہ یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ حتی یعود السھم فے فوقہ فاقتلوھم ھم شر البریۃ

تم جاؤ اور اُسے قتل کرو حضرت علی جب گئے تو وہ چلا جا چکا تھا آکر عرض کیا تو حضرت نے فرمایا یہ اور اسکے اصحاب **تلاوت قرآن** کرتے ہیں مگر اسکے حلق سے نہیں اُترتا یہ لوگ اسطرح دین سے نکلجائینگے کہ تیر کمان سے نکلجاتا ہے اور پھر پلٹ کر نہیں آتا یہ بدترین مخلوقات ہیں انکو قتل کرنا

حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فتح الباری میں اس روایت کو لکھا ہے عبارت انکی حسب ذیل ہے **تنبیہ** جاء عن ابی سعید الخدری قصۃ اخری تتعلق بالخوارج فیھا ما خالف ھذہ الروایۃ وذالک فیما اخرجہ احمد بسند جید عن ابی سعید قال جاء ابو بکر الخ وہی روایت سابقہ آخر میں کہا ولہ شاھد من حدیث جابر اخرجہ ابو یعلی ورجالہ ثقات

جس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کے صحت اور معتمد ہونے کا کسی طرح عذر نہیں ہے اس روایت سے نہ صرف یہ معلوم ہوا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت سے خود ابو بکر نے اُسکے نماز پڑھنے کی حالت بیان کی اور اسپر حضرت نے حکم قتل دیا مگر یہ گئے اور واپس آئے اسکے بعد پھر عمر صاحب کو حضرت نے بھیجا اور وہ بھی واپس گئے اور آکر وجہ بھی اسکی بیان کی کہ کیوں نہیں قتل کیا۔

کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی مسلمان یہ گمان کرسکتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور حضرت کے احکام کو واجب التعمیل سمجھتے تھے۔ کیونکہ جہاد کے فرار دں کی نسبت تو یہ بہت اسان جواب ہے کہ جس کا دل کمزور ہو اپنے میں قوت جنگ نہ پاتا ہو وہ جہاد سے بھاگیگا نہیں تو کیا کرے گا۔ حکم خدا و رسول کے لئے کوئی اپنی جان تھوڑی ہی دیدیگا مگر یہاں کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایک شخص تنہا نہتا نماز پڑھ رہا ہے اُسکے قتل کا فرمان واجب الاذعان نبی والاشان خود اپنی زبان فیض ترجمان سے صادر کرتے ہیں اور ایسے ایسے بہادر جاتے ہیں اور پلٹ آتے ہیں۔

کیا ان واقعات کے دیکھنے کے بعد کوئی کہہ سکتا ہے کہ خلفا ئے ثلثہ کو ان سے بہ نیتہ تعارف تھا

انس قال البیہقی فی دلائل النبوۃ انا ابو عبد اللہ الحافظ وسعید ابن محمد بن موسی
بن الفضل قالا انبانا ابو العباس محمد بن یعقوب انبا الربیع بن سلیمان انبا بشر بن بکر عن
الاوزاعی قال حدثنی الرقاشی عن انس بن مالک قال ذکر ورجلا عند النبی صلعم فذکروا
قوتہ فی الجہاد واجتہادہ فی العبادۃ فاذا ہم بالرجل مقبل قالوا ہو الذی کنا نذکر
فقال رسول اللہ صلعم والذی نفسی بیدہ انی لاری فی وجہہ سفعۃ من الشیطان ثم
اقبل فسلم علیہم فقال لہ رسول اللہ صلعم ہل حدثت نفسک وفی روایۃ ابی سعید ہل
حدثتک نفسک بان لیس فی القوم احد خیر منک قال نعم ثم ذہب فاختط مسجدا
وصف قدمیہ یصلی فقال رسول اللہ صلعم من یقوم الیہ فیقتلہ فقال ابوبکر انا فانطلق
الیہ فوجدہ قائما یصلی فقال یا رسول اللہ وجدتہ قائما یصلی فہبت ان اقتلہ
فقال رسول اللہ صلعم ایکم یقوم الیہ فیقتلہ فقال عمر انا فانطلق الیہ فصنع کما صنع
ابوبکر ثم قال رسول اللہ صلعم ایکم یقوم الیہ فیقتلہ قال علی انا قال انت ان ادرکتہ
فذہب فوجدہ قد انصرف فرجع الی رسول اللہ صلعم فقال ہذا اول قرن خرج من امتی
لو قتلتہ ما اختلف اثنان بعدہ من امتی ثم قال ان بنی اسرائیل افترقت احدی و
سبعین فرقۃ وان امتی ستفرق علی ثنتین وسبعین فرقۃ کلہا فی النار الا فرقۃ واحدۃ
قال یزید الرقاشی ہی الجماعۃ طریق آخر یزید الرقاشی مرسلا قال عبد الرزاق فی
المصنف عن معمر قال سمعت یزید الرقاشی یقول بینا النبی صلعم جالس مع اصحابہ اشرف
علیہم رجل فاثنوا علیہ خیرا فقال النبی صلعم ان فی وجہہ سفعۃ شیطان فجاء فسلم فقال
لہ النبی صلعم احدثت نفسک آنفا انہ لیس فی القوم رجل افضل منک قال نعم ثم ولی
فقال النبی صلعم ایکم رجل یضرب عنقہ فقال ابوبکر انا فقام فرجع فقال انتہیت الیہ
فوجدتہ قد خط علیہ خطا وہو یصلی فیہ فلم تتابعنی نفسی علی قتلہ فقال النبی صلعم انت
فقال ثم رجع فقال والذی نفسی بیدہ لو وجدتہ لجئتک براسہ فقال النبی صلعم ہذا اول
قرن من الشیطان طلع فی امتی اما انکم لو قتلتموہ ما اختلف منکم رجلان ان بنی اسرائیل
اختلفوا علی احدی و اثنتین وسبعین فرقۃ وانکم ستختلفون مثلہم او اکثر

ابو بکر انا فدخل فاذا هو قائم یصلی فقال اقتل رجلا یصلی و قد نهانا رسول الله صلعم عن
ضرب المصلین فقال رسول الله صلعم من یقتل الرجل فقال عمر انا یا رسول الله صلعم فدخل المسجد
فاذا هو ساجد فقال مثل ابی بکر و زاد لا رجعن فقد رجع من هو خیر منی فقال رسول الله
صلعم یا عمر ما لک له فقال رسول الله صلعم من یقتل الرجل فقال علی انا فقال انت تقتله ان
وجدته فدخل المسجد فوجده قد خرج فقال اما والله لو قتل لکان اولهم و آخرهم
ولما اختلف من امتی اثنان اخرجه ابو یعلی فی مسنده من طریق عن موسی به و موسی
وشیخه فیهما لین ولکن للحدیث طرق متعددة تقتضی ثبوته طریق ثان عن انس قال
ابو یعلی فی مسنده ثنا ابو خیثمة ثنا عمر بن یونس ثنا عکرمة هو ابن عمار عن یزید الرقاشی
حدثنی انس قال کان رجل علی عهد النبی صلعم یغزو معنا فاذا رجع وحط عن راحلته عمد
الی المسجد فجعل یصلی فیه فیطیل الصلوة حتی جعل بعض اصحاب رسول الله صلعم یرون ان له
فضلا علیهم فمر یوما و رسول الله صلعم قاعد فی اصحابه فقال له بعض اصحابه یا نبی الله هذا الرجل
فاما ارسل الیه واما جاء من قبل نفسه فلما راه رسول الله صلعم مقبلا قال والذی نفسی بیده
ان بین عینیه لسفعة من الشیطان فلما وقف علی المجلس قال له رسول الله صلعم افلت
فی نفسک حین وقفت علی المجلس لیس فی القوم خیر منی قال نعم ثم انصرف فاتی ناحیة من المسجد
فخط خطا برجله ثم صف کعبیه ثم قام یصلی فقال رسول الله صلعم ایکم یقوم الی هذا یقتله
فقام ابو بکر فقال رسول الله صلعم اقتلت الرجل قال وجدته یصلی فهبته فقال رسول الله
ایکم یقوم الی هذا فیقتله قال عمر انا واخذ السیف فوجده قائما یصلی فرجع فقال رسول
الله صلعم لعمر اقتلت الرجل قال یا نبی الله وجدته یصلی فهبته فقال رسول الله صلعم ایکم یقوم
الی هذا یقتله قال علی انا قال رسول الله صلعم انت له ان ادرکته فذهب علی فلم یجده
فرجع فقال رسول الله صلعم اقتلت الرجل قال لم ادر این سلک من الارض فقال رسول الله صلعم
ان هذا اول قرن خرج من امتی لو قتلته ما اختلف فی امتی اثنان ان بنی اسرائیل تفرقوا
علی احدی وسبعین فرقة وان هذه الامة ستفرق علی ثنتین وسبعین فرقة کلها فی النار
الا فرقة واحدة قلنا یا نبی الله من تلک الفرقة قال الجماعة طریق آخر عن الرقاشی عن

فلما دنا الرجل سلم فردوا عليه السلام فقال له رسول الله ص أنشدك بالله هل حدثت
نفسك حين طلعت علينا أن ليس في القوم أحد أفضل منك قال اللهم نعم فدخل المسجد
فصلى فقال النبي ص لأبي بكر قم فاقتله فدخل أبو بكر فوجده قائما يصلي فقال أبو بكر
في نفسه إن للصلوة حرمة وحقا ولو أني استأمرت رسول الله ص فجاء إليه فقال له
النبي ص أقتلته قال لا رأيته قائما يصلي ورأيت للصلوة حرمة وحقا وإن شئت أن أقتله
قتلته قال لست بصاحبه اذهب أنت يا عمر فاقتله فدخل عمر المسجد فإذا هو
ساجد فانتظره طويلا ثم قال عمر في نفسه إن للسجود حقا فلو أني استأمرت رسول الله
فقد استأمره من هو خير مني فجاء إلى النبي ص فقال أقتلته قال لا رأيته ساجدا
ورأيت للسجود حقا وإن شئت أن أقتله قتلته فقال لست بصاحبه قم يا علي أنت
صاحبه إن وجدته فدخل فوجده قد خرج من المسجد فرجع إلى رسول الله ص فقال
أقتلته قال لا قال لو قتل ما اختلف رجلان من أمتي حتى الدجال طريق آخر عن
أنس قال البزار في مسنده حدثنا إبراهيم بن عبد الله بن محمد الكوفي حدثنا
عبد الرحمن بن شريك ثنا أبو عمر الأعمش عن أبي سفين عن أنس بن مالك قال
كنا عند النبي ص حتى أقبل رجل حسن السمت ذكروا من أمره أمرا حسنا فقال
رسول الله ص إني لأرى على وجهه سفعة من النار فلما انتهى فسلم قال النبي ص
بالله أخبرني قال هل قلت في نفسك أو ترى في نفسك أنك أفضل القوم قال نعم
فلما ذهب قال رسول الله ص إنه قد طلع قرن هذا وأصحابه منهم قال أبو بكر
ألا أقتله يا رسول الله قال بلى فانطلق أبو بكر فوجده في المسجد يصلي فرجع إلى
رسول الله ص فقال إني وجدته يصلي فلم أستطع أن أقتله قال عمر أفلا أقتله
قال بلى فانطلق عمر فوجده في المسجد يصلي فرجع فقال إني وجدته يصلي فلم أستطع
أن أقتله فقال علي أفلا أقتله يا رسول الله فقال بلى أنت تقتله إن وجدته
فانطلق علي فلم يجده طريق آخر لهذا الحديث من رواية جابر قال أبو بكر بن أبي شيبة
وأحمد بن منيع معا في مسنديهما حدثنا يزيد بن هارون ثنا العوام بن حوشب

ليس منها صواب الا واحدة قيل يا رسول الله وما هذه الواحدة قال الجماعة اخرها
في النار طريق اخر عن انس قال المحاملي في اماليه حدثنا احمد ابن محمد بن يحيى بن سعيد
ثنا عبادة ابن حوثرة ثنا الاوزاعي حدثني قتادة عن انس قال ذكر عند رسول الله ص
رجل فذكر من قوته في الجهاد واجتهاده في العبادة ثم ان الرجل اشرف فقيل يا
رسول الله هذا الرجل الذي كنا نذكره فقال رسول الله ص والذي نفسي بيده
اني لارى في وجهه سفعا من الشيطان فاقبل الرجل فسلم فقال له رسول الله ص
هل حدثت نفسك حين اشرفت علينا انه ليس في القوم خير منك قال نعم ثم مضى
الرجل فاختط مسجدا وصف قدميه يصلي فقال رسول الله ص ايكم يقوم اليه فيقتله
فقال ابو بكر انا فانطلق ابو بكر فوجده قائما يصلي فهاب ان يقتله فرجع الى رسول
الله ص فقال رسول الله ص ما صنعت قال يا رسول الله رأيته قائما يصلي فهبت ان
اقتله فقال اجلس ثم قال ايكم يقوم اليه فيقتله قال عمر انا فانطلق عمر فوجده قائما
يصلي فهاب ان يقتله فرجع الى رسول الله ص فقال له ما صنعت قال يا رسول الله
رايته قائما يصلي فهبت ان اقتله قال اجلس ثم قال ايكم يقوم اليه فيقتله فقال
علي انا فقال انت له ان ادركته فانطلق علي فوجده قد انصرف فرجع فقال له
رسول الله ص وسلم ما صنعت قال يا رسول الله وجدته قد انصرف قال رسول
الله ص ان هذا اول قرن خرج في امتي لو قتلته ما اختلف اثنان بعده ان بني
اسرائيل افترقت على احدى وسبعين فرقة وتفترق امتي على ثنتين وسبعين
فرقة كلها في النار الا واحدة قال قتادة هي الجماعة طريق اخر عن انس قال
ابو يعلى في مسنده ثنا محمد بن بكار ثنا ابو معشر عن يعقوب بن زيد بن طلحة عن زيد
بن طلحة عن زيد بن اسلم عن انس بن مالك قال ذكر رجل لرسول الله صلى الله
عليه وسلم له نكاية في العدو واجتهاد فقال لا اعرف هذا قالوا بلى نعته كذا و
كذا قال لا اعرفه فبينا نحن كذلك اذ طلع الرجل فقالوا هو هذا يا رسول الله
قال ما كنت اعرف هذا هو اول قرن رايته في امتي ان فيه لسفعة من الشيطان

حدثنی طلحہ بن نافع ابو سفیان عن جابر قال مرّ رجل علی رسول اللہ ص فقالوا
فیہ واثنوا علیہ فقال رسول اللہ ص من یقتلہ قال ابو بکر انا فانطلق فوجدہ
قائما یصلی قد خط علی نفسہ خطا فرجع ابو بکر ولم یقتلہ لما راٰہ علی تلک الحال فقال
رسول اللہ ص من یقتلہ فقال عمر انا فذھب فراٰہ فی خطہ قائما یصلی فرجع ولم
یقتلہ فقال رسول اللہ ص من یقتلہ فقال علی انا فقال انت ولا اراک تدرکہ
فانطلق فوجدہ قد ذھب واخرجہ ابو یعلی ایضاً قال ابو یعلی ثنا ابو خیثمہ ثنا
یزید بن ھارون بھذا وھذا الاسناد صحیح علی شرط مسلم فان یزید بن ھرون
والعوام ابن حوشب من رجال الصحیحین وابو سفیان طلحہ بن نافع من رجال
مسلم فلو لم یکن لھذا الحدیث الا ھذا الاسناد وحدہ لکان کافیا فی ثبوتہ وصحتہ
خلاصہ یہ کہ چوتھی حدیث انس سے منقول ہے کہ ہم لوگوں میں ایک جوان تھا عابد و زاہد و اجتہاد
(جس سے معلوم ہوا کہ صحابہ اس سے بخوبی واقف تھے) جس کا نام ہم نے رسول اللہ صلعم کے سامنے لیا
حضرت نے نہ پہچانا ہم نے اسکے اوصاف بیان کئے مگر حضرت نہ پہچان سکے۔ اسی حالت میں
تھے کہ وہ سامنے آیا ہم لوگوں نے حضرت سے کہا یہی ہے حضرت نے فرمایا میں تو اسکے چہرہ پر ایک نشان
شیطان کا پا رہا ہوں اس نے آکر سلام کیا تو حضرت نے فرمایا تیرے دل میں یہ خیال گذرا ہے کہ
میں سب سے افضل ہوں اس نے کہا ہاں۔ پھر وہ چلا گیا اور داخل مسجد ہوا حضرت نے فرمایا کون
شخص اس کو قتل کریگا **ابو بکر** نے کہا **میں** جب داخل مسجد ہوئے تو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے
ابو بکر نے کہا پھر میں کیونکر قتل کروں ایسے شخص کو جو نماز پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ حضرت نے ہمکو منع
کیا ہے نمازیوں کے قتل سے (واہ رے اجتہاد کہاں وہ حکم عام کہاں یہ حکم خاص اچھا قیاس ہے)
پھر حضرت نے فرمایا کون مرد قتل کریگا **فاروق اعظم** بولے۔ میں۔ جب داخل مسجد ہوئے تو دیکھا
وہ سجدہ میں ہے پس انھوں نے بھی وہی کیا جو ابو بکر صاحب نے کیا تھا اور اس پر اسقدر اور اضافہ
کیا کہ میں پلٹ جاتا ہوں کیونکہ وہ بھی پلٹ ہی گیا ہے جو مجھ سے افضل تھا یعنی ابو بکر۔ اب
اہل سنة کہیں عمر صاحب کس پر ایمان لائے تھے رسول اللہ پر یا ابو بکر صاحب پر کیا یہ خیال نہیں کر سکتے
تھے اگر ابو بکر نے نافرمانی کی تو میں کیوں جہنم کا سچا وارث بنوں، رسول اللہ نے آواز دی

یہ حدیث صحیح ہے مطابق شرط مسلم کے

علامہ سیوطی رسالہ حل السقط فی نظم اللقط میں لکھتے ہیں فھذا من الحکم بالحقیقہ لانہ اطلع علی ما یول الیہ امرہ اخرا ولم یکن اذ ذاک بدا منہ المحذور ولھذا توقف ابوبکر و عمر فی قتلہ یعنی یہ حکم حضرت کا دربارہ اسکے قتل کے مطابق حقیقت تھا کہ آپ جانتے تھے مآل کار اسکا کیا ہوگا اور اوسوقت کوئی امر اوس سے ایسا نہیں ظاہر ہوا تھا جس سے قتل کیا جائے اسی وجہ سے توقف کیا ابوبکر و عمر نے اوسکے قتل میں -

تو اب بلاشبہہ معلوم ہوا کہ شیخین نے اپنی راے اور قیاس کو مرجح سمجھا حضرت کے حکم پر کہ ہرچند آپ بتاکید و تہدید فرماتے تھے کہ اسکو قتل کرڈالو مگر ابوبکر و عمر نے نہ مانا تو اسکے بعد کیا کوئی کہسکتا ہے کہ وہ سچے دل سے ایمان لاے تھے کیونکہ کوئی شخص جسکو نبی مانتا ہے کیا پھر اوسکے دلمیں اوسکے احکام کے متعلق کوئی تردد رہتا ہے -

اسی مضمون کو تو خداوند عالم نے قرآن مجید میں بایں صراحت فرمایا ہے فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خداوند عالم قسم فرماتا ہے کہ کبھی وہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے مشاجرات میں تمکو حکم نہ بنائیں اور تمہارے فیصلہ کے بعد کسی طرح کا حرج انکے دلمیں نہ رہے اور پوری طور سے تسلیم کرلیں - تو کیا جس نبی کی یہ شان ہو نہ اوسکے فیصلہ کے بعد دلمیں تردد رکھنے سے بھی سلب ایمان ہوجاتا ہے - اسکے حکم سے ایسی سرتابی مناسب ہے

یہاں پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ نزاعات و خصومات میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ باوصفیکہ ایک صاحب حق ہوتا ہے اور دوسرا باطل پر مگر صاحب حق سے بعض باتیں ایسی ہوجاتی ہیں کہ کسیطرح وہ قابل مواخذہ نہیں ہوتیں اور فیصلہ کے بعد بھی اوسی اثر کا دلمیں بتقاضاے فطرت ضروری ہے - مگر حضرت کا فیصلہ اور آپکا حکم ایسا صادق اور مطابق حق ہے کہ اوسکے بعد ذرہ برابر بھی شک و شبہہ رہنا منافی ایمان ہے

امت میں تہتر فرقہ ہوگا سب جہنم میں جائینگے مگر ایک فرقہ ہمنے عرض کیا وہ فرقہ کون ہوگا کہا جماعۃ
دوسرے طریق سے یہ روایت دلایل النبوۃ بیہقی میں بھی یہی روایت موجود ہے اس سے جسمیں لفظ جماعۃ
حضرت کا کلام نہیں ہے قال یزید الرقاشی ھی الجماعۃ بلکہ یزید رقاشی نے کہا کہ وہ فرقہ جماعت ہے
چوتھے طریق سے یہ روایت یزید رقاشی سے منقول ہے جسمیں صرف ابوبکر صاحب کا نام ہے کہ میرے نفس
نے گوارا نہ کیا کہ حالت نماز میں اس کو قتل کروں (اسکے بعد عبارت کچھ مخدوش ہے اور وہ کلام ہے جو
حضرت نے جناب امیرؑ سے فرمایا تھا) پھر اسکے بعد فرمایا بنی اسرائیل کے اکہتر فرقے ہوے اور تم
بھی مثل اُن کے یا زیادہ اختلاف کروگے جسمیں سے ایک ہی صواب پر ہوگا کسی نے پوچھا وہ کون ہے
کہا جماعت آخر اُس کا نار میں ہوگا۔ پانچویں طریق سے بھی اسی روایت کو لکھا ہے اور حضرت کا وہی کلام
کہ بہتر فرقہ ہوگا اور پھر قول قتادہ ہے کہ وہ ایک فرقہ ناجی جماعت ہے چھٹے طریق سے ابو یعلی نے
اپنے مسند میں روایت کیا ہے کہ وہ مسجد میں جاکر نماز پڑھنے لگا تو حضرت نے ابوبکر سے کہا اٹھو اور جا کر
اسکو قتل کرو۔ ابوبکر نے اسکو نماز میں کھڑا پایا تو اپنے دلمیں کہا نماز کے لئے بھی ایک حرمت ہے اور حق
(واہ رے ایمان) کاش میں جاکر رسول اللہ سے پھر حکم لیتا۔ جب حضرت کے پاس واپس آئے تو پوچھا
قتل کر آئے۔ ابوبکر نے کہا نہیں ہم نے اُسے نماز میں پایا اور نماز کے لئے بھی ایک حرمت ہے اور حق۔ او
اگر میں چاہتا (یا آپ چاہیں) کہ میں قتل کروں تو قتل کر سکتا ہوں حضرت نے فرمایا تم اسکے صاحب نہیں
ہو۔ جاؤ تم اے عمر اور قتل کرو اسکو عمر نے داخل مسجد ہو کر اُسے سجدہ میں پایا اور دیر تک منتظر رہے
پھر اپنے دلمیں کہا کہ سجدہ کا بھی ایک حق ہے۔ کاش میں بھی جاکر حضرت سے پھر حکم لوں۔ کیونکہ جو مجھ سے
بہتر (ابوبکر) تھا اُس نے بھی جاکر دوبارہ حکم لیا۔ آخر آکر حضرت سے بیان کیا کہ میں نے اُس کو
سجدہ میں پایا اور سجدہ کے لئے بھی ایک حق ہے اگر آپ چاہیں تو میں جاکر اُسے قتل کروں حضرت نے
فرمایا تم بھی اسکے صاحب نہیں ہوا اے علی تم جاؤ کہ تم ہی اسکے صاحب ہو بشرطیکہ پاؤ اسکو۔ جب حضرت
علی گئے تو وہ مسجد سے جا چکا تھا حضرت نے فرمایا اگر وہ قتل کر دیا جاتا تو دو آدمی بھی ہماری
امت میں اختلاف نہ کرتے یہانتک کہ دجال (یا تا زمانہ دجال) ساتویں طریق سے بزار نے روایت
کی ہے اور نویں طریق سے بروایت جابر منقول ہے آخر میں علامہ سیوطی کہتے ہیں اگر اس حدیث
کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہوتا سوای طریق ابو یعلی کے تو کافی تھا کیونکہ کہا ابو یعلی نے یہ حدیث

اظہار اسلام سے شیخین کا روئیہ عموماً اور فاروق اعظم کی پالیسی خصوصاً یہی رہی کہ جہانتک ہوسکے حضرت کے خلاف کیا جاے حضرت کی مصلحت ابتداے اسلام میں اخفا کی تھی کہ جہانتک ہوسکے پوشیدہ کارروائی ہو۔ عمر صاحب نے اپنے جوش سے اوسکی ایسی مخالفت کی کہ حضرت کو اور آپکے خاص جان نثاروں کو نہایت زحمت اوٹھانی پڑی جسکا سلسلہ و ہانتک پہونچتا ہے کہ حضرت شعب ابوطالب میں محصور ہوے آپکے لئے سارے جہان کے مصائب تھے اور صحابہ چین سے آرام سے بسر کرتے ہیں۔

ہجرت کے وقت بھی حضرت نے اسی طرح چاہا کہ آہستہ آہستہ صحابہ کو مدینہ روانہ کردیں عمر صاحب کی جلد بازی اور مخالفت راے نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ سارے عرب نے مجمع کرکے حضرت کو ہلاک کرنا چاہا جسکا آخری نتیجہ یہ ہوا کہ جناب امیر حضرت کے فرش خواب پر سوئے اور حضرت آہستہ سے نکلے اور روانہ مدینہ ہوے

ابوبکر صاحب اگر تعاقب حکم آنحضرت گھر سے نہ نکلتے اور آپکے پیچھے نہ دوڑتے تو حضرت کو یہ گزند نہ پہونچتا کہ آپکا پاے مبارک زخمی ہو۔

مدینہ پہونچنے پر جنگ بدر میں جو عمر صاحب نے راے دی اوسے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت کو سدرجہ ملال ہوا صلح حدیبیہ جو کیا وہ آپکو معلوم ہے کہ حضرت کے مصالح سے خواہاں صلح ہیں اور عمر صاحب اوسکی برہمی کی فکر کرتے ہیں یہانتک کہ اسکی کوشش کی کہ وہ سفیر بھی قتل کردیا جاے جو واسطے صلح تھا جس سے علاوہ بر آنکہ غدر کا الزام آتا ہمیشہ کے لئے جنگ قایم ہوتی

بہرحال چونکہ یہاں ذکر اجمالی خوارج کا آگیا ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے کس کس طرح چاہا اون منافقین کو قتل کرڈالیں جو آخر چلکر خارجی تھے اور شیخین نے ہر طرح اونکو بچایا۔ لہذا بمناسبت مقام یہ بھی ظاہر کردینا مناسب ہے کہ اس زمانہ کے خوارج کا امام و مقتدا بھی اوسی نسل سے تہا جسکے قتل کو رسول اللہ ضروری جانتے تھے اور خلفاے ثلثہ اوسکی حمایت کرتے

اس زمانہ کے خوارج کا مشہور نام **وہابی** ہے اور جسکا امام اور موجد

اور یہاں تو حضرت کا حکم نہ کسی خانگی نزاع کے متعلق ہے نہ کسی سرحدی معاملہ میں نہ اور کسیطرح کے امور دنیوی میں بلکہ محض حکم الہی کی تبلیغ ہے اور اوسکی تعمیل۔ مگر اہلسنت کے صحابہ اور خلفا اوسمیں یہ حیلہ و حوالہ کر رہے ہیں تو بھلا حضرت کے اون احکام کو وہ کب مان سکتے تھے جو انکے اغراض ذاتی کے منافی ہوتا سیوطی کا یہ کلام لہذا توقف ابوبکر و عمر بتار ہا ہے۔ کہ وہ اس توقف میں ابوبکر و عمر صاحبان کو معذور جانتے ہیں حالانکہ خود اہلسنت کے یہاں ثابت ہے کہ جو حکم حضرت سے بلا واسطہ سنے اوسمیں پھر کسیطرح کا توقف جائز نہیں۔

محققین علماے اہلسنت نے خود اسکی تحقیقات کی ہے **اصل** فساد کی ابتدا اسی خود رائی اور سرکشی سے ہوئی چنانچہ علامہ شہرستانی ملل و نحل میں لکھتے ہیں المقدمۃ الثانیہ فی بیان اول شبہۃ وقعت فی اول الخلیقۃ ومن مصدرھا فی الاول ومن مظھرھا فی الاخر اعلم ان اول شبہۃ وقعت فی البریۃ شبہۃ ابلیس اللعین ومصدرھا استبدادہ بالرای فی مقابلۃ النص واختیارہ الھوی فی معارضۃ الامر واستکبارہ بالمادۃ التی خلق منھا وھی النار علی مادۃ آدم وھی الطین وانشعبت عن ھذہ الشبہۃ سبع شبہات سارت فی الخلیقۃ وسرت فی اذھان الناس حتی صارت مذاھب بدعۃ وضلال الخ یعنی پہلا شبہہ جو دنیا میں پیدا ہوا وہ شبہہ شیطان لعین ہے اور باعث اسکا اوسکی خود رائی ہے بمقابلہ نص۔ اور اپنی خواہش کو اختیار کرنا بمقابلہ حکم کے اور استکبار و سرکشی کرنا حکم خدا سے بوجہ اوس مادہ کے جس سے وہ پیدا ہوا۔ اسی شبہہ سے تمام شبہات پیدا ہوئی جو آگے چلکر مذاہب بدعت و ضلال قرار پائے

تو اب بتائے حضرت ابوبکر و عمر نے حکم صریح رسول کے مقابلہ میں یہ ایچ پیچ کرنا کہ یہ نماز گذار ہے سجدہ میں ہے۔ کیونکر قتل کریں۔ شیطان کی اوس شیطانت سے زیادہ ہے جو خدا نے سجدہ آدم کا حکم دیا اور اسنے نافرمانی کی۔

افسوس کہ ضیق مقام ہمکو مجبور کرتا ہے کہ اب قلم کو روکیں ورنہ ہم بتا دیتے کہ ابتدا

مردوں کے نطفہ میں ہیں اور رحم مادر میں نہیں آئے اور رہونگا آخر انکا مسیح دجال کے ساتھ ۱۱

جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ یہ فرقہ وہابیہ اوسی نسل خبیث کے بقیہ سے ہے جو آجکل اسطرح عروج پر ہے اور دنیا بھر کو مشرک کہ رہا ہے حالانکہ در اصل خود مشرک ہے اور بت پرست۔

اگر تحقیقات اہلسنت مان لی جائے کہ مسیح دجال سے مراد مرزا قادیانی ہیں تو اوربھی اس حدیث کی تصدیق ہوئی جاتی ہے کیونکہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب بھی پہلے اسی فرقہ وہابیہ کے ایک معزز رکن تھے اور اونکے پیرو وہی لوگ ہیں جو در اصل وہابی ہیں یا اہلحدیث

دوسرا باب

یہانتک تو اجمالی ذکر تھا پہلے حصہ حدیث صحیح بخاری المسلم من سلم المسلمون من لسانہ کا کہ کسطرح صحابہ ممدوحین اہلسنت نے اسکی مخالفت کرکے زبان سے مسلمانوں کو ایذائیں دیں اور کفار کی حمایت کی

اب دوسرے حصہ میں من یدہ کی تحقیقات مطلوب ہے کہ کسطرح انلوگوں نے ہاتھ سے مسلمانوں کو ایذا دی جسکے بعد خود بخود ماننا پڑیگا کہ صحابہ اہلسنت تمامتر اس حدیث کے خلاف عمل کرتے تھے

اسمیں شک نہیں کہ ابوبکر صاحب کے خاص ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا خواہ عہد رسول میں ہو یا خود اپنے عہد میں کہ کسی کافر کو قتل کیا ہو۔ مگر مسلمانوں پر انکی زبان اور انکا ہاتھ ضرور تیز رہا اور ایسا تیز جسکی نظیر دنیا میں نہ ملیگی جیسا کہ آپ پہلے سن چکے ہیں ایک صحابی کو اونہوں نے عین حالت احرام حج میں خوب ہاتھوں سے اور جوتہ سے پیٹا۔ عمر صاحب کی بڑہی ہوئی داڑہی اپنے ہاتھ سے نوچی۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی تہا۔ اوسکے نسبت شیخ الاسلام احمد بن زینی وحلان اپنی کتاب خلاصۃ الکلام فی بیان امراء البلد الحرام میں لکھتے ہیں۔

وظاہر من ذلک ان ھذا المغرور محمد بن عبدالوہاب من تمیم فیحتمل انہ من عقب ذی الخویصرۃ التمیمی الذی جاء فیہ حدیث البخاری عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان النبی قال ان من ضئضئ ھذا او فی عقب ھذا اقوما یقرؤن القران لا یجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السہم من الرمیۃ یقتلون اھل الاسلام ویدعون اھل الاوثان لئن ادرکتھم لاقتلنھم قتل عاد فکان ھذا الخارجی یقتل اھل الاسلام ویدع اھل الاوثان ولما قتل علی بن ابی طالب الخوارج قال رجل الحمد للہ الذی اباد ھم واراحنا منھم فقال علی رض کلا والذی نفسی بیدہ ان منھم من ھو فی اصلاب الرجال لم تحملہ النساء ولتکونن اخرھم مع المسیح الدجال صفحہ ۴۵

یعنی صریح تر اس سے یہ امر ہے کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ تمیم سے ہے پس احتمال اس امر کا ہے کہ یہ اولاد سے ہو ذی الخویصرہ تمیمی کی جسکے بارہیں بخاری نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ نسل سے اسکی یا پیچھے اسکے ایسی قوم ہوگی جو پڑہیگی قران کو اور نہ متجاوز ہوگا قران اونکے حنجر گردن سے نکل جائینگے وہ دین سے جسطرح نکل جاتا ہے تیر کمان سے قتل کرینگے اہل اسلام کو اور بلائینگے اپنی طرف بت پرستونکو اگر پاتے ہم اونکو تو قتل کرتے مثل قتل کرنے قوم عاد کے پس تہا یہ خارجی محمد بن عبدالوہاب قتل کرتا مسلمانونکو اور چھوڑ دیتا تھا بت پرستونکو اور جب کہ قتل کیا حضرت علی نے خوارج کو تو کسینے کہا الحمد للہ کہ ہلاک کیا اونکو اور بچایا ہمکو اونکے شر سے تو کہا حضرت علی نے یہ بات نہیں ہے قسم اوسکی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ ابھی انلوگوں سے وہ باقی ہیں جو ابتک

کہ ابوبکر نے بعد قتل اوسکے مردہ کو جلوا دیا اور شاہ صاحب اوسکو درست فرماتے ہیں کیونکہ مردہ بے جان ہوتا ہے اوسکو قوت احساس کہاں باقی ہے جو یہ ناجائز ہو شاہ صاحب نے اگرچہ یہ تاویل کی ہے کہ جلانا بعد قتل ہو جبکہ مردہ بیجان ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ اوسکو آگ میں جلائیں۔ مگر دوسرے حضرات نے تو اسپر بھی ترقی کی ہے کہ اصل حدیث عذاب بالنار ہی کو ضعیف کہدیا۔ جس سے اسلام کا ایک اعلیٰ اخلاقی اور عقلی حکم باطل ہوگیا کیونکہ مشہور حدیث ہے کہ حضرت نے فرمایا آگ سے کسی پر نہ عذاب کرو آگ سے نہ جلاؤ یہ ایسا حکم صریح اور صحیح ہے کہ ہر عاقل پر اسکی خوبی ظاہر ہے۔

صحت حدیث عذاب بالنار | صحیح بخاری میں ہے باب لایعذب بعذاب اللہ عن ابی ھریرۃ انہ قال بعثنا رسول اللہ فی بعث فقال ان وجدتم فلانا وفلانا فاحرقوا بالنار ثم قال رسول اللہ حین اردنا الخروج انی امرتکم ان تحرقوا فلانا وفلانا وان النار لا یعذب بہا الا اللہ فان وجدتموھما فاقتلوھما دوسری حدیث اسی باب میں ہے عن عکرمہ ان علیاً حرق قوما فبلغ ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقھم لان النبی قال لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتھم کما قال النبی من بدل دینہ فاقتلوہ ص ۱۰۷ کتاب الجہاد جزء ثانی بخاری

جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ایسی صحیح ہے کہ بخاری نے دو طریق سے اسکی روایت کی۔ مگر چونکہ ابوبکر کی خاطر سے یہ حدیث ضعیف باطل کر دی گئی چنانچہ ابن حجر کا فی سواعق محرقہ میں لکھتے ہیں انما سمع انہ احرق من اتی رجلا فی دبرہ وقد نھی النبی عن التعذیب بالنار وھو باطل لان الخبر لا یثبت باسناد صحیح بل حتی لو ان اعتراض ابوبکر پر ہے کہ اونہوں نے لوطی کو جلوا دیا حالانکہ حضرت نے منع کیا تھا عذاب بالنار سے اسکے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث کسی ایسی سند سے نہیں ثابت ہے جو قابل احتجاج ہو اب صحیح بخاری سے

مگر ہم انکی اس **مخالفت** حدیث کی ایسی نظیر پیش کیا چاہتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ وحشی سے وحشی قوم نے بھی ایسی کارروائی نہ کی ہوگی۔ کیونکہ آجتک کسینے یہ حکم نہیں دیا ہوگا کہ **دشمن کو زندہ جلادو** یا گھر میں آگ لگادو۔ مگر اس خلافت کے مخصوصات سے ہے کہ اس بوڑھے نرم دل خلیفہ کا دل خلافت پاتے ہی ایسا سخت ہو گیا کہ خلافت پر قدم رکھتے ہی مخالفین خلافت کے لیے حکم عام دیا تھا **فاقتلوا واحرقوا** یعنی مار ڈالو اور جلاڈالو چنانچہ تاریخ طبری میں ہے ان ابا بکر کان من عهده الی جیوشه اذا غشیتم دارا من دور الناس فسمعتم فیها اذانا للصلوٰة فامسکوا عن اهلها حتی تسئلوهم ما الذی نقموا وان لم تسمعوا اذانا فشنوا الغارة

فاقتلوا واحرقوا

یعنی ابوبکر کا عہد اپنی لشکر سے یہ تھا کہ جب کسی گھر پر پہنچو اور اذان کی آواز سنو تو اونسے کچھ نہ تعرض کرو اور وجہ ناراضی کی دریافت کرو۔ اور اگر اذان کی آواز نہ سنو تو لوٹ مار کرو اور قتل کرو اور جلاڈالو

کیا کوئی شخص کسی دوسری وحشی قوم کی ایسی مثال پیش کرسکتا ہے کہ اوسنے جوش حکومت میں ایسا حکم صادر کیا ہو کہ دشمن کو جلاڈالو۔ اور کیا ایسا حکم دینے والا آدمی کہا جاسکتا ہے۔ اسلام کے تمام احکام کا دارو مدار قرآن اور سنت رسول پر ہے کیا کوئی شخص قرآن وحدیث سے یہ حکم نکال سکتا ہے کہ کافر یا مرتد کے لیے یہ حکم ہے کہ عام طور سے وہ قتل کیا جاوے اور جلوا دیا جاوے پھر کیا یہ اسلامی حکم قرار پا سکتا ہے ہرگز نہیں

حکم ابوبکر به احراق ابوبکر صاحب کو اس وحشیانہ حرکت عذاب بالنار کا ایسا ذوق تھا کہ نہ صرف زندہ آدمی کو جلاتے تھے بلکہ مردہ کو بھی جلوا دیتے چنانچہ خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ میں بجواب اسکے کہ ابوبکر نے لوطی کو جلوا دیا لکھتے ہیں در روایت صحیح از سوید بن غفلہ عن ابی ذر غنیمہ آمدہ انہ امر به فضرب عنقه ثم امر به فاحرق ومردہ را بآتش سوختن برائے عبرت دیگران درست است مثل آنکه مردہ را بردار کشند زیراکہ مردہ را تعذیب نیست دریافت الم وورد مشروط بحیات است جس سے معلوم ہوا

سامنے - اور خالد بن ولید نے بہت سے لوگونکو اہل ردد سے جلایا تھا اور اکثر علماء مدینہ جائز رکھتے ہیں جلا دینے کو قلعونکے اور کشتیونکے مع اون لوگونکے جو اونمیں ہوں جس سے ظاہر ہوا کہ ابوبکر اور خالد بن ولید کی خاطر سے اصل حدیث رسول باطل کردی گئی اور تاویل کی گئی کہ نہی تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے

اعتراض عمر برابوبکر | یہی وجہ ہے کہ حضرت خلیفۂ دوم ابوبکر صاحب کے اس فعل پر معترض تھے کہ اونہوں نے کیوں خالد بن ولید کو یہ اختیارات دیئے تھے چنانچہ شرح بخاری عینی میں ہے وحرق خالد بن الولید رجالا من اهل الردة فقال عمر للصدیق انزع هذا الذی یعذب بعذاب الله فقال الصدیق لا اشیم سیفا سله الله علی المشرکین ص ۵۵ جلد ۷

یعنی خالد نے بہت سے اشخاص کو اہل ردہ سے جلایا تھا جسپر عمر نے ابوبکر سے کہا اس شخص کو موقوف کرو جو خدا کے عذاب سے لوگوں پر عذاب کرتا ہے ابوبکر نے کہا ہم اوس تلوار کو نہیں میان میں رکھتے جسے خدا نے کھینچا ہو مشرکین پر

یہ بھی عجائب روزگار سے ہے کہ عمر صاحب جنکی سخت مزاجی سے دنیا نالاں تھی اون کو تو اسقدر رحم آرہا ہے کہ آگ سے جلانے والے عذاب کو ناپسند کرتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں - برخلاف اسکے ابوبکر صاحب جو نہایت نرم دل اور رقیق القلب مشہور کئے جاتے ہیں اونکا یہ تشدد ہے کہ جسطرح ہو باغی جلائے جائیں اور کوئی بچنے نہ پائے

تشدد ابوبکر در احراق | حضرت ابوبکر نے جو جواب عمر صاحب کو دیا ہے اوس سے ایک نادان شخص تو یہ سمجھ سکتا ہو کہ خالد بن ولید کی غلطی سے اسوجہ چشم پوشی کرتے ہیں کہ وہ مخالفین اسلام سے لڑ رہے ہیں اس وجہ سے ایسی غلطی سے درگذر کیا گیا - مگر یہ سب دنیا سازی تھی ورنہ خالد بن ولید کو حکم ہی ایسا تھا چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے کہ ابوبکر نے خالد کو لکھا (غالبا یہ خط عمر صاحب سے چھپا کر لکھا گیا ہو) ان اظفرک الله باهل الیمامة فایاک والابقاء علیهم اجهز علی جریحهم واطلب مدبرهم واحمل اسیرهم علی السیف وهوّن فیهم القتل والحرق بالنار وایاک

بڑھکر کون سند ہو سکتی ہے جو قابل احتجاج ہو۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔ واختلف السلف فی التحریق فکرہ ذلک **عمر وابن عباس** وغیرھما مطلقاً سواء کان ذالک بسبب کفر او فی حال مقاتلۃ او کان قصاصاً واجازہ **علی** وخالد بن ولید وسیاتی ما یتعلق بالقصاص وقال المھلب لیس ھذا النھی علی التحریم بل علی سبیل التواضع ویدل علی جواز التحریق فعل الصحابۃ وقد سمل النبی اعین العرنیین بالحدید المحمی وقد حرق **ابوبکر البغاۃ بالنار بحضرۃ الصحابۃ** وحرق خالد بن الولید بالنار ناسامن اھل الردۃ واکثر علماء المدینۃ یجیزون تحریق الحصون والمراکب علی اھلھا قالہ الثوری والاوزاعی ص ۱۱۷ جلد ۶

اور عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری علامہ عینی میں ہے وقال المھلب لیس نھیہ عن التحریق علی التحریم وانما ھو علی سبیل التواضع للہ والدلیل علی انہ لیس بحرام سمل الشارع اعین الرعاۃ بالنار وتحریق الصدیق رض الفجاءۃ بالنار فی مصلی المدینۃ بحضرۃ الصحابۃ وتحریق علی رض الخوارج بالنار ص ۵۵ جلد ۷

خلاصہ دونوں عبارتوں کا یہ ہے کہ آگ سے جلانے کے بارہ میں اختلاف چلا آتا ہے قدیم سے **عمر۔ ابن عباس** تو اس سے کراہت کرتے تھے مطلقاً چاہے بجہت کفر ہو یا بجہت قصاص یا حالت مقاتلہ میں اور جائز رکھتے ہیں اسکو **علی** اور خالد بن ولید اور قریب ہے کہ بحث قصاص میں اسکا ذکر آئے کہا مہلب نے کہ یہ نہی رسول اللہ کی بجہت تحریم نہیں ہے کہ آگ سے جلانا حرام ہو بلکہ بر سبیل تواضع ہے اور دلیل جواز تحریق کی **فعل صحابہ** ہے اور خود حضرت نے عرنیین کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی گرم کرا کر پھروائی تھی۔ اور ابوبکر نے **فجاءۃ کو جلوایا تھا** آگ میں تمامی صحابہ

پر کہ وہ ابوبکر صاحب کو خلیفہ نہیں مانتا تھا اس بیجرمتی سے قتل کیا گیا کہ بعد قتل اوسی شب کو اوسکی زوجہ کے ساتھ زنا کیا گیا اور اوسکا سر جلا یا گیا۔ جسپر دیگچی گرم کی گئی

اسلام مالک تاریخ طبری میں ہے وکان ممن شھد لمالك بالاسلام ابوقتادہ الحرث بن ربعی اخو بنی سلمہ وقد کان عاھد اللہ ان لا یشھد مع خالد حربا ابدا بعدھا

کنز العمال میں ہے ان خالد بن الولید ادعی ان مالك بن نویرہ ارتد بکلام بلغہ عنہ فانکر مالك ذلك وقال انا علی الاسلام ما غیرت ولا بدلت وشھد لہ ابوقتادہ وعبد اللہ بن عمر فقدمہ خالد وامر ضرار بن الازور الاسدی فضرب عنقہ و قبض خالد امرئتہ ام متمم فتزوجھا فبلغ عمر بن الخطاب قتلہ مالك بن نویرہ وتزوجہ امرءتہ فقال لابی بکر انہ قد زنی فارجمہ فقال ابوبکر لا ارجمہ تاول فاخطاو قال انہ قد قتل مسلما فاقتلہ قال ما کنت لاقتلہ تاول فاخطاو قال فاعتزلہ قال ما کنت لاشیم سیفا سلہ اللہ علیہم

یعنی خالد بن ولید نے اسکا دعوی کیا کہ مالک مرتد ہو گیا بوجہ ایک کلمہ کے جو اوسے پہونچا تھا۔ مالک نے ارتداد سے انکار کیا اور کہا میں اسلام پر باقی ہوں نہ کسیطرح کا تغیر ہوا نہ تبدل اور ابوقتادہ انصاری اور عبد اللہ بن عمر نے اسپر گواہی بھی دی مگر خالد نے ضرار کو حکم دیا کہ اوسکی گردن مار دے۔ اور لے لیا خالد نے اوسکی زوجہ ام متمم کو اور اوس سے نکاح کیا جب عمر کو یہ خبر پہونچی تو او سنے ابوبکر سے کہا کہ اسنے زنا کیا سنگسار کرو۔ ابوبکر نے کہا تاویل کیا اوسمیں خطا ہو گئی۔ پھر عمر نے کہا خالد نے ایک مسلمان کو قتل کیا ہے اوسکے بدلہ میں قتل کرو۔ ابوبکر نے کہا ہم اوسکو قتل نہ کرینگے عمر نے کہا معزول کرو ابوبکر نے کہا میں اوس شمشیر کو غلاف میں نہ کرونگا جسے خدا نے اُنپر مسلط کیا ہے۔

دیگچی مالک کے سر پر	وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے فقال مالك

ان تخالف عن امری والسلام علیك

یعنی اگر خدا تجھے مظفر کرے اہل یمامہ پر تو ہرگز اونمیں سے کسیکو نہ چھوڑنا۔ زخمیونکو قتل کرنا۔ بہاگے ہوؤں کی تالاش کرنا۔ قیدیونکو قتل کرنا۔ اور آگ سے جلا دینا۔ خبردار میرے حکم کے خلاف نہ کرنا۔

پھر بتائے بہلا خالد بن ولید کی کیا مجال تہی جو اس حکم کی مخالفت کرتا کیا آپنے کسی قوم کا جنگی قانون ایسا دیکھا ہے کہ نہ قیدی پر رحم کرنا نہ زخمی پر۔ ایک کو زندہ نہ چھوڑنا ایک کو بے جلائے نہ رہنے دینا۔

ابھی جنگ جاپان و روس کی یادگار تازہ ہے کل کی بات ہے دیکھو جنہیں تم کافر کہتے ہو اونہونے کس انسانی ہمدردی سے کام لیا ہے زخمیونکے لئے ہسپتال کہلی تھی کیسی کیسی شریف زادیاں خدمت کو حاضر تھیں۔ قیدیان جنگ کس آرام و آسایش سے عمدہ مکانوں میں آسایش کرتے اور غذاے لذیذ سے ہروقت متنعم ہوتے

مگر بوڑہے نرم دل۔ رقیق القلب خلیفہ اول ابوبکر صدیق کا یہ حکم تہا نہ قیدی زندہ بچے نہ زخمی۔ قتل عام کرو اور تلوار سے سب کا کام نہ تمام ہو تو آگ لگا دو۔ واہ رے اسلام واہ رے آپکی نرم دلی۔ مولوی شبلی صاحبنے المامون میں ایک خط طاہر ذوالیمنین کا نقل کیا ہے جسمیں اوسکی فصاحت و بلاغت اور اختصار کی تعریف کی ہے۔ مگر افسوس انکو ابوبکر صاحب کا یہ جنگی آرڈر نہیں ملا۔ ورنہ اونکو موازنہ کا کافی موقع ملتا کہ طاہر نے صرف قتل امین اور فتح کی خبر دی تھی جسمیں ایسی بلاغت دکہائی اور اس خط میں تو وہ کمال کیا ہے کہ انتقام کی کوئی جزوی صورت نہ چھوڑی جسپر کسی قسم کا اضافہ ہو سکے

مورخ کامل ذکر ردہ بنی عامر و ہوازن و سلیم میں لکھتے ہیں ناتو ا بهم فقتلهم و حرقهم و رضخهم بالحجارة و رمی بهم من الجبال و نکسهم فی الآبار وارسل الی ابی بکر یعلمه ما فعل ص ۱۳۳ جلد ۲

اسلامی تہذیب کی ترقی ملاحظہ ہو کہ مالک بن نویرہ جو رسول اللہ کا صحابی ہے اپنی قوم کا سردار خلیفہ دوم کا دوستدار اوسکے ساتھ کیا سلوک کیا گیا کہ صرف اس جرم

ووافقہ الصحابۃ باسرھم وقد اذی اجتھاد عمر فی ایام خلافتہ الی رد السبایا والاموال الیھم واطلاق المحبوسین

یعنی ساتواں خلاف مانعین زکوۃ میں ہوا ایک قوم کہتی تھی ہم انسے ویسا قتال نہ کرینگے جیسا کہ کافروں سے جہاد کرتے ہیں اور دوسروں نے کہا کہ نہیں ہم انسے جنگ کرینگے۔ ابوبکر نے کہا اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جسمیں بکریاں باندھتی ہیں تو میں انسے جنگ کرونگا۔ آخر سب صحابہ نے اونکی رائے کی موافقت کی۔ مگر جب عمر خلیفہ ہوئے تو اونکا اجتہاد یہ ہوا کہ جتنے لوگوں کو ابوبکر نے قید کیا سبکو رہا کیا اور سبکا مال واپس کیا اور عورتونکو سابق شوہرونکی طرف پھیر دیا۔

اگر آپ گذشتہ اور حال کی وحشی سے وحشی قومونکی تاریخ کو اولٹ ڈالئے تو کہیں آپکو اس تاریخی واقعہ کی نظیر نہ ملیگی کہ کسینے اپنے کسی دشمن کے ساتھ یہ کارروائی کی ہو۔ اسپر بھی اگر یہ خلیفہ رحیم نہ کہلائیگا تو کون اس لقب کا مستحق ہوسکتا ہے

ہاں شاہ عبدالعزیز صاحبنے جہاں اسکو جائز بتایا تھا کہ یہ سب کارروائی مردوں کے ساتھ جائز ہے کیونکہ اونمیں قوت احساس نہیں ہوتا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ زندونکے ساتھ اونکے مذہب میں بھی یہ ناجائز ہے۔

اگرچہ تصریحات سابقہ سے معلوم ہوا کہ خلیفہ اول کا حکم یہ احراق عام تھا اور زیادہ تر زندونسے متعلق تھا مگر اب میں خاص طور پر اسکی بھی تاریخی شہادت پیش کرتا ہوں کہ خلیفہ اول نے بذات خاص یہ تماشا بھی دیکھا کہ کسطرح زندہ آدمی آگ میں جلایا جاتا ہے اور کسطرح تڑپتا ہے اور یہ شعر پڑھتا ہوگا

اے کہ وا ایم ہوس سوختن ما میکرد کاش می آمد و از دور تماشا میکرد

کتاب استیعاب میں ہے بذیل ذکر طریفہ طریفۃ بن حاجز مذکور فیھم قال سیف بن عمر ھو الذی کتب الیہ ابوبکر الصدیق فی قتل فجاءۃ السلمی الذی حرقہ ابوبکر بالنار ھذا رطریفۃ فی طلب الفجاءۃ وکان طریفۃ بن حاجز واخوہ معن بن حاجز مع خالد بن الولید وکان مع

انا علی الاسلام فقال خالد یا ضرار اضرب عنقہ فضرب عنقہ وجعل راسہ اثفیہ القدر وکان من اکثر الناس شعرا کما تقدم ذکرہ فکانت القدر علی راسہ حتی نضج الطعام وما خلصت النار الی شوۃ من کثرۃ الشعر وقبض خالد امرئتہ ۔ یعنی مالک نے کہا میں اسلام پر باقی ہوں مگر خالد نے حکم قتل دیا۔ ضرار نے قتل کیا اور اوسکے سر کو دیگچی کا چولہا بنایا چونکہ اوسکے سر میں بال بہت تہا اسلئے کہانا تو پک گیا مگر آگ کی آنچ اوسکے چہرہ تک نہ پہونچی خالد نے زوجہ مالک پر تصرف کیا

اسقری نتیجہ | اس تحریر سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ خلیفہ اول سے نرم دل خلیفہ نے کس انسانی ہمدردی سے یہاں کام لیا ہے۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خلیفہ دوم جنکی سخت مزاجی سبکو معلوم ہے۔ اس مادہ میں ابتدا سے ایسا مخالف تھے کہ آخر خلافت پاتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ خالد کو جو خلیفہ اول کا سیف اللہ تہا معزول کیا اور مالک بن نویرہ کے خاندان کے جو قیدی تھے سبکو آزاد کیا۔

تاریخ طبری میں ہے فلما استخلف عمر کان اول ما تکلم بہ عزلہ فقال لا یلی لی عملا ابدا فکتب عمر الی ابی عبیدہ ان خالد اکذب نفسہ فہو امیر علی ماھو علیہ وان ھو لم یکذب نفسہ فانت الامیر ما ھو علیہ ثم انزع عمامتہ عن راسہ وقاسمہ مالہ نصفین

یعنی جب عمر خلیفہ بنے تو پہلا کلام اونہوں نے جو کیا وہ یہی تھا کہ خالد کو معزول کیا اور کہا کہ وہ ہماری طرف کوئی عمل نہیں پا سکتا۔ ابو عبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد اپنی نفس کی تکذیب کرے تو بہتر امیر بنا رہے۔ اور اگر تکذیب کرے تو تم امیر ہو اور اوسکا عمامہ سر سے اوتار دو اور مال اوسکا تقسیم کر لو آدہے آدہ

اور ملل و نحل شہرستانی میں ہے الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلہم قتال الکفرۃ وقال آخرون بل نقاتلہم حتی قال ابو بکر لو منعونی عقالا مما اعطوہ النبی لقاتلتہم علیہ ومضی بنفسہ لمقاتلتہ

اظہار تشیع میں تردد ہوتا ہے اوسکی یہی وجہ ہے کہ یہ واقعات اونکے پیش نظر رہتے ہیں اور اونکے قوم اور قبیلہ والے اس سختی سے کام لیتے ہیں جس سے وہ مجبور ہوجاتے ہیں ہاں ہاں یہ نہ سمجھنا کہ خود خلیفہ اول کو اپنی اس جذب حرکت پر کبھی ندامت نہیں ہوئی یا اسکو کبھی یاد نہیں کیا نہیں کیا اور ضرور کیا۔ مگر مرتے وقت اور وہ بھی اس لہجہ سے کہ گویا اوسمیں اسدرجہ کی وحشت نہیں ہے مگر قساوت قلبی ضرور ہے چنانچہ علامہ ابن قتیبہ اپنی کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں رقمطراز ہیں۔ ص ۲۹ مطبوعہ مصر

مرض ابی بکر واستخلافہ عمر رضی اللہ عنہما قال ثم ان ابا بکر عل سنتین وشہور ثم مرض مرضہ الذی مات فیہ فدخل علیہ اناس من اصحاب النبی علیہ السلام منہم عبد الرحمن بن عوف فقال لہ کیف اصبحت یا خلیفہ رسول اللہ فانی ارجو ان تکون بارئا قال اتری ذلک قال نعم قال ابو بکر واللہ انی لشدید الوجع ولما القی منکم یا معشر المہاجرین اشد علی من وجعی انی ولیت امرکم ولست خیرکم فی نفسی فکلکم ورم انفہ ارادہ ان یکون ھذا الامر لہ وذلک لما رأیتم الدنیا قد اقبلت اما واللہ لتتخذن

یعنی ابوبکر نے دو سال چند ماہ حکومت کی پھر بیمار ہوئے جسمیں مرے۔ اوسوقت کچھ لوگ صحابہ سے اونکے پاس حاضر ہوئے جنمیں عبد الرحمن بن عوف بھی تھے۔ پوچھا کیسا مزاج ہے مجھے امید ہے کہ آپ اچھے ہونگے ابوبکر کیا تمہارے دیکھنے میں ہم ایسے ہیں۔ عبد الرحمن۔ ہاں۔ ابوبکر۔ مگر ہم تو بہت سخت بیمار ہیں اور خاص کر اون باتوں سے جو تم مہاجرین سے ہمکو پہونچتی ہیں۔ وہ بیماری سے بھی زیادہ ہمپر سخت ہیں۔ میں تمہارا والی ضرور بنا اور اپنی نفس ہیں ہم اپنے کو تمسے بہتر نہیں جانتے۔ مگر تم سب کی ناکیں ورم کرائیں۔ (غصہ میں بھر گئے) بایں خیال کہ تملوگ خلیفہ ہوتے یہ سب اسوجہ سے کہ دیکھ رہے ہو دنیا نے رخ کیا۔ قسم خدا قریب ہے کہ تملوگ دنیا کے بچھونے اور تکیے بناو۔

ورم ای امتلأ غضبا قال الشاعر — ولا یہیج اذا ما انفہ ورما ای لا یکلم عند الغضب

الفجاءة و نجبة ابن ابی المثنی فالتقی نجبة و طریفة فتقاتلا فقتل اللہ نجبة
علی الردة ثم سار حتی لحق بالفجاءة السلمی واسمہ ایاس بن عبداللہ
بن یا لیل فاسرہ وانفذہ الی ابی بکر فلما قدم بہ الیہ اوقد لہ نارا و
امر بہ فقذف فیہا حتی احرق یعنی کہا سیف ابن عمر نے کہ طریفہ کو ابو بکر نے
تلاش فجاءة سلمی روانہ کیا۔ تو طریفہ اور اوسکے بہائی معن سے نجبة سے ملاقات ہوئی۔
نجبة مارا گیا اوسکے بعد طریفہ فجاءة سلمی کے پاس گیا جسکا نام ایاس بن عبداللہ تہا۔
اوسکو گرفتار کرکے ابو بکر کے پاس روانہ کیا۔ جب حاضر خدمت ابو بکر ہوا تو حضرت ابو بکر نے
حکم دیا کہ **آگ روشن کی جاے** اوسکے بعد فجاءة کو زندہ آگ میں ڈال دیا کہ وہ جل گیا
اور تاریخ کامل میں ہے وقتل نجبة وھرب الفجاءة فلحقہ طریفة فاسرہ ثم
بعثہ الی ابی بکر فلما قدم امر ابو بکر ان توقد لہ نار فی مصلی المدینة ثم
رمی بہ فیہا مقموطا ص ۱۳۴ جلد ۲
کہ ابو بکر نے حکم دیا مصلی میں آگ روشن کی جائے اوسمیں فجاءة سلمی ہاتھ پیر باندھ کر ڈالدیا گیا
اگرچہ سابق از ایں اسکی تصریح کلام ابن عسقلانی میں گذر چکی ہے کہ ابو بکر نے اوسکو
زندہ جلوایا۔ مگر یہ واقعہ ایسا عبرتناک تھا کہ عربی میں ایک مثل قائم ہوگئی اوحی من
عقوبة فجاءة جسکی شرح میں علامہ زمخشری مستقصی میں لکھتے ہیں الفی ابو بکر رجلین
احدھما قاطع طریق والاخر من بنی اسد مستہ اسمہ شجاع بن زرقا
فاججت نارو بہا فصار الحمنین فمتل بذلک اھل المدینة فی کل عقوبة
وحینئذ۔ یعنی اوحی من عقوبة فجاءة اسوجہ سے ضرب المثل قائم ہوئی کہ ابو بکر نے دو آدمیوں کو
آگ میں جلوا دیا تہا جس سے ایک فجاءة تہا کہ وہ جل کر خاکستر ہوگیا جب سے یہ مثل جاری ہے
اب ہم اس بحث کو اسی واقعہ پر تمام کرتے ہیں کیونکہ کسی امر کا ضرب المثل ہوجانا
کافی ہے اوسکی شہرت اور عظمت کے لیے جس سے معلوم ہوا کہ عرب سے وحشی بھی اس
واقعہ سے کیسی عبرت حاصل کی کہ ہمیشہ کے لئے یہ ضرب المثل قرار پایا۔
اسی واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات اہلسنت کو آجتک جو قبول حق اور بعد قبول

وہ تین باتیں جنکے کرنیکا افسوس ہے کہ کاش نہ کیے ہوتا - ایک تو یہ ہے کہ کاش میں علیؑ کے گھر کو چھوڑ دیتا اگرچہ وہ مجھسے جنگ کا اعلان بھی کرتے - دوسرے یہ کہ کاش میں بروز سقیفہ بیعت کا عمر کے ہاتھ پر یا ابو عبیدہ کے ہاتھ پر اور خود میں وزیر رہتا تیسرے یہ کہ جب فجاءۃ اسلمی کو لوگ گرفتار کرکے میرے پاس لائے تھے تو میں اوسکو ذبح کرتا یا چھوڑ دیتا اور آگ میں نہ جلاتا -

رہی وہ تین باتیں جنہیں نہ کیں اور اسکا افسوس ہے کہ کرتا - ایک کہ اشعث بن قیس کو جب اسیر کرکے لائے تھے - تو کاش میں قتل کر ڈالتا اور زندہ نہ چھوڑتا مگر ہائے رے [illegible] میں بیاہ دی کہ جہانتک اوسکی حالت دیکھی اور سنی جاتی ہے وہ شر کا معین و مددگار ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ جب خالد بن ولید کو ملک شام کی فتح کو بھیجا تھا تو کاش عمر کو عراق بھیجے ہوتا دونو ہاتھ میرے راہ خدا میں پھیل جاتے -

اور وہ باتیں جنکے نسبت اسکا افسوس ہے کہ کیوں نہ پوچھا رسول اللہ سے یہ ہے کہ کاش میں حضرت سے پوچھے ہوتا کہ آپکے بعد کون خلیفہ ہوگا پھر ایک آدمی بھی نہ اختلاف کرتا دوسرے یہ پوچھا ہوتا کہ آیا انصار کو بھی کچھ اسمیں حصہ ہے یا نہیں تیسری یہ کہ بھتیجی اور عمہ کی میراث دریافت کئے ہوتا کہ اسکے بارہ میں ہمارے دلمیں شک ہے - اسکے بعد لوگ آگئے مصاحبہ رسول سے ۔ تمام ہوا ترجمہ تمام ۱۱۱۱

ابتو آپکو معلوم ہوا کہ جو وحشیانہ سزا جوش انتقام میں ابو بکر صاحب نے فجاءۃ اسلمی کو دی تھی اوسپر مرتے وقت ندامت بھی ہوئی تھی - مگر کیا اب لا ینفع الندم

ہاں جس پہلی بات پر سب سے پہلے انہونے ندامت ظاہر کی ہے وہ لیتنی انی ترکت بیت علیؑ ہے جسکے نسبت علمائے سیر و تواریخ سے استفسار ہے کہ اس سے کیا مراد ہے آیا انہونے حضرت علی علیہ السلام کے گھر کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جسپر افسوس [illegible] کیا تھا

ہاں دوسری روایتونمیں جو تاریخ طبری اور کامل مبرد اور کتاب السقیفہ جوہری اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی - کتاب الامارہ خلیفہ اول ابو بکر و کتاب الاموال ابو عبیدہ اور فضائل الصحابہ خیثمہ بن سلیمان طرابلسی اور معجم کبیر طبرانی و مختارہ

نضائد (۲) الدیباج وستور الحریر
ولتالمن النوم علی الصوف الاذربی
کما یالم احدکم النوم علی حسک
السعدان واللہ لئن یقدم
احدکم فتضرب عنقہ فی غیر حد
خیرلہ من ان یخوض غمرات الدنیا
فقال لہ عبد الرحمن ابن عوف خفض
علیک من ھذا یرحمک اللہ فان
ھذا یھیضک علی ما بک وانما
الناس رجلان رجل رضی ما
صنعت فرایہ کرایک ورجل کرہ
ما صنعت فاشار علیک برایہ
ما رایناک من صاحبک شئ من
الدنیا فانک قال اجل واللہ ما
آسی الا علی ثلاث فعلتھن لیتنی کنت
ترکتھن وثلاث ترکتھن لیتنی فعلتھن
وثلاث لیتنی سالت رسول اللہ
عنھن فاما اللاتی فعلتھن ولیتنی
لم افعلھن فلیتنی ترکت بیت علی
وان کان اعلن علی الحرب و
لیتنی یوم سقیفہ بنی ساعدۃ
کنت ضربت علی ید احد الرجلین

سوت کے کپڑوں پر تمکو سونا ایسا ناگوار
گذریگا جیسا کہ سعدان کے کانٹوں پر
دشوار ہوتا ہے (اشارہ ہے آرام
طلبی صحابہ کی طرف) قسم خدا کی اگر تملوگوں
کوئی بغیر احداث کے قتل کیا جائے
تو وہ بہتر ہے اس سے کہ غمرات دنیا میں
غوطہ زن رہو۔ عبد الرحمن نے کہا اپنے غصہ
کو کم کیجئے کہ بیماری اور بڑھیگی۔ لوگ دو ہی
قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپکی حرکات
سے راضی ہیں تو انکی راے تو مثل آپکے
راے کے ہے دوسرا وہ جو اسکے خلاف
ہو تو اوسنے اپنی راے دی ہم تو
تمہارے صاحب (عمر) کو جسے تم والی
خلافت بناتے ہو اچھا پاتے ہیں۔ اور تم
بھی ہمیشہ صالح و مصلح رہے۔ اور ہم
گمان کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی کسی بات
پر افسوس نہو گا کہ یہ نہ کیا۔
ابو بکر۔ ہاں قسم خدا کی مجھے تین بات
کا افسوس ہے کہ کاش نہ کیا ہوتا اور
تین باتیں نہ کیں جنکی نہ کرنے کا افسوس
ہے اور تین باتونکے نسبت یہ افسوس
ہے کہ میں نے رسول اللہ سے کیوں نہ پوچھا

عمر الذی ولیت الا خیرا وما زلت صالحا مصلحا ولا اراک تاسی علی

(۲) نضائد الدیباج واحدتہا نضیدۃ وہی الوسادۃ ۱۲

جس سے معلوم ہوا کہ ابوبکر صاحب نے جو مرتے وقت یہ فرمایا کہ لیتنی ترکت بیت علی وہ اسیطرف اشارہ تہا کہ کاش میں علی کے گھر کو چھوڑ دیتا یعنی نہ جلاتا کیونکہ آخر عمر صاحب کی قسم تھی۔ کیا وہ ہلکی قسم تھی کہ بغیر انجام دئے رہ جاتے۔

یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ گھر میں آنے والونمیں صرف زبیر کا نام ہے جو رسول اللہ کی عمہ کے بیٹے ہیں۔ مگر اسپر بھی شاہ۔ .. العزیز صاحب نے انکو بدمعاش کا خطاب دیا ہے حالانکہ یہ زبیر ابوبکر صاحب کے داماد ہیں خواہ بذریعہ متعہ ہوں جیسا کہ اکثر روایات میں ہے خواہ بذریعہ نکاح۔

درحقیقت جن باتونکا ذکر خلیفہ نے وقت موت کیا ہے وہ سب مہتم بالشان اور عظیم الشان امور ہیں کہ کسیطرح اونکی تفصیل و تشریح ممکن نہیں۔ اسلئے کہ امر اول احراق خانہ زہرا صلوات اللہ و سلامہ علیہا ایسا امر ہے کہ انتہا درجہ کا شقی جو شقاوت میں اپنا مثل و نظیر بھی نہ رکھتا ہو اسکا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اصول عامہ سے ہے کہ ضعیف پر رحم کیا جاتا ہے اور عورتوں بچوں سے زیادہ کون ضعیف ہوگا جو مستحق ترحم ہو خصوصا ایسے عالم میں کہ وہ مصیبت زدہ ہو۔ مصیبت بھی کیسی اعظم المصائب باپ جو سید المرسلین رحمۃ اللعالمین تھا سر سے اوٹھ گیا۔ اوسکی اس مصیبت عظمی سے کس کو ہمدردی نہ ہوگی۔ کون دل اسکو گوارا کر سکتا ہے کہ اوسکو ایذا دے۔ ایذا بھی جرم پر کہ وہ اپنے حق کا کیوں مطالبہ کرتی ہے۔ اپنے شوہر کو جو بحکم رسول خلیفہ رسول تہا کیوں مستحق خیال کرتی ہے کیونکہ عورتوں سے بیعت کا قاعدہ نہ تہا جو یہ کہا جائے کہ جناب سیدہ سے وہ طالب بیعت تھے اور انکو انکار تھا بلکہ صرف یہ جرم عائد کیا جاتا ہے کہ اپنے خیال کو کیوں نہیں بدلتیں جو یہ سمجھ رہی ہیں کہ حضرت علی بحکم رسول خلیفہ ہیں۔

اگر آپ خیال کیجئے تو دربار خلافت سے جو کچھ سزا دی گئی وہ صرف اسی کی کہ خیال کیوں نہیں بدلتیں۔ اسلئے کہ بجز خیال ان حضرت کے اختیار میں کوئی امر نہ تہا۔ خلافت پر قبضہ مسجد پر اونکا دخل۔ فدک پر انکا تسلط مگر جناب کے ذہن سے کچھ ہٹا کیا۔ وہی خیال کہ جناب امیر اپنے کو مستحق خلافت بنص رسول مانتے ہیں۔ جناب سیدہ حکم رسول سن

ضیاء مقدسی اور جمع الجوامع جلال الدین سیوطی اور کنز العمال و منتخب کنز العمال ملا علی قاری میں منقول ہے کما صرح فی تسدید المطاعن بجائے ترکت بیت علیؑ یہ عبارت مرقوم ہے فاما اللاتی فعلتها وددت انی لم افعلها فوددت انی لم اکن کشفت بیت فاطمةؑ و ترکته وان اغلق علی الحرب منقول ہے جسکا مطلب تو یہی ہے کیونکہ فرماتے ہیں لیکن وہ باتیں جنہیں میں نے کیں اور دوست رکھتا تھا کہ وہ نہیں نہ کی ہوتیں پہلے یہ ہے کہ میں دوست رکھتا تھا کہ نہ کھولا ہوتا فاطمہؑ کے گھر کو اگرچہ وہ لڑائی ہی پر آمادہ ہوتا

جس سے معلوم ہوا کہ ان روایات میں گھر کی نسبت جناب سیدہؑ کی طرف کی گئی ہے اور روایت کتاب الامامة والسیاسة میں جناب امیرؑ کی طرف۔ مگر چونکہ دونوں بزرگوار کا ایک ہی گھر تھا لہذا چونکہ یہ واقعہ تمام عالم کو معلوم ہے کہ کسطرح کا ظلم خلفائے ثلثہ نے جناب امیرؑ کیا ہے اور کسطرح مجبور کر کے گھر جلا کر طالب بیعت ہوئے لہذا ... ضرورت نہیں کیونکہ ازالة الخفا میں ہے عن زید بن اسلم عن ابیه انه حین بویع لابی بکر بعد رسول اللهؐ کان علی والزبیر یدخلان علی فاطمة بنت رسول اللهؐ فیشاورونها ویرجعون فی امرهم فلما بلغ ذلک عمر بن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمه فقال یا بنت رسول الله والله ما من الخلق احد احب الینا من ابیک وما من احد احب الینا بعد ابیک منک وایم الله ما ذلک بمانعی ان اجتمع هولاء النفر عندک ان امرهم ان یحرق علیهم البیت الخ ص۲۹

یعنی جب ابوبکر کی بیعت کی گئی بعد رسول اللہؐ تو حضرت علیؑ اور زبیر آتے تھے فاطمہؑ بنت رسول اللہ کے پاس اور ان سے مشورہ کرتے اور پھر چلے جاتے جب یہ خبر عمر کو پہونچی تو وہ آئے گھر میں حضرت فاطمہ کے اور کہا اے بنت رسول اللہ قسم بخدا کوئی شخص ہمارے نزدیک نہ رسول اللہ سے زیادہ محبوب ہے نہ بعد ان کے تم سے۔ مگر قسم خدا کی یہ محبت مجھے اس سے مانع نہیں ہے کہ اگر یہ لوگ جمع ہوں تمہارے گھر میں تو میں حکم دونگا کہ جلا دیا جائے انپر گھر۔

بخلاف ابوبکر صاحب کے کہ وہ اوسوقت یہ کلام فرما رہے ہیں جب خلافت کو باوجود خلیفہ منصوص
رسول اصطلاح حاصل کیا کہ خلیفہ رسول تجہیز و تکفین رسول میں مشغول ہے۔ اور یہ وقت
کے منتظر اپنا کام نکال رہے ہیں۔ اسسبب کامیابی کے مانہ مرتے وقت یہ کلمہ کہہ رہے ہیں جسکا صریحی
مطلب دو ہی ہو سکتا ہے ایک یہ کہ اپنی ناقابلیت واقعی کا اظہار کریں کیونکہ جو خونریزی انکے
بدولت ہوئی وہ دوسرونکی خلافت میں نہیں ہوئی یا یہ غرض ہے کہ پھر خوشامد خوری کچھ مدح
وثنا کی اسوقت گیت گائیں کہ آپکی روح خوش ہو جائے۔ مگر جبکہ کام نکل چکا تھا ایسکو
غرض پڑی تھی کہ جھوٹی مدح سرائی کرے لہذا سب چپکے سنتے رہے کہ اب تو بڈہا خود ہی تمام
ہے کہہ لینے دو۔

مگر سب سے زیادہ افسوس کا مقام ہے کہ آج بھی جب ناقابلیت کا اظہار کر رہے ہیں تو نام
عمر ہی اور ابوعبیدہ کا لیتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہتے کہ جو خلیفہ رسول تھا اوسکی اطاعت
قبول کئے ہوتے اوسکی مدد کرتے جو اس عذاب ابدی سے نجات پاتے مگر جب مرتے وقت
ابوجہل نے نہ اقرار کیا تو یہ کیا اقرار کرتے۔

چوتھا افسوس آپکو اشعث بن قیس پر ہے کہ کیوں نہ قتل کیا۔ مگر وہ کیوں قتل کرتے اونکو معلوم
تھا یہی ایک روز کہ جو خلافت لوٹانے میں کوشش کریگا فرقہ خوارج کا سرغنہ ہوگا لہذا
بجائے اسکے وہ قید ہوتا یا قتل کیا جاتا۔ اس عزت کا مستحق ہوا کہ خلیفہ نے اپنی ہمشیرہ ام فروہ کو
اوسکی زوجیت میں دیا جسکی بیٹی جعدہ بنت اشعث نے جناب امام حسن کو زہر دیکر شہید
کیا۔ اور خلف اکبر محمد بن اشعث نے جناب امام حسین سے جو سلوک کیا کربلا میں وہ کسی سے
مخفی ہے۔

پانچواں افسوس اسپر ہے کہ جہاں خالد کو ملک شام کی طرف بھیجا تھا۔ وہاں عمر کو بھی عراق
کی طرف بھیجتا۔ مگر اسکا منشا نہیں معلوم ہوتا کہ کیا تھا۔ کیونکہ فتوحات کے لئے شجاعت اور حسن
تدبیر دونو درکار ہے۔ انکی شجاعت کا حال ابوبکر سے بہتر کون جان سکتا ہے کیونکہ جنگ
احد میں کسیقدر خود ابوبکر صاحب فخر فرمایا کرتے سب سے پہلے بھاگنے والونمیں لوٹنے والا میں ہی
تو جب بھاگ کر پلٹ آنے میں بھی عمر صاحب نے کوئی کافی حصہ نہ لیا تو شجاعت کیا دکھاتے۔

چکی تھیں اوسی خیال ہیں حسنین اپنے جدامجد سے حکم قطعی سُن چکے ہیں۔ سبکے ذہن
میں وہی خیال ہے اور اوسی خیال پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ ان باتونکو دل سے نکالو۔ اور
اس کو مانو جواب ہوا اور ہو رہا ہے۔
دوسرا افسوس اسپر ہے کہ فجاءۃ اسلمی کو کیوں جلایا جسپر دو نو احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ یہ سزا
جرم سے زیادہ ہوئی جسکو یوں ظاہر کیا انی قتلتہ ذبیحًا کہ کاش میں اوسکو ذبح کردیتا
دوسرا احتمال یہ ہے کہ اوسکو بےگناہ سمجھتے ہیں جسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ فرماتے ہیں او
اطلقہ نجیحا کہ ہم اوسکو آزاد کر دیے ہوتے۔ مگر ہمیں کوئی عذر نہیں کہ جلانا اوسکا خلاف
آدمیت تھا کیونکہ فرماتے ہیں ولکن احرقتہ بالنار
مگر وہ اپنے اوس جوش غضب کو کیونکر روک سکتے تھے کہ ہمسے لیکر گیا اور ہمارے ہی
طرفدار و نپر ہاتھ چلانے لگا لہذا وہ انتقام لیا جو کسی سے نہوا کہ ہاتھ پیر باندھ کر زندہ دبتے
ہوئے آگ میں جلوا دیا۔
تیسرا افسوس اسپر ہے کہ عمر یا ابو عبیدہ کی کیوں نہ بیعت کی کہ یہ دو نو امیر ہوتے اور ہم
وزیر جس سے جہاں بصراحت تمام یہ معلوم ہوا کہ کوئی بحکم رسول نہیں خلیفہ ہوا تھا نہ حضرت
نے ان لوگوں سے کسیکو نامزد کیا تھا۔ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ خود بھی نہیں الائق خلافت
نہ جانتے تھے کیونکہ جناب امیر نے جو بنظر حالات قوم فرمایا تھا کہ ہمارا وزیر ہونا بہتر ہے تمہارے
لئے اس سے کہ میں امیر ہوں۔ آجکل کے جہال یہی مطلب نکا[لتے] ہیں کہ حضرت علی میں قابلیت
خلافت نہ تھی لیکن اگر اسکے یہ مطلب ہو سکتے ہیں۔ تو اس قول ابوبکر کا یہ مطلب نہایت وضح
ہے کیونکہ حضرت علی نے قبل از حصول خلافت یہ کلمہ فرمایا تھا جسوقت آپکے صحابہ قبول خلافت
پر مجبور کرتے تھے اور آپ اُن لوگوں کے حال سے خوب واقف تھے کہ کبھی امر حق کو نہ قبول کر سکے
ورنہ آج اسکی نوبت ہی کیوں آتی حضرت رسول تو آج سے ۵۰ برس قبل خلیفہ بنا[گئے]
گئے تھے مگر کسی نے نہ مانا اور جب حکم رسول کو اونھوں نے نہ مانا تو اب ہمارا حکم کیا مانیں گے بعاوت
کرینگے فتنہ و فساد کرینگے اسلئے آپ نے کہا یہ ہمارا وزارت [illegible] بہتر ہے امارت سے
کیونکہ امارت تو جب ہو سکتی ہے جب لوگ امیر کا [illegible] اور یہاں [illegible]

فتح مصر کے متعلق انکی رائے بالکل خلاف تھی استخارہ بھی منع آیا تھا مگر عمرو عاص نے زبردستی فتح کیا۔
بحری جنگ کو بیا بالکل ناپسند کرتے تھے۔ اور اسیوجہ سے ملک حبشہ ابتدائے خلافت ابوبکر میں ممالک اسلامیہ سے خارج ہو گیا۔ حالانکہ بحری جنگ اس زمانہ میں جیسی ضروری اور مفید سمجھی جاتی ہے اوس سے کسکو انکار ہو سکتا ہے پھر یہ معلوم کیا سمجھ کر ابوبکر صاحب نے مرتے وقت اسپر افسوس کیا کہ کاش عمر کو ملک عراق کی طرف بھیجتا کیونکہ شجاعت اور حسن تدبیر انکی دونو آپکے پیش نظر ہے۔
ہاں بظاہر یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ مرتے وقت انکی خوشامد کریں کہ شاید ہمارے بعد ہماری اولاد کے ساتھ سلوک نیک کریں۔ کیونکہ جو سلوک وہ بضعۃ الرسول کیساتھ کر چکے تھے اونکے پیش نظر تھا۔ کیونکہ اسپر تمامی مورخین کا اتفاق ہے جسقدر ابوبکر صاحب اون حضرات پر ظلم کرنا چاہتے عمر صاحب اوسکو کر دیتے اور بعض اوقات تو اونکے ارادہ سے بڑھ جاتے۔ لہذا اس کلمہ سے چاہا کہ اپنی اولاد کے لئے ایک حق قائم کر جائیں
چھٹا افسوس آپکا اس روایت ابن قتیبہ میں تو نہیں ہے مگر کنز العمال وغیرہ میں یہ ہے کہ جب خالد کو جنگ مرتدین کے لئے بھیجا تھا تو کاش ہم ذی القصہ میں قیام کرلے کہ اگر فتح ہوتی تو خیر نہیں تو ہم مدد پہونچاتے۔ مگر اب افسوس سے کیا فائدہ۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔
بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بہتر ہوا جو آپ نہ تشریف لیگئے ورنہ نتیجہ بجز فرار کیا ہوتا۔
نہیں نہیں جنگ مرتدین میں آپکو یہ شرف بھی دیا گیا ہے کہ آپ ایک لڑائی میں تشریف لیگئے مگر نتیجہ وہی ہوا جو ہمیشہ ہوتا آیا تاریخ طبری میں ہے صفحہ ۱۸۷۰ قال حرب كانت ذالردة بعد وفات النبي حرب العنسي وقد كانت حرب العنسي باليمن ثم حرب خارجه بن حصين ومنظور بن زبان وغطفان والمسلمون غازون فانحاز ابوبكر الى اجمة فاستتر بها ثم هزم الله المشركين۔

بیا جسن تدبیر کہ اوس وقت معقول دی انتظام ملکی سے کیسے اسکا حال سبکو معلوم ہے کہ عہد رسول سے اونکی جو راے ہوئی خلاف عقل جسکا نتیجہ بجز خرابی وتباہی و بربادی نہ تھا سب سے پہلی لڑائی اسلام میں بدر کی ہوئی جسمیں انکی اور ابوبکر کی بھی راے تھی کہ ابوسفیان والا قافلہ نکل گیا۔ آپ پھر چلئے قریش وہ ہیں جو کبھی ذلیل نہوئے جسپر حضرت کو کس درجہ ملال ہوا اور آپنے انکی رائے کو ایک سفیہانہ بلکہ منافقانہ راے قرار دیا اور جنگ کرکے کامیاب ہوئے۔

جنگ احد کا حال سبکو معلوم ہے کہ انکو جونکو حضرت کی شہادت کا یقین ہوگیا سب بھاگ گئے تھے۔ اسکی صلاحیں ہورہی تھیں کہ ابوسفیان سے صلح ومصالحہ کرنا چاہیے جسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کیسا ایمان تھا اور کیسی عقل کہ ایک ایسی فاتح استدعا کی جائے۔ جسکے یقین سے جنگ بدر میں کام آچکے تھے۔ اگر اوسکو قابو ملتا تو کیا ایک مسلمان کو بھی زندہ چھوڑتا بشرطیکہ وہ مسلمان ہوتا۔

جنگ خندق میں انکی راے سبکو معلوم ہے کہ عمرو بن عبدود سے دشمن کی تعریف کرکے کسطرح مسلمانوں کا دل توڑا کہ پھر کسیکو جنگ کی ہمت ہی نہوئی۔ اگر جناب امیر نہ فتح کرتے تو لشکر اسلام تباہ ہوچکا تھا۔

پھر صلح حدیبیہ کا حال بھی معلوم ہے کہ یہ کسطرح صلح کے مخالف تھے۔ حالانکہ خود مرد میدان نہ تھے مگر مسلمانوں کے قتل ہونے کے تماشا کے شائق تھے۔ حالانکہ یہ صلح حسب ارشاد رسول ایسی فتح تھی کہ کبھی اسلام کو اتنا نفع ہوا جو اس صلح سے ہوا اور خدا نے اسکا نام فتح مبین رکھا۔

عہد ابوبکر میں انکی راے تھی کہ اسامہ حکومت لشکر سے معزول کیا جائے جسپر ابوبکر صاحب نے انکی داڑھی پکڑی اور نہ معلوم کیا کچھ کہا

مرتدین ومانعین زکوۃ میں یہ بالکل مخالف تھے حالانکہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ابوبکر کی راے پر اگر عمل کیا جاتا تو اسلام تباہ ہوجاتا۔

خود اپنے عہد میں جنگ ایران وروم کے متعلق فرماتے ہیں کاش ہمارے اور اونکے درمیان کوہ آتشی حائل ہوتا کہ نہ ہم اودہر جاتے نہ وہ ادہر آتے۔

لم ما حبسك قال يدعوك خليفه رسول الله فقال علی لسریع ما کذبتم علی رسول الله فرجع فابلغ الرسالة قال فبکی ابوبکر طویلاً فقال عمر الثانیة ان لا تمہل هذا المتخلف عنک بالبیعة فقال ابوبکر لقنفذ عد الیه فقل له امیر المومنین یدعوک لتبایع فجاءه قنفذ فادی ما امر به فرفع علی صوته فقال سبحان الله لقد ادعی ما لیس له فرجع قنفذ فابلغ الرسالة فبکی ابوبکر طویلاً ثم قام عمر فمشی معه جماعة حتی اتوا باب فاطمه فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم نادت صالی وابن ابی قحافه فلما سمع القوم صوتها وبکاءها انصرفوا باکین وکادت قلوبهم تتصدع واکبادهم تنفطر وبقی عمر ومعه قوم فاخرجوا علیاً فمضوا به الی ابی بکر صفحه ۲۲ جلد ۱

علامہ نے کہا پھر جا کر علی کو بلا لا قنفذ حضرت علی کے پاس گیا حضرت نے پوچھا کیا غرض ہے تیری۔ قنفذ نے کہا کہ خلیفہ رسول آپکو بلاتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا ہر آئینہ بہت جلد تم نے افترا کیا رسول اللہ پر۔ قنفذ واپس آیا اور جو کچھ حضرت علیؑ نے کہا تہا ابوبکر سے بیان کیا۔ پس روئے ابوبکر دیر تک۔ عمر نے کہا دوبارہ کہ مہلت نہیں دینا چاہئے ابوبکر نے پھر قنفذ سے کہا کہ جا کر علیؑ سے کہو کہ امیر المومنین تمکو بلاتے ہیں کہ بیعت کرو۔ حضرت علیؑ نے اوسکے جواب میں کہا۔ ایسا دعوی کیا ہے جسکا وہ کسیطرح اہل نہیں۔ قنفذ نے آکر بیان کیا تو پھر ابوبکر روئے دیر تک اسکے بعد کہڑے ہوئے عمر اور چلی اونکے ساتھ ایک جماعت یہانتک کہ آئے دروازہ پر مکان جناب سیدہ کے جب حضرت سیدہ نے اونکی آواز سنی تو فریاد کی بلند آواز سے (عبارت مشکوک کر لیا ہوا ہے) پسر ابو قحافہ کو جب لوگوں نے حضرت سیدہ کی فریاد کی آواز اور اونکا رونا سنا تو سب روتے ہوئے وہاں سے چلے آئے اور قریب تہا کہ قلب اونکے شگافتہ ہوں اور جگر اونکے پارہ پارہ ہوں اور کہڑے رہے عمر اور اونکے ساتھ ایک قوم تھی پس باہر نکالا علیؑ کو اور لیگئے اونکو ابوبکر کے پاس۔

یعنی ایام ارتداد میں سب سے پہلے جنگ اسود عنسی سے ہوئی یمن میں - پھر حرب خارجہ بن حصین اور منظور بن زبان و عطفان جسمیں مسلمان جنگ کرتے تھے - پس رخ کیا ابوبکر نے طرف نیستان کے اور چھپ رہے اوسمیں - بعدہ ہزیمت دیا خدا نے مشرکین کو - پس اگر خدانخواستہ اور لڑائیوں میں بھی شریک ہوتے تو یہی نتیجہ ہوتا جو یہاں ہوا - اور یہ افسوس بغرض اظہار جواں مردی ہے - کہ کوئی نہ کہے آپکے دلمیں شجاعت نہ تھی - نہیں تھی مگر قلبی نفاق سے مجبور تھے -

ساتواں افسوس آپکو اسپر ہے کہ کاش میں پوچھے ہوتا آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا کہ پھر ایک آدمی بھی تنازع نہ کرتا جس سے اسقدر تو بالیقین معلوم ہوا کہ اپنی خلافت کا کسیطرح آپکو وہم و گمان نہ تھا نہ حضرت نے اشارہ یا کنایہ بھی انکی خلافت کا اشارہ کیا تھا - پھر اسکے ساتھ انکا تسلط خلافت پر اور اس بیباکی سے اوسمیں دخل اندازی بالکل اسلام کے خلاف ہے افسوس کہ رسول اللہ نے ایک نہیں لاکھوں حدیثیں کمعلی کنایۃً اور صراحۃً فرمائیں - مگر افسوس انکا دل اور کان اسدرجہ خدمت رسول سے غائب تہا کہ ایک بہی انکو نہ معلوم ہوا نہ ابتداے رسالت والی حدیث معلوم ہوئی کہ حضرت نے جس روز اظہار نبوت کیا ہے اوسی روز اپنے خلیفہ کا بھی اعلان دیا مگر انکو نہیں معلوم - حجۃ الوداع سے معاودت کے بعد خم غدیر میں اتنا بڑا خطبہ آپنے پڑہا لاکھوں صحابہ کے مجمع میں مگر انکو نہ معلوم ہوا کہ حضرت کسیکو خلیفہ کر رہے ہیں یا کیا -

بخیال اہلسنت میں یہ تو کہہ نہیں سکتا کہ مرتے وقت آپ ایسا صریحی کذب فرماتے ہیں مگر کیا اوسوقت بہی نہ معلوم ہوا جب سریر خلافت پر جلوہ گر ہونے کے بعد طلبی خلیفہ رسول کا فرمان جاری کیا ہے تو اوس خلیفہ نے کیا جواب دیا -

کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ میں ہے -

فلقی عمر ابابکر فقال له الا تاخذ هذا المتخلف عنك بالبيعة فقال ابوبكر لقنفذ وهو مولى له اذهب فادع

کہ عمر ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ کیوں نہیں پکڑتے ہو اس متخلف کو جو تمہاری بیعت سے علیحدہ ہوا ہے - ابوبکر نے قنفذ سے جو اونکا

یہ حجاج بہی وہ شخص ہے کہ اوس زمانہ کے تمامی صحابہ نماز میں اسکی اقتدا کرتے اور اسکو اپنا امام و پیشوا سمجھتے جیساکہ ابن حزم اسکی تصریح کی ہے مگر علامہ سیوطی اسکے نسبت لعنۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ عرب میں پہلا شخص جسنے زندہ آدمی کو جلایا اونکا نام عمرو بن ہند بادشاہ ہے جسکے بہائی سعد بن ہند کو سوید بن ربیعہ نے قتل کیا تہا۔ اس انتقام میں عمرو بن ہند نے ۹۹ آدمی کو بنی تمیم سے اور ایک آدمی کو قبیلہ براجم سے آگ میں جلایا جس سے اونکا لقب محرق قرار پایا مجمع الامثال صفحہ ۲۶۷ مطبوعہ مصر حضرت ابوبکر کا انتقام اوس سے بدرجہ سخت تہا کیونکہ وہاں ایک قبیلہ کے سو آدمی جلائے گئے تھے اور حضرت ابوبکر کی آگ تمامی قبائل عرب میں پہیلی تھی جسمیں قبیلہ مذحج بنی اسد بن خزیمہ بنی عامر ہوازن سلیم بنی تمیم (جسمیں پہلے عمرو بن ہند نے جلانے کی ابتدا کی تھی) کا نام بالخصوص لیا جاتا ہے اور یمن حضرموت کندہ بحرین عمان بحرین شہروںکا نام مذکور ہے۔

ان حالات کے دیکھنے کے بعد آپکو تصدیق کلام جناب سیدہ میں جو بمخاطبہ ابوبکر فرمایا تہا افحکم الجاھلیۃ تبغون کوئی عذر نہوگا کیونکہ بیٹیوںکا محروم کرنا ارث پدری سے مسلمات اہل جاہلیت سے ہے اور بغرض انتقام آدمی کو زندہ جلانا زمانہ جاہلیت میں صرف ایک نظیر رکہتا ہے۔

زندہ جلانیکی بدعت جو ابوبکر صاحب نے جاری کی تھی ایسی نہ تہی کہ یوہیں ویکرہ جاتی معویہ کے زمانہ میں اوسکے ہمنام معویہ بن حدیج نے حضرت ابوبکر کے چہوٹے صاحبزادے محمد بن ابی بکر پر اسطرح جاری کیا کہ پہر حضرت عائشہ نے اوسکے بعد کبھی بہونا ہوا گوشت نہ کہایا حسن المحاضرہ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

ودخل عمرو بن العاص فسطاط مصر ثم دل علی محمد بن ابی بکر فجیئ بہ وقد کاد یموت عطشا فقدمہ معاویۃ بن خدیج فقتلہ ثم جعلہ فی جیفۃ حمار فاحرقہ بالنار وذلک فی صفر سنۃ ثمان وثلثین من الھجرۃ

یعنی عمرو بن عاص (صحابی) فسطاط مصر میں داخل ہوے۔ محمد بن ابی بکر کے پوشیدہ

اسقدر سے حضرت ابوبکر کی رقت قلبی کا اندازہ درست ہے مگر معقول انکے اتالی شیطان یعنی عمر انکی مہار کسی ایسے زبردست ہاتھ میں ہے کہ روتے ہیں مگر چھوڑتے نہیں۔ تو کیا اسکے بعد بھی انکو نہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے کسکو خلیفہ کیا تہا؟

آٹھواں افسوس :- ہے کہ کاش پوچھتے انصار کا بھی کچھ حق ہو کہ نہیں جس سے ظاہر ہے کہ انکو اپنی خلافت کا حکم معلوم تہا نہ مہاجرین کی تخصیص۔ جس سے حدیث الائمہ من قریش بھی غائب ہوئی اور طرف مہاجرین کا حق ہونا بھی غائب ہوا۔ اسکے ساتہ انکا تسلط خلافت پر اور اہلسنت کی انکی طرفداری عجب حیرت افزا معاملہ ہے جسکی کوئی انتہا نہیں۔

نواں افسوس البتہ قابل قدر ہے کہ خلیفہ اول کو مرتے وقت تک بنت الاخ اور عمہ کا میراث نہ معلوم تہا جسکے لئے افسوس کرتے رہے۔ اور واقعاً جسکو اپنے بزادہ سے فرصت نہو وہ کیا سیکہ سکتا ہے۔

بہرحال چونکہ مقصود اصلی حدیث المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ کی شرح ہے کہ کسطرح اس حدیث کی تعمیل خلیفۂ اول میں کی گئی بلکہ خود خلیفہ اول تھے کی جو فطرۃً ایک نرم دل اور رحیم آدمی بنائے گئے تھے کہ ایک کافر کو بھی مدۃ العمر میں قتل کیا۔ اور مسلمانوں پر انکی زبان ایسی تیز چلی کہ جب حکم دیا تو آدمی کے جلانے ہی اور یہ بھی کہ نہ زخمی پر رحم کرو۔ نہ قیدی پر۔ بلا سبکو قتل کرو اور آگ سے جلا دو۔

لطیفہ حجاج | یہاں ایک لطیفہ یاد پڑا کہ ایک موقع پر عمر بن عبدالعزیز نے کہا اگر تمامی دنیا کے ظالم سلاطین اپنے اپنے ظالموں کو لائیں، اور ہم صرف اپنے حجاج کو پیش کریں تو سب پر حجاج ہی غالب نکلیگا مگر حق یہ ہے کہ حجاج بھی اس بوڑھے خلیفہ کے نامۂ اعمال کے مقابلہ میں شرما جائیگا کیونکہ اوسنے اگر لاکہوں آدمیوں کو قتل کیا تو انشاء اللہ مقابلے خلیفہ اول کی مردم شماری بڑہ جائیگی

اور اگر خدانخواستہ اسمیں کسطرح کی کمی ہوگی تو نوعیت قتل میں ضرور انکا درجہ بڑہ جائیگا کیونکہ زندہ جلا کیا مردہ کا جلانا چنانچہ سنتے ہیں کہ ابتک نہیں معلوم ہوا کہ حجاج نے کسی مسلمان کو زندہ جلایا ہو۔

کی بھی جلانے کو - تو عروہ اسکا جواب دیتا کہ اس سے صرف اونکا ڈرانا اور دہمکانا منظور تہا کہ لوگ اونکی حکومت قبول کریں جیسا کہ پہلے ہی لکڑی جمع کی گئی تھی جب بنو ہاشم نے بیعت سے انکار کیا تہا - اور یہ ایسی خبر ہے کہ یہاں اوسکا ذکر نہیں ہو سکتا ۔

اب تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن زبیر نے صرف اپنے جد امجد فاسد حضرت ابوبکر کی تقلید ہی نہیں کی تہی بلکہ اوسکو استدلال میں بطور نظر پیش کرتے کہ ہمین نے پہلے نہیں کیا کہ تو ہم کو جلانا چاہا بلکہ جد اعلی اسکے موجد ہیں -

ہاں یہاں پر بہی غور طلب ہے کہ ابن الزبیر کا سلوک تو حضرت محمد بن حنفیہ کے ساتھ یہ تہا کہ اونکو صرف اس جرم پر کہ ابن الزبیر کی بیعت نہ کی - اسطرح آگ سے جلانا چاہا اور محمد بن حنفیہ کا کیا برتاؤ ہوا - فقال لنا ابن الحنفیہ لا تقتلوا الا من قاتلکم کہ تمامی لشکر مختار سے جو اونہیں قید سے چہڑانے آیا تہا حکم دیا کہ تم ہرگز ہرگز کسیکو نہ قتل کرنا مگر اوس کو جو تمسے قتال کرے -

نہیں نہیں اسپر ترقی سنئے - کہ مختار نے جسے اہلسنت کافر ہی کہتے ہیں - جو اپنا لشکر امداد محمد بن حنفیہ کو بہیجا تہا تو اوس فوج نے بہی بخیال حرمت خانہ کعبہ تلوار چہوڑ دی تہی اور بجائے تلوار لکڑیاں لیکر آئے تھے کہ خانہ کعبہ کی بیحرمتی نہو - مگر خلفائے اہلسنت نے یزید سے لیکر تابہ عبد الملک جو کچھ سلوک خانہ کعبہ سے کیا ناظرین تواریخ پر مخفی نہیں -

تیسرا باب

اب ایک نظر اجمالی ادسطرف بہی دیکہنا چاہئے جہاں اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کی تعمیل ہوتی ہے تاکہ معلوم ہو جو لوگ رسول کو رسول خدا سمجہتے تھے اور انکے احکام کو مطابق ما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی سمجہتے تھے - کسطرح اس حدیث پر عمل کرتے جس سے تمکو خود بخود معلوم ہوگا رسول پر ایمان صادق کیونکر لایا جاتا ہے -

وجوہ استحقاق - سب سے پہلے جو خیال یہاں قائم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ جناب امیر کو

ہونے کی خبر دی گئی گرفتار کرکے لائے گئے اور ایسے پیاسے تھے کہ قریب تھا شدۂ عطش سے مرجائیں ۔ معویہ بن خدیج (صحابی) نے اونہیں قتل کیا او رجیفۂ حمار میں (مردہ گدہا) رکہکر جلادیا یہ واقعہ ۳۸ھ ہجری کا ہے -

پھر اس سنت کو یزید بن معویہ نے علاوہ واقعہ کربلا ۔ خاص مکہ میں جاری کیا کیونکہ عبداللہ بن زبیر وہاں پناہ گزین تہا اوسکے قتل کے لئے لشکر بہیجا گیا منجنیق لگائی گئی مروج الذہب مسعودی میں ہے - وانھدمت الکعبۃ واحترقت البنیۃ ص ۵۲ ا جلد ۶ کامل

یعنی خانہ کعبہ ڈہادیا گیا اور بنیان اوسکی جلادی گئی -

بعدہ خلیفہ اول کے نواسہ عبداللہ بن زبیر نے اس سنت کو از سر نو زندہ کیا مروج الذہب مسعودی میں ہے وقد کان ابن الزبیر عمد الی من بمکۃ من بنی ہاشم فحصرھم فی الشعب وجمع لھم حطبا عظیما لو وقعت فیہ شرارۃ من نار لم یسلم من الموت احد وفی القوم محمد بن الحنفیۃ پھر کہتے ہیں -

وحدث النوفلی فی کتابہ فی الاخبار عن ابن عائشۃ عن ابیہ عن حماد بن سلمۃ قال کان عروۃ بن الزبیر یعذر اخاہ اذا جری ذکر بنی ہاشم وحصرہ ایاھم فی الشعب وجمعہ الحطب لتحریقھم ویقول انما اراد بذلک ارھابھم لیدخلوا فی طاعتہ کما ارھب بنو ہاشم وجمع لھم الحطب لاحراقھم اذھم ابوا البیعۃ فیما سلف وھذا خبر لایحتمل ذکرہ ھنا ص ۱۶۰ حاشیہ جلد ۶ کامل

ابن الزبیر نے مکہ میں جسقدر بنی ہاشم تھے اونکو شعب میں محصور کیا اور بہت سی لکڑیاں جمع کیں کہ اگر ایک چنگاری آگ کی بھی اوسمیں پڑتی تو ایک متنفس بہی نہ بچتا - انہی لوگوں میں محمد حنفیہ بہی تھے -

نوفلی نے روایت کی ہے کہ عروہ ابن الزبیر ہمیشہ اسکی معذرت کرتا کہ کیوں اوسکے بہائی عبداللہ نے بنو ہاشم کو اپنے عہد خلافت میں بمقام شعب قید کیا تہا اور لکڑیاں جمع

اور کسیطرح آپکے حقوق میں مزاحمت نہ کی جائے۔
(۳) ابتداء روز اعلان نبوت جو معاہدہ حضرت نے آپسے کیا تہا وہ بہی پیش نظر تہا۔
(۴) رسم و رواج عرب یہی تہا کہ جس قبیلہ کا سردار مرتا یا مارا جاتا تو اوسی قبیلہ کا وہ شخص جو اقرب ہو اوسکا قائم مقام بنایا جاتا ہے۔
لہذا ہر طرح آپ اپنے کو قائم مقام رسول اور جائز وصی وجانشین سمجہتے تھے اور وفات رسول سے تا بہ اورحصول خلافت آپ اپنے کو مستحق اور ہر طرح کا حقدار سمجہتے تہے اور دوسرونکو ظالم اور غاصب
اسکے ساتھ جب خلافت چہارم کا وقت آیا اور لوگوں نے آپکی خلافت قبول کرنا چاہا۔ مگر اوسی قاعدہ سے جو جاری ہوچکا تہا۔ تو کس طرح آپنے اونکو سمجہایا اور۔ وکا کیونکہ آپکا خیال تو ابتداء سے یہی تہا اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو بے حکم خدا و رسول کسیکو امام بنا نہیں سکتے۔ اسلئے ہمیشہ آپکو اپنے حق کا مطالبہ رہا جب اونکی سرکشی اور تمرد کی آزمایش بخوبی کرچکے اور دیکھ لیا کہ اب انکے اخلاق بالکل بگڑ گئے اور کسیطرح یہ امر حق نہیں قبول کرتے کیونکہ ۲۵ ۲۶ برس کی عادت بگڑی ہوئی ہے اور اگر مجبور ہوکر حق کی طرف رجوع بہی کرتے ہیں تو اوسی قاعدہ جاریہ سے۔ لہذا بالکل انکار کیا اور نہایت سختی سے نامنظور کیا تاکہ لوگونکو معلوم ہوجائے۔ آپ پہلے جو خواہاں تھے تو بغرض دنیاداری نہیں طالب تھے بلکہ بغرض خیرخواہی اسلام۔ اسیوجہ سے اب انکار کرتے ہیں کہ جب تملوگ حکم خدا و رسول نہیں مانتے تو اپنی خواہش سے جسکو چاہو خلیفہ بنالو ہم جیسے تب ساکت تھے اب بہی ساکت رہینگے،
جب دیکہا کہ نہ وہ کسیطرح دوسرے پر راضی نہیں ہیں نہ دوسرا کوئی خلیفہ ہوسکتا ہے کیونکہ اون لوگونسے جو ہے وہ کسی نہ کسی طرح خون خلیفہ میں شریک ہے جس سے اوسکا موض انتقام میں آنا ضروری اور فتنہ و فساد کا ہونا ضروری لہذا بتقاضائے مصلحت اسلام قبول فرمایا۔ مگر اوسکے ساتھ ہی یہ بہی کہدیا کہ یہ ایسا معاملہ ہے جسکے متحمل نہ معمولی دل ہوسکتے ہیں نہ معمولی انسان تاریخ کامل صفحہ ۵۔ جلد ۳

اپنی حقیت پر کس درجہ استقلال تھا۔

(۱) وفات رسول کے بعد آپکو کل حالات معلوم تھے کہ کیا ہو رہا ہے یہانتک کہ حضرت عباس عم رسول کہ رہے ہیں۔ لاؤ ہاتھ بڑھاؤ ہم بیعت کریں کہ کہنے کو ہو جائے عم رسول نے بیعت کر لی مگر آپ کہ رہے ہیں کہ سلطان محمدؐ میں بھی کوئی منازعت کر سکتا ہے جس سے سمجھ سکتے ہو کہ اپنی حقیت پر کیسا یقین ہے کہ اس منازعت کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ آپکو اتنی بھی عقل نہ تھی جو اس بات کو سمجھو حالانکہ شور و غل بھی سن رہے ہیں۔ سب کچھ مدینہ میں ہو رہا ہے۔ مگر نہیں آپکو اپنی حقیت کا وہ یقین تھا کہ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو کبھی ایسی جرات نہیں کر سکتے کہ خلاف حکم خدا و رسول ایسا کام کریں۔ اور اگر وہ لوگ اسلام سے خارج ہو کر اسکے مرتکب ہو رہے ہیں تو یہ معاملہ ایسا نہیں جو ایک یا دو آدمیوں کی بیعت سے کچھ فائدہ ہو کیونکہ اس امر عظیم کا ارتکاب کیا جا رہا ہے کہ پوری آمادگی سے مخالفت خدا و رسول کی جا رہی ہے پھر ادو سیر اس بیعت سے کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

حضرت عباس نے دنیاوی خیال کے مطابق سمجھایا کہ بیعت لے لو کہ کہنے کو ہو جائے ہماری بیعت مقدم ہے جسکے مطلب یہ ہوتے کہ اس ذریعہ سے جنگ و پیکار کی جائے۔ اور یہی دلیل حقیت قرار پائے کہ بوقت نزاع یہ حجت پیش کی جائے۔ جناب امیرؑ اس نزاع کو بعد وفات رسولؐ بالکل خلاف مروت سمجھتے تھے کہ بلا تجہیز و تکفین رسول ادہر متوجہ ہوں اور بمقابلہ نص خدا و رسول بیعت کو بے سود بشرطیکہ موافقت ہو و الا مخالفت خدا و رسولؐ اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ جب بمخالفت خدا و رسولؐ اسپر آمادہ ہو چکے ہیں تو بغیر جنگ و پیکار راہ پر نہیں آ سکتے۔ اور جنگ و پیکار کرنا اسوقت بالکل منافی شان اسلام ہے لہذا بالکل انکار کیا اور فرمایا کہ کوئی اسکا مدعی بھی ہو سکتا ہے کیونکہ اسلام کے ساتھ یہ دعوی تو ناممکن ہے۔

(۲) جو حقوق آپ اسلام پر قائم کئے اور جس طرح اشاعت اسلام میں ساعی رہے کہ ابتدائے اسلام سے آجتک جو خدمتیں کیں۔ وہ بجائے خود کافی نہیں اسکے لئے کہ آپکا حق مانا جائے

دی اور آپنے زحمتونکو گوارا کیا کہ اسلام سے کسیطرح الزام مرتفع ہو اگرچہ ہمکو ایک منٹ آرام شطے
اب ہم یہاں حضرت کے اس استقلال و استحکام کو اپنے دعوی حقیت پر غور کرو کہ ایک منٹ کیلئے
بھی آپکو اپنی حقیت میں شک وشبہہ عارض ہوا نہ اپنے فہم صحیح پر کسی راے و مشورہ کو ترجیح
دیا۔ ابوبکر صاحب کے اوس شک وشبہہ سے ملاؤ کہ مرتے وقت تک یہ حسرت ہے کاش ہم
پوچھے ہوتے یہ حق کس کا ہے کاش پوچھے ہوتے کہ انصار بھی اسمیں حقدار ہیں کہ نہیں کاش
ہم خود ابوعبیدہ کی یا عمر کی بیعت کیے ہوتے خود وزیر بنتے اور امیر نہوتے دونوں کے موازنہ ہی
تم خود کھل جائیگا کون حق پر ہے کون ناحق پر یہی وجہ ہے کہ جب آپکے فرق مبارک پر ابن
ملجم ملعون کی ضربت پڑی ہے تو بیساختہ فرمایا فزت ورب الکعبہ

وجوہ انتقام | استقرار حقیت کے بعد آپکو یہی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگونکو ابوبکر صاحب
نے مسلمانوں سے قتل کیا اونمیں اور جناب امیر کے مخالفین میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ
وہاں جسنے مخالفت کی ہے یا بغاوت۔ تو وہ خود ایک ایک امر کے ذمہ دار عہدہ دار
تھے کہ خود آنحضرت نے اونکو ایک خدمت پر مامور کیا تہا اور کبھی آپنے اونسے یا کسی سے یہ
نہ کہا کہ ہمارا قائم مقام ابوبکر ہے نہ کبھی اون امور کی نگرانی یا بازپرس ابوبکر متعلق رہی
کہ معلوم ہو یہ بھی کسی طرح کے عہدہ دار ہیں بلکہ برخلاف اسکے حضرت نے ہمیشہ اپنے قائم
مقام کو نہایت وضاحت سے ظاہر کیا جسکی ابتدا روز اظہار دعوت نبوت سے ہوئی
اور خاتمہ وقت موت پر پھر وہ کس قاعدہ سے ایک اجنبی غیر متعلق شخص کو رسول کا خلیفہ
مان سکتے تھے اگر ایسا کرتے تو خود وہ خدا اور رسول کے یہاں ماخوذ ہوتے لہذا اونپر
اسلامی فرض تہا کہ ایسے ناجائز مدعی سے جنگ کریں کیونکہ درحقیقت یہی باغی ہے
جو بجبر و استیلا حضرت کے مقرر کردہ عمال پر تصرف کیا چاہتا ہے۔ لہذا اونکی مخالفت
اس خلیفہ سے کسیطرح بغاوت کے حد میں نہیں ا... بخلاف اونلوگونکے جنہوں نے
جناب امیر سے بغاوت کی کہ وہ سب ابتدا سے واقف تھے اور بخوبی واقف تھے کہ اہل
اور جائز خلیفہ یہی ہیں لہذا یہ بغاوت بالکل ناجائز تھی۔

(۲) اسی سے دونوں کے غیظ و غضب میں بھی فرق ہونا چاہیے کیونکہ اگر حقدار سے مخالفت

اب حضرت کو دو مرحلے پیش ہے ایک دنیوی دوسرا دینی - دنیوی مرحلہ تو کہتا ہے
جس باطل طریقہ پر آجتک عمل درآمد ہوتا رہا آپ بھی کیجئے کہ جین سے حکمرانی فرمایے
بسابق ارکان سلطنت پر سارا بار ڈالدیجئے جس طرح چاہیں وہ فتوحات کریں آپ
مزاحمت نکریں - ظالمونکو معزول نہ کیجئے مظلومونکی فریاد نہ سنئے - مشورے بھی اسیکے
دئے جاتے ہیں یہانتک کہ اخص خواص بھی یہی راے دیتے ہیں -

دینی مرحلہ کہتا ہے کہ آپ پر کچھ گذرے گذرے مگر اسلام حقیقی کی تعلیم قائم کیجئے - وہ
بتائیے اسلام کیا چاہتا ہے - کس اصول پر جہاد ہو - کس اصول پر فتوحات ہو - کس
اصول پر انتظام ہو - کس اصول پر قضایا فیصل ہوں - کیا قواعد مقرر ہوا ہے جس سے
لوگونکو معلوم ہو کہ اسلام کی اصلی تعلیم کیا ہے - اوسکے احکام کیا ہیں - اوسکے اصول کیا
ہیں - کیونکہ حالت موجودہ میں تو اسلام ایک لوٹیرا مذہب ہے جسمیں بجز ظلم پروری
جبر و تعدی ناجائز کوئی بات نہیں -

یہہ مطلب ایسا باریک ہے اور ایسا دقیق کہ معمولی عقل تو کیا بڑے بڑے عقلا
بھی نہیں سمجھ سکتے کیونکہ یہ اسرار الٰہی سے ہیں جسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسے خدا اس کام
کے لئے منتخب کرے اور اپنے سوال اوسے انتخاب کرے دوسرا کیونکر اس مرتبہ پر فائز
ہو سکتا ہے -

حضرت کی کشمکش اسوجہ سے اور بڑہ گئی کہ ہر طرف سے آواز آتی ہے اسکی کہ تمہارے بعضون
کی تقلید کرو - اوسی راہ پر چلو وہی طریقہ اختیار کرو - تو پھر تمام مہمات خلافت و سلطنت
ہوجاتی ہیں - مگر جو اس غرض کے لئے پیدا ہوا کہ اسلام کا مربی ہو - اسلام کا مروج
ہو وہ کیونکر دنیا کو دین پر ترجیح دے سکتا ہے وہ کیونکر اسلام کو ذلیل و خوار کرسکتا
ہے - وہ کیونکر اسلام پر ایسا بدنما دھبہ آنے دے سکتا ہے جو قیامت تک نہ مرتفع
ہو کیونکہ ابتو سب کہینگے خلافت اوسی شخص کے ہاتھ میں گئی جو ابتدا سے اسکا
وزیر اور مشیر تہا - پہر کیوں وہی مظالم جاری رہے اور اوسی اندھا دھند کو رائج
کیا جسپر پہلے روتے تھے کہ ہائے اسلام بدنام ہو رہا ہے - لہذا آپنے دین کو دنیا پر ترجیح

بنے ہوئے ہیں حج آخری رسول اللہ سے تو ربد لے ہیں۔ مرض رسول اللہ سے بغاوت پر آمادہ ہیں۔ لشکر اسامہ کے ساتھ نہیں گئے۔ وصیت نامہ رسول کو روکا۔ دفن و کفن رسول میں نہیں شریک ہوئے۔ بجائے تعزیت دختر رسول پر ظلم کیا گھر میں آگ لگانے آئے۔ دوسرے شخص کو ناجائز خلیفہ بنایا۔ ہزاروں ناحق خون کیا۔ خلیفہ عثمان کو قتل کرایا۔ قرآن کی ترتیب کو اولٹا اور جلایا۔ ہر ظلم کے خود موجد اور شریک رہے۔ بیعت کرکے نکث بیعت کیا۔ پچاس نمازیوں کو مسجد بصرہ میں شب کے وقت قتل کر ڈالا۔ بیت المال کو لوٹ لیا۔ ہزاروں بدعتوں کو رائج کیا۔ ہزاروں قسم کا افترا رسول اللہ پر کیا۔ غرض وہ وہ جرائم کئے کہ بہت سے اونمیں سے ایسے ہیں۔ جو کسی فرد بشر کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی کہ واضعین قانون تعزیرات ہند بھی اوسکو اپنے ذہن میں نہ لا سکے

نصوص صریحہ قتل و قمع

اب اس استحقاق خلافت۔ اور جرائم باغیان کیساتھ اسکو ملاحظہ فرمائے کہ حضرت کے پاس نصوص صریحہ اس قلع و قمع بغاوت کے متعلق کیسے موجود ہیں خود قرآن میں ہے یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلہ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین۔ جسمیں ایک معمولی شخص کو بھی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ پیشین گوئی جناب امیر ہی سے متعلق ہے کہ خداوند عالم آپ ہی کے اس عظیم الشان مقابلہ کی خبر دے رہا ہے کیونکہ نہ یہ صفت دوسرے سے متعلق ہو سکتی ہے نہ اور کسیکو اون مرتدوں سے سامنا پڑا جو یا ایھا الذین آمنوا کے مخاطب ہو سکیں علاوہ اسکے خود حضرت نے بتصریح صریح ابوبکر و عمر صاحبان سے یبعث اللہ رجلا منکم کی نفی کی ہے حدیث خاصف النعل میں چنانچہ ازالۃ الخفا میں ہے۔

از انجملہ آنکہ در بیعت رضوان حاضر بود و نامہ صلح بر دست وے مکتوب شد قال ابن اسحق وکان ھو کاتب الصحیفہ وہم دریں سفر با مرتضیٰ معاملہ منتظر الخلافہ بجا آوردند اخرج النسائی والحاکم واللفظ للنسائی عن علی رض قال جاء النبی صلعم اناس من قریش فقالوا یا محمد انا جیرانک وحلفاءک وان من عبید نا قد اتوک لیس لھم رغبۃ فی الدین ولا رغبۃ فی

کی جاتی ہے اوسکو زیادہ غصہ آنا چاہئے۔ بخلاف اوسکے جو ناحق پر ہو کہ وہ بشرط انصاف سمجھ سکتا ہے کہ درحقیقت یہ مخالف مورد غیظ و غضب نہیں ہے بلکہ ہم خود ملزم ہیں جسکا مقتضا یہ ہونا چاہئے کہ جناب امیر کو اونکی مخالفت سے زیادہ رنج ہو اور آپکی قوت غضبیہ زیادہ جوش میں آئے اور ابوبکر صاحب کا کم۔ مگر آگے چلکر فرق معلوم ہوگا کہ دونو میں کیا فرق ہے کیونکہ جناب امیر کا عمل اسپر ہے اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

(۳) مخالفین ابوبکر آیت اور حدیث پیش کر رہے ہیں کہ تم ناحق پر ہو صحابہ فہمائش کر رہے ہیں یا جاتا کہ آپ خطا پر ہیں۔ مگر انکا ہر بار امیر اتنا تیز ہو رہا ہے کہ نہ کسی آیت کو سنتے ہیں نہ حدیث کو نہ صحابہ کے اجماع کو نہ اپنے یار غار بلکہ محسن و مددگار کی فہمائش کو بلکہ اونکی ڈاڑھی نوچتے ہیں قسمیں کہائے چلے جاتے ہیں۔ ہم تو ضرور لڑینگے چاہے کوئی نہ ساتھ دے ہم اپنی جان دینگے راج ہٹ۔ تریا ہٹ۔ بالک ہٹ مشہور رہے۔ پھر بھلا کیونکر کوئی گوارا کرتا کہ خلیفہ کو مارے جانے دیں جس سے اسلام بدنام ہوتا کیونکہ غیروں کی نگاہ میں اسلام تو وہی ہے جسکے مالک خلیفہ ہیں۔

برخلاف اسکے مخالفین جناب امیر نہ کسی آیت سے استدلال کرتے ہیں نہ کسی حدیث سے۔ نہ اپنے مخالف کی آیت سنتے ہیں نہ اونکی حدیث۔ نہ کوئی الزام قائم کرتے ہیں نہ اوسکا کوئی ثبوت دیتے ہیں بلکہ مثل خلیفہ اول لڑائی پر تلے ہوئے ہیں۔ لوٹ مار۔ غارت میں مصروف ہیں۔ کیسے کیسے اکابر صحابہ جاتے ہیں کس کس طرح اونکی فہمائش کی جاتی ہے۔ مع مصحف قرآن بھیجا جاتا ہے مگر وہ حامل قرآن ہی قتل کر دیا جاتا ہے جو قرآن لایا تھا۔ پھر آپ ہی بتائے حضرت کی قوت انتقامیہ کو کس طرح جوش آنا چاہئے۔ مگر واہ رے صبر و تحمل کہ ایک منٹ کے لئے بھی اوسمیں فرق نہیں آتا۔

(۴) مخالفین ابوبکر بالفرض اگر خاطی مان لئے جائیں تو اونکا صرف ایک جرم ہے کہ خلافت کو اونکی نہ مانا کیونکہ ٹکس نہیں دیا۔ دوسرا کوئی جرم اونپر نہیں قائم کیا گیا ہے۔ مگر سب آگ میں جلا دئے گئے اور اس بے رحمی سے قتل کئے گئے کہ تاریخی دنیا میں اوسکی کوئی نظیر نہیں بخلاف باغیان جناب امیر جنکے جرائم ہزاروں سے متجاوز ہیں ۲۶ برس سے جرم پیشہ

قال عمر فواللہ ما تمنیت الامارۃ الا یومئذ فجعلت الضب صدری رجاء ان یقول ھو ھذا فالتفت الی علیؑ و اخذ بیدہ و قال ھو ھذا ھو ھذا صفحہ ۱۱ مطبوعہ مطبع الصاری دہلی

یعنی عبدالرزاق نے اپنے جامع میں اور ابو عمر نمری اور ابن السمان نے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے وفد ثقیف سے کہ تم لوگ اسلام لاؤگے یا ہم ایسے شخص کو تم پر بھیجیں جو ہم سے ہو یا مثل میری نفس کے ہو کہ تمہاری گردنوں کو مار یگا۔ اور تمہاری اولاد کو قید کریگا اور تمہارے مال کو لیگا۔ کہا عمر نے کہ قسم خدا کی میں نے کبھی امارت کی تمنا نہ کی مگر اس روز کہ اپنے سینہ کو اونچا کرنے لگا اس امید پر کہ حضرت میری طرف اشارہ کریں مگر آپ ملتفت ہوئے حضرت علی کی طرف اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے

پھر ایسی تصریح صریح کے بعد شیخین کو مصداق آیہ مذکورہ قرار دینا اگر کفر نہیں ہے تو کیا ہے ؟

رسول اللہ نے جس تصریح و توضیح سے احکام خدا کی تبلیغ کی ہے اگر کوئی مسلمان اوسمیں غور کرے تو اوسکے اسلام و ایمان کو کافی ہے مگر ان دشمنان خدا و رسول کو ایسی معاندت ہے کہ جس بات سے حضرت بہ اصرار نفی کرتے ہیں۔ اوسکے اثبات پر انکو اصرار ہے دیکھو رسول اللہ نے اس مضمون کو ایک تیسرے موقع پر بھی فرمایا ہے چنانچہ اوسی روضۃ ندیہ میں ہے

عن ابی سعید الخدری قال سمعت رسول اللہ ص یقول ان منکم من تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیلہ قال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا و لکن خاصف النعل و کان اعطی علیاؑ نعلہ یخصفھا اخرجہ ابو حاتم صفحہ ۱۱

یعنی ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے بعض تمسے وہ ہوگا جو قتال کریگا تاویل قرآن پر جیسا کہ میں نے قتال کیا تنزیل قرآن پر۔ ابوبکر نے کہا وہ شخص میں ہونگا حضرت نے فرمایا نہیں۔ عمر نے کہا میں ہوں حضرت نے فرمایا نہیں۔ بلکہ خاصف النعل اور دیا تھا حضرت علی کو نعل اپنی پیوند لگانے کو۔

دیکھئے یہ تین موقع کی تین حدیثیں ہیں جا بجا جسمیں حضرت نے کمال تصریح ارشاد فرمایا

الموقد انما فروا من ضیاعنا واموالنا فارددھم الینا فقال لابی بکر ماتقول فقال صدقوا انھم لجیرانک وحلفاءک فتغیر وجہ النبی ثم قال لعمر ماتقول قال صدقوا انھم لجیرانک وحلفاءک فتغیر وجہ النبی ثم قال یا معشر قریش واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم قد امتحن اللہ قلبہ للایمان ولیضربنکم علی الدین او یضرب بعضکم قال ابوبکر انا ھو یا رسول اللہ قال لا قال عمر انا ھو یا رسول اللہ قال لا ولکن ذلک الذی یخصف النعل وقد کان اعطی علیا نعلہ یخصفھا ص ۲۵ مقصد دوم

اس حدیث کو میں اسی حصہ ثانیہ تنقید بخاری میں بشرح وبسط تمام لکھ چکا ہوں ملاحظہ ہو صفحہ لغایت صفحہ

لہذا یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ بلکہ صرف اسقدر اشارہ کافی ہے کہ جب رسول اللہ نے بنص صریح اس بات کی نفی کردی کہ واللہ لیبعثن اللہ علیکم رجلا منکم قد امتحن اللہ قلبہ للایمان کے مصداق شیخین نہیں ہیں تو آیہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ کے مصداق کیونکر ہوسکتے ہیں کیونکہ قرآن اور حدیث میں یحبھم ویحبونہ کی صفت تو مخصوص ہے جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لئے دوسرا کوئی اسکا مصداق ہو نہیں سکتا جیسا کہ حدیث لاعطین الرایۃ غدا سے ظاہر ہے۔

تعدد طرق روایت معہ تعدد واقعہ

ہاں حضرت نے اس صفت کی نفی شیخین سے۔ اور اسکا اثبات جناب امیر المومنین علیہ السلام کیلئے صرف اسی ایک موقع پر نہیں کیا ہے۔ بلکہ جب وفد ثقیف حضرت کے پاس آیا ہے اوسوقت بھی حضرت نے اسی حدیث کو بیان فرمایا ہے جیسا کہ روضہ ندیہ میں ہے۔ منھا ما اخرج عبد الرزاق فی جامعہ وابو عمر النمری وابن السمان عن الطیب بن عبد اللہ بن حنطب قال قال رسول اللہ لوفد ثقیف لتسلمن اولابعثن علیکم رجلا منی او قال من نفسی فلیضربن اعناقکم ولیسبین ذراریکم ولیاخذن اموالکم

کہ غیر حضرت مراد نہیں ہو سکتا۔ اس سب کے علاوہ خود رسول نے بتصریح صریح آپسے ان بغاوتوں کی خبر دی اور حکم صریح دیا۔

علامہ محمد بن اسمٰعیل صلاح امیر روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ میں لکھتے ہیں ومیادلہف علیہ القضایا المذکورۃ عظم مقام امیر المومنین فان رسول اللہ امرہ بقتال الطوائف مع انہم ماخرجوا عن ایمان ولاکفروا باللہ ورسولہ بل بعصیانہم امیر المومنین بالنکث علیہ وعدم الدخول فی طاعتہ وسبہ وتکفیرہ فانہ صلعم علق الامر بالقتال بالنکث وماذکر معہ فدل علی انہ علۃ القتال ولایقال ان امیر المومنین قال فی کلامہ فی الخوارج قد سفکوا الدم الحرام واغاروا علی سرح الناس وانہ جعل علۃ قتالہم وکذلک اھل الجمل لم یبادروا بالقتال حتی بدء وہ فدل ان قتالہم لیس لعدم طاعتہ بل للفساد فی الارض والبغی علی المسلمین لانا نقول لا مانع من تعدد العلۃ وانہ عم مسامح فیما الیہم واستانالہم رجا رجوعہم فلما تحقق منہم عدم الانابۃ بل تحقق منہم الزیادۃ علی ما کان سقتضیا تاماً لقتالہم فی ادارۃ علیہم وھذا خاص بہ اعنی قتل من نکث او لم یبایع او کفرہ او فارق طاعتہ حرب ہم

یعنی ان قضایا سے ظاہر ہے عظمت مقام جناب امیر المومنین کہ حضرت رسول نے آپکو حکم دیا قتال کا ان تینوں فرقوں کے ساتھ ناکثین قاسطین مارقین حالانکہ وہ اسلام سے خارج ہوئے تھے نہ کفر کیا تھا خدا اور رسول کے ساتھ۔ بلکہ صرف اسوجہ سے اونکے قتال کا حکم دیا کہ انہوں نے مخالفت کی تھی امیر المومنین ع کی۔ اور آپکی اطاعت نہ کی اور بسبب تکفیر پیش آئے۔ کیونکہ حضرت نے حکم قتال کو معلق کیا ہے نکث بیعت کے ساتھ اور دوسرا کوئی امر اسکے ساتھ نہیں ذکر کیا لھذا معلوم ہوا کہ بحکم رسول فقط عصیان علۃ قتال ہے۔

کہ شیخین نہ اونلوگوں سے ہیں جنکے قلب کا امتحان لیا گیا۔ نہ اونلوگوں سے جنہیں خدا مبعوث کریگا قتال کے لئے یا لوگونکے اسلام کے لئے نہ اونلوگوں سے جو مقاتلہ کرینگے تاویل قرآن پر مگر حضرات اہلسنت زبردستی خلفا ہی کو ہر جگہ پیش کرتے ہیں۔

یہاں اگر یہ شبہ ہو کہ اگرچہ طرق اس حدیث کے مختلف ہیں مگر اصل حدیث ایک ہی ہے تو اوسکو یوں دفع کیجئے کہ خود علامہ محمد بن اسمعیل روضہ ندیہ میں کہتے ہیں و بہ هدد رسول الله قريشاً كما اخرجه الترمذی وصححه واخرجه الخطيب وقد تقدم من حديث علىؑ قال لما كان يوم الحديبية خرج الينا ناس من المشركين الى آخر ۸ ص ۱۴۱

یعنی اور اسی حدیث سے حضرت نے تہدید کیا تھا قریش کو جیسا کہ ترمذی نے اسکی روایت کی ہے اور صحیح کہا ہے اوسے اور خطیب نے اوسکی تخریج کی ہے اور پہلے مذکور ہوئی حدیث علیؑ کہ بروز حدیبیہ مشرکین آئے تھے حضرت کے پاس تا بہ آخر

جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ یہ دوسرا واقعہ ہے جو حضرت نے فرمایا کیونکہ پہلا واقعہ تو وہی ہے جو جنگ حدیبیہ میں ارشاد ہوا۔ پھر وفد ثقیف سے فرمایا۔ پھر اسطرح بہرحال یہ آیہ نص ہے اسمیں کہ حضرت کو حکم صریح حاصل تھا کہ آپ اونلوگوں سے مقاتلہ کریں جو دین سے مرتد ہوں اور اسلام کی مخالفت کریں۔

دوسرا آیہ وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فاصلحوا بينهما فان بغت احديهما على الاخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفئ الى امر الله فان فاءت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ان الله يحب المقسطين ہے۔

جو صریح آیہ ہے دفع بغاوت کے بارے میں کہ یہانتک اونسے جنگ کرو کہ وہ رجوع کریں طرف دین حق کے۔ اور اسمیں کسیکو عذر ہی نہیں ہو سکتا کہ یہ لوگ باغی تھے کیونکہ بجز جناب امیرؑ اسوقت کسیطرح کا کوئی امام نہ تھا جسکی مخالفت پر بغاوت کا اطلاق ہو سکے اور آجتک کسینے اسمیں تردد بھی نہیں کیا ہے کہ وہ سب باغی تھے۔

پس سب نصوص صریحہ ہیں اگرچہ بہ لفظ عام ہیں۔ مگر قرائن و شواہد سے خاص ہے

بلکہ اس لحاظ سے کہ اگر قتال کرتے ہیں تو اسقدر صحابہ۔ اور ظاہری مسلمان قتل ہوتے ہیں۔ اگر سکوت کرتے ہیں تو اس خونریزی اور فساد میں اور بھی ترقی ہوتی ہے کیونکہ خلافت خلیفہ اول سے انکو جسکا پڑا ہوا تھا کہ جہاں تک ہوسکے لوٹ مار کرنا چاہیے اور ناجائز وسائل سے کام نکالنا چاہیے۔

اس کوشش اور غور و تامل کو حضرت اپنے ان لفظوں میں ادا فرماتے ہیں کہ اوی

روضہ ندیہ میں ہے۔ عن مالك بن الجون قال قام علیؑ بالربذة فقال من احب ان یلحقنا فلیلحقنا ومن احبّ ان یرجع فلیرجع ماذونا له غیر حرج فقام الحسن بن علیؑ فقال یا ابت او یا امیر المومنین لقد کنت فی حجر وکان للعرب فیك حاجة لا تخرجوك من حجرك فقال الحمد لله الذی یبتلی من شاء بما شاء اما والله لقد ضربت هذا الامر ظهر البطن او دبا ورا سافو الله ان وجدت لی الا القتال او الکفر بالله تحلف بالله علیه اجلس یا بنی ولا تحن حنین الجاریة اخرجه ابو الجهم ذکره المحب الطبری ولما التقا الفریقان یوم الجمل صف امیر المومنین الناس ثم نادی لا یرمین رجل

یعنی مالک بن جون سے روایت ہے کہ جب حضرت بقصد جنگ بصرہ مدینہ سے روانہ ہوئے۔ تو بمقام ربذہ قیام کیا (جہاں ابوذر صحابی رسول مدفون ہیں کہ عثمان نے انکو مدینہ سے خارج کیا تھا) اور فرمایا کہ جو شخص چاہے ہم سے ملحق ہو (یعنی ساتھ چلے) اور جو چاہے پھر جائے تو پھر جائے اوسکو اذن ہے بغیر کسی حرج کے (یہی کلام جناب امام حسین علیہ السلام کا بروز عاشور) پس کھڑے ہوئے امام حسنؑ اور فرمایا کہ اے بابا یا اے امیر المومنین اگر آپ پتھر کے اندر بھی چھپے رہتے تو عرب آپکے ایسے محتاج تھے کہ وہاں سے بھی باہر لاتے (اپنی غرض کے لیے) پس جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا حمد ہے اوس خدا کا کہ جس کو چاہتا ہے جس بات میں چاہتا ہے مبتلا کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے جس بات سے چاہتا ہے معاف کرتا ہے

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جناب امیر نے اپنے کلام میں جو وجہ قتال خوارج ذکر کیا تو اسکو
فرمایا کہ اونہوں نے خونریزی کی اور مال لوگوں کا لوٹ لیا اور مسلمانوں پر زیادتی کی جسطرح
اہل جمل کے ساتھ حضرت نے اوسوقت جنگ شروع کی کہ خود اونہوں نے ابتدا کی۔ لہذا
معلوم ہوا کہ حضرت نے محض اس وجہ سے نہیں جہاد کیا کہ اونہوں نے آپکی اطاعت نہ کی
تھی۔ بلکہ اسوجہ سے کہ وہ باعث فتنہ و فساد ہوئے اور خونریزی اور لوٹ مار کے مرتکب
ہوئے۔

تو اوسکا ہم یہ جواب دینگے کہ یہ ضرور نہیں کہ علة ایک ہی ہو (عصیان) بلکہ بہت سی علتیں
ہو سکتی ہیں۔ (یعنی یہ امور بھی اسباب قتال میں تھے) اور حضرت نے ابتک اونکے ساتھ
مسامحہ کیا (یعنی وہ بمجرد نافرمانی مستحق قتل تھے مگر حضرت نے چشم پوشی کی) اور درگذر کیا
کہ شاید امر حق کی طرف رجوع کریں جب بخوبی ثابت ہو گیا کہ وہ کسیطرح امر حق کی طرف
رجوع نہیں کرتے۔ بلکہ اور سرکشی و تمرد اونکا ترقی کر رہا ہے کہ اب پورے طور پر مستحق قتال
ہو گئے۔ تو حضرت نے قتال پر اقدام کیا۔ اور یہ امر حضرت کے مخصوصات سے ہے کہ آپ اپنے
مخالفوں کو قتل کریں۔ یا اونلوگو جنہوں نے بیعت نہ کی۔ یا تکفیر کے مرتکب ہوئے اور اونکی
اطاعت و فرمانبرداری سے علیحدہ رہے۔ تمام ہوا ترجمہ روضہ ندیہ

اس عبارت نے آپکو بتا دیا کہ رسول اللہ کا حکم خاص آپکو یہی تھا کہ جو شخص آپکی نافرمانی
کرے اور اطاعت و انقیاد نہ کرے اوس سے قتال کرو اوسکو قتل کرو۔ مگر بایں ہمہ حضرت
نے اسپر اوسوقت تک نہ اقدام کیا کہ وہ سب اسباب جمع ہوں جن سے ہر عاقل کے نزدیک
جہاد کرنا لازم ہو۔ بخلاف اسکے ابوبکر صاحب کے قتال کو آپ دیکھ چکے کہ کسطرح ناجائز تھا۔

حضرت کا اجتہاد اگرچہ اس تحقیق کے بعد اب کوئی ضرورت نہیں رہی کہ اسپر زیادہ روشنی
ڈالیں کیونکہ نص قطعی کے بعد کسی اجتہاد کی ضرورت نہیں رہتی مگر چونکہ آپ خلقی طور پر حلیم
و رحیم پیدا ہوئے تھے حدیث المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ ہر وقت
پیش نظر تھی۔ حضرت نے اپنی پوری کوشش اور پورے جہد کو اس بارہ میں صرف کیا
کہ انلوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے نہ اس لحاظ سے کہ کسطرح کا آپکو اسمیں شک یا تردد ہو

فهو لورثته

وعن لبشر الشيباني في قصة حرب الجمل قال فاجتمعوا بالبصرة فقال علي من يأخذ المصحف ثم تقول لهم ماذا تنقمون تريقون دماءنا ودماءكم فقال رجل انا يا امير المؤمنين قال انك مقتول قال لا ابالي فاخذ المصحف فذهب به اليهم فقتلوه ثم قال من الغد مثل ما قال فقال رجل انا فقال انك مقتول كما قتل صاحبك قال لا ابالي فذهب فقتل ثم قال كليوم واحد قد حل لكم قتالهم الآن فيرزهو لاء وهو لاء فاقتتلوا قتالا شديدا فرد عليهم ما في المتسكر حتى القدر ذكر هذه الاحاديث الثلثة الحافظ السيوطي ص ۳۲

محمد بن عمر بن علی راوی ہیں کہ حضرت نے جنگ جمل میں اوس وقت تک جنگ نہ کیا کہ تین روز کی اونکو مہلت دی جب تیسرا روز ہوا تو حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبداللہ بن جعفر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اب تو ہماری لشکر کے لوگ بہت زخمی ہوئے حضرت نے فرمایا اے برادر زادے میں بے خبر نہیں ہوں سب باتیں مجھے معلوم ہیں۔ تھوڑا پانی لاؤ حضرت نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اوٹھاکر دعا کی۔ پھر فرمایا اگر تم غالب آؤ تو جو بھاگ جاے اوسکا پیچھا نہ کرو۔ جو زخمی ہوکر گرا ہو اوس پر حملہ نہ کر۔ اور دیکھو جو چیز لشکر میں ہیں وہی تو لوٹی جائیں آینہ فیصلہ ہے۔ اور اسکے سوا جو کچھ ہے وہ اونکے وارثوں کا مال ہے۔

لبشر شیبانی راوی ہیں کہ جب سب جمع ہوئے بصرہ میں تو حضرت نے فرمایا کون تم سے ایسا ہے جو مصحف لیکر انکے پاس جاے اور یہ پوچھے تم کیوں بگڑے ہو جو خونریزی کرتے ہو اور ہمارا بھی خون کرتے ہو اور اپنا بھی۔ ایک شخص آمادہ ہوا حضرت نے فرمایا اگر یہ جان رکھو کہ تم قتل کیے جاؤگے اوسنے کہا کوئی پروا نہیں مصحف لیکر وہاں گیا اور حضرت کا پیغام پہونچایا پس قتل کیا گیا دوسرے روز بھی یونہی ایک دوسرا آدمی گیا تیسرے روز حضرت نے اجازت دی کہ اب تمکو حلال ہوا قتل انکا پس نہایت شدید جنگ ہوئی۔ پس زور کیا او تیر یہانتک کہ دیگچی کو

بسهم ولا يطعن برمح ولا يضرب
بسيف ولا تبتدوا اليوم بالقتال
وكلموهم بالطف كلام لان هذا
مقام من فلج فيه فلج يوم القيمة فلم يزل وقوفا
حتى تعالى النهار فنادى القوم
باجمعهم يا ثارات عثمان فنادى علي
محمد بن الحنفية ما يقولون قال
يقولون يا ثارات عثمان فرفع علي
يديه فقال اللهم كب اليوم قتلة
عثمان لوجوههم وعن محمد بن عمر
بن علي ابن ابي طالب لم يقاتل
يوم الجمل حتى دعا الناس ثلاثا حتى
اذا كان يوم الثالث دخل عليه
الحسن والحسين وعبد الله بن
جعفر فقالوا قد اكثروا فينا الجراح
فقال يا ابن اخي والله ما جهلت
شيئا من امرهم الا ما كانوا فيه وقال
لي ماء فصب له ماء فتوضى ثم صلے
ركعتين حتى اذا فرغ رفع يديه و
دعاء به وقال ان ظهرتم عليهم فلا
تطلبوا مدبرا ولا تجهزوا على جريح
وانظروا ما حضر وابه الحرب من
انيه فاقبضوه وما كان سوى ذلك

آگاہ ہو قسم خدا کی میں نے اس امر میں اچھی
طرح غور کیا ظاہر و باطن پر یا مقدم و
موخر پر پس قسم خدا کی نہ پایا میں نے مگر جنگ
کرنیکو یا کفر کرنے کو یعنی اس معاملہ میں
یہی دو صورت ہے یا جنگ کروں
نہیں تو کفر اختیار کروں) پھر قسم دیا
خدا کی کہ بیٹھ جاؤ اور لڑکیوں کی طرح
نالہ نہ کرو اس روایت کو نقل کیا ہے
ابو الجہم نے اور ذکر کیا ہے محب طبری
نے جب کہ روز جمل دونو طرف کے لشکر
آراستہ ہوئے اور صف قائم کیا امیر المومنین
تو آواز دی کہ کوئی شخص کسی پر تیر نہ
چلائے - نہ نیزہ لگائے - نہ تلوار مارے
آج کے روز جنگ کی ابتدا نہ کرو - اور
کلام کرو بہ الطف کلام - پس برابر کھڑے
رہے حضرت یہانتک کہ بلند ہوا روز -
اور دوسری طرف سے آواز بلند ہوئی
یا ثارات عثمان یعنی انتقام عثمان لینا
چاہیے - حضرت نے محمد بن الحنفیہ سے
پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں عرض کیا کہ
یا ثارات عثمان کہتے ہیں حضرت نے
دونو ہاتھ اپنے بلند کئے اور فرمایا خداوندا
آج قاتلان عثمان کو اونکے منہ کے بل گرا

کیونکہ جنگ احد میں بھی حضرت کا یہ خیال تھا کہ ترک جہاد کرنا مستلزم کفر ہے اور بزرگان اہلسنت کا خیال یہ تھا کہ جان کی سلامتی مقدم ہے اگرچہ اسلام جائے کیونکہ وہ اسلام ہی کب لائے تھے چنانچہ تاریخ خمیس میں ہے انتھی انس بن النضر عم انس بن مالک الی عمر بن الخطاب وطلحہ بن عبید اللہ فی رجال من المہاجرین والانصار وقد القوا بایدیھم فقال ما یجلسکم قالوا قتل رسول اللہ قال فما تصنعون بالحیاۃ بعدہ قوموا فموتوا علی مثل ما مات علیہ رسول اللہ ثم استقبل القوم فقاتل حتی قتل ص ۴۳۸ جلد اول یعنی انس بن نضر عم انس بن مالک نے دیکھا کہ عمر بن الخطاب اور طلحہ مع دیگر مہاجرین و انصار چپ چاپ ہاتھ پر ہاتھ دئے بیٹھے ہیں تو انس نے پوچھا کیوں بیٹھے ہو کہا کہ رسول اللہ تو قتل ہو گئے۔ انس نے کہا پھر تم بھی اوسی راہ میں مر جاؤ جس راہ پر حضرت نے وفات کی بعد اوسکے انس چلے گئے اور جا کر لڑے یہانتک کہ شہید ہوئے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کس خیال کے تھے کیونکر آخر انس نے بھی وہی خبر غلط سنی تھی مگر اسلامی حمیت نے اونکو بیٹھنے نہ دیا اور باوصف استماع خبر شہادت رسول اللہ اونھوں نے جہاد کیا اور شہید ہوئے مگر یہ لوگ بیٹھے کے بیٹھے رہے۔

نہیں نہیں بلکہ دوسری فکریں ہو رہی ہیں کہ کسی طرح ابو سفیان سے جان بخشی کی استدعا کی جائے چنانچہ اوسی تاریخ خمیس میں ہے قال بعض المسلمین لیت لنا رسولاً الی عبد اللہ بن ابی فیاخذ لنا اماناً من ابی سفیان ص ۴۳۹ یعنی کاش ہمکو ایک قاصد ملتا کہ اوسکو عبد اللہ بن ابی کے پاس بھیجتے کہ وہ ہمارے لئے ابو سفیان سے امان حاصل کرتا۔

غرض جس پہلو سے دیکھا جائے ایسے موقع میں بجز جدال و قتال کے معمولی عقل والے انسان کو بھی چارہ نہیں کیونکہ فتنہ و فساد کا دبانا ہر عاقل پر لازم ہے باغیوں کی سرکوبی تمامی ملل میں لازم۔ پھر جناب امیر کیونکر اسکے خلاف کر کے نہ صرف مورد اعتراض عقلائے عالم بنتے بلکہ حکم صریح خدا و رسول کی مخالفت لازم آتی ہے آخر حضرت علی مسلمان

اس روایت سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو شخص کوئی کام خدا کے لئے کرتا ہے اور اوسکی مرضی اور خوشنودی کا جویا ہوتا ہے کسطرح اوس کام پر اقدام کرتا ہے کیونکہ تمامی عقلا کو خونریزی اور قتل و غارت سے عقلاً اجتناب لازم ہے اور حتی الوسع ایسے اقدام نہیں کرتا مگر بمجبوری یہی وجہ ہے کہ کل انبیا اور اوصیا بذات خود جنگ میں شریک رہتے ہیں تاکہ اون فرقوں کو تعلیم کرتے رہیں جس سے شرعی جہاد اور ملکی جنگ وجدل میں فرق ظاہر ہو۔ کیونکہ جنگ و پیکار دونوں میں خونریزی دونوں میں ہوتی ہے جان کا نقصان دونوں میں ہے فرق ہے تو اسقدر کہ ایک جنگ کی غرض محض ہوا و ہوس ہے دوسرے کی غرض رضائے باری ہے اسلیے خود جناب رسالتمآب بنفس نفیس ہر اوس جہاد میں شریک رہے جسکی اہمیت اور عظمت سے آپ واقف تھے تاکہ مسلمانوں کو سمجھاتے رہیں اور تعلیم دیتے رہیں کہ کس حالت میں حملہ کرنا چاہیے اور کس ضرورت سے۔

یہی رفتار جناب امیر کی ہے کہ حضرت جہاد کو تشریف لیگئے ہیں اور کس کس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتے رہے ہیں کہ کوئی امر خلاف حکم خدا و رسول نہ ہونے پائے بخلاف دوسروں کے جنھوں نے اس حکومت کو ذریعہ ملک گیری قرار دیا اور نہوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ڈاکوؤں اور لٹیروں کا ہے۔

جناب امیر کس وضاحت سے فرماتے ہیں کہ میں نے غور و فکر کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہیں رکھا ہر پہلو و جوانب پر نظر کی۔ مگر دو بات کے سوا تیسری نہیں نکلتی یا تو اونسے جنگ کروں۔ یعنی یہ واجب القتل ہیں۔ اور اگر نہ جنگ کروں تو کافر ہو جاؤں کیونکہ واجب القتل کا چھوڑنا واقعاً با وصف اختیار کفر ہی کرنا ہے۔

اب آپ ہی فرمائے حضرت ایسی حالت میں کیا کرتے کیونکہ ایک بات اختیار کرنا تو ضرور تھا یا ترک قتل کریں تو کفر لازم آتا ہے یا جہاد کریں تو ہزاروں صحابہ مارے جاتے ہیں جن لوگوں کو اسلام کی محبت نہو گی یا ترقی اسلام کے خواہاں نہونگے وہ تو یہی کہینگے کہ ترک اسلام بہتر تھا کیونکہ یہی اصلی مقصد اونکا ہے اور اسکی تعلیم دی گئی ہے

سکوت جناب امیرؑ سے فرو ہو گیا۔ کیونکہ اونکا دعوی یہ تھا کہ اگر خاندان رسالت سے یہ خلافت خارج کی جاتی ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کیونکہ ہمیشہ سے معزز ہے ان سوال کو اس سے کیا تعلق۔ جب جناب امیرؑ کی طرف سے کسیطرح کی امداد اونکو نہ ملی تو وہ سب بھی ساکت ہو گئے جس سے سارا قصہ طے ہوا اور لوگ اوسکو فتح سمجھتے ہیں۔

بخلاف جناب امیر علیہ السّلام کہ حضرت نے خلافت اوسوقت قبول کی جب عام بد نظمی پھیل چکی تھی۔ ہر ہر صوبہ میں بغاوت سرکشی کا مادہ پورا آچکا تھا طوائف الملوکی کا نقشہ تھا کہ خلیفہ اپنے عہدہ دار و نکو بغرض امداد طلب کرتے ہیں کوئی نہیں آتا۔ ایسے حال میں جناب امیر اسقدر جلد کیونکر اس فساد کو درست کر سکتے تھے۔

(۲) خلافت ابوبکر اوسوقت قائم ہوئی جبکہ کسی قسم کی سازش اس غرض سے نہیں کیگئی تھی کہ کسی خاندان خاص میں یہ خلافت نہ جانے پائے کیونکہ اگرچہ رسول اللہؐ نے ابتداے بعثت سے خلیفہ اپنا مقرر کر دیا تھا اور آخری زمانہ میں بوقت معاودت حجۃ الوداع اوسکا باضابطہ اعلان بھی کیا تھا۔ مگر یاروں نے اوسمیں ایسی تاویلیں کیں کہ اولا بہتوں کو اصل حکم ہی نہ معلوم تھا اور جنہیں معلوم تھا وہ سب اس مشورہ میں شریک تھے کہ ایسا نہ ہونے پائے۔ لہذا صحابہ کی مخالفت کا انتظام پہلے سے مکمل تھا ہر شخص اوسمیں ساعی ہے کہ کبھی نہ کبھی ہمارا قبیلہ بھی سردار ہوگا۔

جناب امیرؑ کی خلافت اس طریقہ پر قائم ہوئی کہ ۲۶ برس اسمیں صرف ہو چکے ہیں کہ اس خاندان میں خلافت نہ جانے پائی۔ اب رعایا - یا ارکان سلطنت وہی لوگ ہیں جو اسپر مصمم ہیں کہ کسیطرح آپ خلیفہ نہو سکیں۔

(۳) ابوبکر کی خلافت میں ساعی او رمدبرمہ کل صحابہ ہیں جنکی خواہش تھی کہ خاندان رسالت میں خلافت نہ جانے پائے مخالف ہیں تو بیرونجات کے قصباتی دیہاتی جنکے پاس نہ آلات حرب درست ہیں نہ تجربہ کار ہیں نہ مال ہے نہ اتفاق کیونکہ متفرق دیہاتو نمیں آباد ہیں جناب امیرؑ کی خلافت میں ساعی اور کوشاں زیادہ بیرونجات کے لوگ ہیں جنکے دباؤ سے خلافت تو حاصل ہوئی مگر وہ سب اپنے اپنے ملک کو واپس چلے گئے۔ اب جناب امیرؑ و

تھے مومن تھے امیرالمومنین تھے کیونکر ممکن تھا اسکی مخالفت کرکے راہ کفر کو اختیار کرتے خدا رحم کرے اون مسلمانوں پر جو سب حالات جانتے ہیں اور بخوبی واقف ہیں مگر صرف اسوجہ سے اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ آپکو امام معصوم سمجھتے ہیں حالانکہ بقول مسلمہ اہلسنت سے کوئی متنفس نہ آپکی امامت سے انکار کر سکتا ہے نہ عصمت سے پھر بجز اسکے کیا چارہ ہے کہ اون لوگوں کے حق میں دعا کریں۔

یہاں آپکے پیش نظر دونوں واقعہ موجود ہے کہ ابوبکر صاحب نے بلا استحقاق کسطرح خلافت پر قبضہ کیا اور خلاف حکم خدا اور رسول کسطرح ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا اور جلایا جسپر مرتے وقت وہ افسوس بھی کرتے ہیں کہ کاش ہم حضرت سے پوچھے ہوتے۔ کاش یہ نہ کئے ہوتے۔ مگر اوسپر اہلسنت کو کوئی اعتراض نہیں۔ اور اعتراض ہے تو قتل جناب امیر پر جس سے معلوم ہوا کہ نہ یہ لوگ مسلمان ہیں نہ اسلام لائے ہیں جو حکم خدا و رسول بلکہ قول خدا و رسول پر اعتراض کرتے ہیں اور اوسی دشمن اسلام سے محبت ہے جسنے اسلام کو کسطرح تباہ و برباد کیا کہ بالخصوص اون مظالم کے دفعیہ میں جناب امیر کو یہ زحمت اوٹھانی پڑی۔

آپ نتیجہ پر جاتے ہیں اور اوسکے اسباب پر نہیں نظر کرتے کہ کیوں نتیجہ دیر میں نکلا اور کیوں خراب نکلا۔ آپکو اسپر ناز ہے کہ ابوبکر صاحب نے اپنی ڈہائی برس کی خلافت میں باغیوں کو بھی سر کیا اور فتوحات بھی ہوئی لیکن جناب امیر کی خلافت چار برس رہی اور کچھ نہو سکا یا ہوا تو بدتر۔

مگر اسپر نہیں غور کرتے کہ جن لوگوں کو ابوبکر نے سر کیا اونہیں رسول اللہ نے دس برس میں سر کیا تہا تو کیا ابوبکر صاحب رسول اللہ سے بھی افضل تھے یا انکی قوت انتظامیہ حضرت سے بھی بڑھی ہوئی تھی کیا کوئی مسلمان اسکا دعوی کر سکتا ہے ہرگز نہیں پھر کیا تھا۔

اسباب کامیابی

خلافت ابوبکر اوسوقت قائم ہوئی جب ممالک اسلام انتظام جناب امیر کے ذریعہ سے بعہد رسول ہر طرح کامل و مکمل تھا کسیطرح کا اختلال نہ تھا جو کسیکو درست کرنیکی ضرورت ہوتی۔ بلکہ اس اچانک خلافت سے ایک دفعی اختلال پیدا ہو گیا تھا جو صرف

بخلاف جناب امیرؑ کے کہ آپ کے مخالف وہ لوگ ہین جو کل تک تمامی ممالک اسلامی کے مالک اور فاتح تھے۔ اسلام اگر نام تھا تو انکی ذات سے۔ ملک قائم تھا تو انکے وجود سے۔ مدینہ کے یہی باشندہ تھے اور یہی حکمران۔ ممالک بیرونی مین اگر نام تھا تو انھین کا۔ روشناسی تھی تو انھین سے کیونکہ ایک طرف عبداللہ بن عمرؓ ہین خلیفۂ دوم کے بڑے بیٹے جنکی صحابیت جنکے اختیارات نہ صرف اسوجہ سے بڑھے تھے کہ وہ خلیفۂ دوم کے فرزند ارجمند ہین بلکہ اسوجہ سے کہ وہ پہلے ہی سے نامور تھے کہ حضرت حفصہ زوجۂ رسولؐ کے بڑے بھائی تھے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ تمام مسلمان ان سے واقف تھے۔

دوسرے سعد بن ابی وقاص ہین جو خلیفۂ اول کے ساتھ ہی اسلام لائے تمام غزوات مین شریک رہے۔ خلیفۂ اول کی اعانت مین اُسی طرح سرگرم رہے۔ خلیفۂ دوم کے عہد مین کوفہ کے گورنر تھے عشرۂ مبشرہ مین اُنکا نام داخل کیا گیا تھا۔ مرتے وقت تو خلیفۂ دوم نے انکو بھی خلافت کا اُسی طرح حق دار بنایا جس طرح خلیفۂ سوم کا نام لیا تھا۔ کیونکہ اُنھون نے یہی چھ نام لیے تھے۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد بن ابی وقاص۔ عبدالرحمن بن عوف۔ عثمان۔ جناب امیرؑ۔ اب بتائیے اگر جناب امیرؑ فرماتے ہین کہ یہ مرتد ہو گئے تو کون مانتا ہے۔ کفر کا حکم انپر دیا جائے تو کون سنتا ہے۔ کیونکہ آجتک تو جتنے لوگ اسلام لائے ہین اسلام مین کوئی اثر دیکھ رہے ہین تو انھین کا۔ بلکہ جناب امیرؑ ایک طرح اُس حلقہ سے خارج ہین مشکوک نگاہ سے دیکھے جاتے ہین پھر کون ان لوگونکو مرتد کہہ سکتا تھا اور اُسکی کیا سماعت ہوتی۔ کیونکہ جو لوگ اصل حقیقت سے کچھ واقف تھے اکثر اُن مین تو مر چکے ہین مثل حضرت سلمانؓ۔ ابوذرؓ۔ حذیفہؓ۔ ابن مسعودؓ کے۔ اور جو واقف کار ہین یعنی عمارؓ وہ طرفداری جناب امیرؑ کے ساتھ متہم ہین بہت سے صحابہ اُن سے بھی اُسی طرح ناراض ہین جس طرح جناب امیرؑ سے ناراض تھے۔ پھر آپ کیونکر اُنکے

سکے ساتھ وہی لوگ ہیں جو قلباً عداوت رکھتے ہیں اور کسیطرح نہیں چاہتے کہ آپکی خلافت چل سکے یہی باعث ہے کہ ابوبکر کے مخالف وہ دہاتی تھے جنکا زور فوراً توڑ دیا گیا اور جناب امیر کے وہ لوگ مطیع ہیں مگر جتنے لوگ ارکان دولت سمجھے جاتے ہیں وہ سب مخالف ہیں۔ پھر اتنا جلد کیونکر کامیابی ہوسکتی

(۴) ابوبکر کو خلافت پاتے ہی مال کافی مل گیا تھا کیونکہ اسود عنسی سے جنگ کا حکم حضرت دیچکے تھے اور فتح وفیروزی لشکر اسلام کی بھی خبر دے چکے تھے کہ آج کی شب اسود عنسی مارا گیا۔ وفات کے چند روز بعد فتح کی خبر آئی جسکے ساتھ مال غنیمت وغیرہ کا آنا بھی ضروری ہے۔ سپاہیوں کے دل بڑہے ہوئے لشکر کی ہمت بڑہی ہوئی ہے

بخلاف جناب امیر کہ حضرت نے اوسوقت خلافت قبول کی ہے جب خزانہ خالی لشکر پریشان بغاوت پر آمادہ پھر کیا اسکی اصلاح ایسی آسان ہے

(۵) ابوبکر کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جب لشکر اسلام تجہیز جیش اسامہ کے لئے تیار اور مرتب تھا ان کی بدولت نہ جاسکا اب خلیفہ وقت کو ہر طرح کی آسانی تھی جو اونکے حسب خواہ خلیفہ ہوا تھا کہ جدہر چاہیں بھیجدیں۔

جناب امیر کی خلافت اوسوقت قائم ہوئی جب نہ کوئی باضابطہ لشکر تھا نہ فوج تھی جو لوگ فوجی کام کرتے وہ سب خلیفہ کے اعمال سے متنفر تھے اور باغی ہو رہے تھے جنکے تفرقہ کی ضرورت تھی۔ پھر اگر حضرت کو واقعاً خلیفہ بھی وہ مانتے تو انتظام کسی امر کا مشکل تہا چہ جائیکہ سبکی خواہش کے خلاف آپکی خلافت قائم ہوئی۔

(۶) ابوبکر صاحب کے مخالف چند دیہات ہیں جو ملک عرب میں محدود تھا۔ جہاں کے حاکم وہ صحابہ ہیں جو ہوادار خلیفہ اول ہیں۔

جناب امیر کے مخالف بڑے بڑے وہ شہر ہیں جو ممالک اسلامی میں نامی گرامی تھے اور مخالف حضرت کے وہ لوگ ہیں جو ان شہروں کے حاکم اعلیٰ کہ تمام شہر پر اونکا قبضہ ہے۔

(۷) ابوبکر کے مخالف گو مسلمان تھے مگر وہ مرتد سمجھے گئے تھے جس سے ہر کس وناکس کی ہمت اونکے قتل پر بڑہ گئی کہ جہاد ہے۔

کنت قلت لک انک اقوی علی ھذا الامر منی لکنک غلبتنی ۱۹۵ مقصد دوم

یعنی عتبہ بن حصین و اقرع بن حابس نے آکر خلیفۂ اول سے کہا کہ ہمارے پاس کچھ زمین شورہ زار ہے جس مین نہ گھاس ہے نہ اُس سے کوئی نفع اگر آپ اسکو بطور جاگیر ہم کو عنایت کرین تو ممکن ہے اُسکو ہم آباد کرین شاید کچھ اُس سے ہمین نفع حاصل ہو۔ ابو بکر نے اپنے پاس کے لوگون سے پوچھا سب نے کہا کوئی مضائقہ نہین۔ ابو بکر نے ایک تحریر اس مضمون کی لکھدی جسپر گواہی شاہدی بھی ہوگئی۔ عمر اُسوقت غیر حاضر تھے۔ وہ دونون اُس دستاویز کو لیکر عمر کے پاس گئے کہ وہ بھی گواہی کر دین۔ عمر اُسوقت اپنے اونٹ کے تیل مل رہے تھے اُن دونون نے جاکر کہا کہ خلیفہ نے یہ تحریر لکھدی ہے لائے ہین کہ تم بھی گواہی کردو ہم پڑھکر سنائین یا تم خود پڑھوگے عمر نے کہا کیا اس حال مین کہ تم دیکھ رہے ہو ہے یا تو خود پڑھو یا اتنا صبر کرو کہ ہم فارغ ہو جائین اُن دونون نے کہا ہم پڑھکر سناتے ہین۔ جب سنایا تو عمر نے وہ کاغذ لے لیا اور اُسپر تھوک کر اُسکے حروف کو مٹا دیا جس سے وہ دونون سخت برہم ہوے اور بہت برا کلمہ کہا عمر نے کہا کہ پہلے زمانہ مین رسول اللہ اس وجہ سے تم لوگون کی تالیف قلب کرتے تھے کہ اسلام ذلیل تھا۔ اور اب خدا نے اسلام کو عزیز کر دیا۔ اب جاؤ جو تم سے کوشش ہو سکے کرو خدا تم پر رحم نہ کرے۔ اگر کچھ توقع رکھتے ہو۔ وہ دونون اُسی طرح غصہ مین ابو بکر کے پاس آئے اور کہا نہین معلوم تم خلیفہ ہو یا عمر۔ ابو بکر نے کہا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ ہوتے۔ اُسکے بعد عمر آئے غصہ مین بھرے ہوے اور ابو بکر کے پاس کھڑے ہوکر کہا کہ یہ زمین جو تم نے ان لوگون کو دی ہے کیا تمھاری خاص ہے یا کل مسلمانون کی ہے۔ (ابو بکر) کل مسلمانون کی ہے (عمر) پھر کیا وجہ ہے کہ تم نے ان دونون کو اس سے مخصوص کیا۔ اور جماعت مسلمین کو چھوڑ دیا۔ (ابو بکر) ہم نے ان لوگون سے مشورہ لیا سب نے راے دی لکھ دیا (عمر) تو کیا انکے مشورہ سے کل مسلمین کا مشورہ ہوگیا اور سب راضی بھی ہوگئے (ابو بکر) ہم نے تو اسی وجہ سے کہا تھا کہ تم اس امر مین زیادہ قوی ہو ہم سے مگر تم نے ہم کو مغلوب کر لیا۔

ارتداد کا حکم دے سکتے تھے اور وہ حکم کب مقبول ہوتا۔

(۸) ابوبکر صاحب نے خلافت پاتے ہی کل اختیارات ملکی و فوجی اُن لوگوں کو دیدیے جنکی صلاح و مشورہ سے یہ خلیفہ بنائے گئے تھے جو وہ چاہتے کرتے نہ کسی سے تعرض تھا نہ بازپرس۔ کوئی ضابطہ تھا نہ کوئی قاعدہ ہر شخص خود مختار تھا جائز ناجائز جو کرتا دربار خلافت میں سب منظور ہو جاتا۔

بطور نمونہ دو ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے ازالۃ الخفا میں ہے جاء عتبۃ بن حصین والاقرع بن حابس الی ابی بکر فقالا یا خلیفۃ رسول اللہ ان عندنا ارضًا سبخۃ فیہا کلاء ولا منفعۃ ان رایت ان تقطعناھا لعلنا نحرثہا ونزرعہا ولعل اللہ ان ینفع بہا بعد الیوم فقال ابوبکر لمن حولہ من الناس ما ترون قالوا لا باس فکتب لہما کتابا واشہد فیہ شہودا وعمر ما کان حاضرا فانطلقا الیہ لیشہد فی الکتاب فوجداہ قائمًا یَھنأ بعیرا فقالا ان خلیفۃ رسول اللہ صلعم کتب لنا ھذا الکتاب وجئناک لتشہد علی ما فیہ أنقرءہ ام نقرءہ علیک قال اعلی الحال التی تریان ان شئتما فاقرآ وان شئتما فانتظرا حتی افرغ قالا بل نقرءہ علیک فلما سمع ما فیہ اخذہ منہما ثم تفل فیہ فمحاہ فتذمرا وقالا لہ مقالۃ سیئۃ فقال ان رسول اللہ صلعم کان یتألفکما والاسلام یومئذ ذلیل وان اللہ اعز الاسلام فاذھبا فاجہدا جہدکما لا رعی اللہ علیکما ان رعیتما فجاء الی ابی بکر وھما یتذمران فقالا لہ واللہ ما ندری انت امیر ام عمر فقال بل ھو لوکان شاء وجاء عمر رضہ وھو مغضب حتی وقف علی ابی بکر فقال اخبرنی عن ھذہ الارض التی اقطعتہا ھذین اھی لک خاصۃ ام بین المسلمین عامۃ فقال بل بین المسلمین عامۃ فقال فما حملک علی ان تخص بہا ھذین دون جماعۃ المسلمین قال استشرت الذین حولی فاشاروا بذلک قال فکل المسلمین اوسعتہم مشورۃ ورضی فقال ابوبکر قد

تکدرخاطر بدیہی ہو چنانچہ فرمایا اعلی الحال لتی تو دنھما یعنی کیا اس حالت مین تم چاہتے ہو جسکو دیکھ رہے ہو۔ اسپر بھی عمر صاحب نے کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ یعنی ہم اس سے فارغ ہولیں تو پھر دیکھیں۔ مگر وہ بھی کسی سبب سے مستعجل ہونگے جلدی بازی کی کہ اُسی وقت پڑھکر سنا دیا۔

(۵) حق یہ ہو کہ اس حالت مین غصہ کا آجانا بھی ضروری ہو کیونکہ یہ حد درجے کی گستاخی تھی جسکا نتیجہ وہی ہوا جو ہوا کہ ابو بکر کے نوشتہ پر تھوک دیا اور اُسکو چاک کر ڈالا۔

(۶) اسپر اُن دونون صحابیون کو غصہ ہونا اور برا بھلا کہنا بھی لازمی تھا جس پر ابو بکر پر بھی برس پڑے کہ تم خلیفہ ہو یا وہ؟ کیونکہ سچ ہو خلیفہ تو وہی ہو جسکی سب اطاعت کرین اور حکم بجالائین نہ وہ جسکے نوشتہ پر تھوک پڑے۔ ابو بکر کے پاس اسکا جواب ہی کیا تھا۔ بجز اسکے کہ کہتے وہی خلیفہ ہین اگر چاہین۔ جو ایک سچی بات تھی کیونکہ اصل خلیفہ تو وہی شخص ہوتا ہو جو کار خلافت کرے نہ وہ جو زیب مسند بنایا جائے۔

(۷) اسکے بعد ہی عمر صاحب بھی آئے کیونکہ باعث تفضیح ابو بکر صاحب ہی ہوے جنھون نے نہ اُنکے آنے کا انتظار کیا اور فیصلہ دیدیا نہ اُنکے پاس جانے سے روکا لہذا اُنکا غصہ حق بجانب تھا اور جو کچھ کیا وہ نہایت مناسب۔

(۸) مگر اس سوال وجواب کی وجہ نہین معلوم ہوتی کیونکہ یہ مسلمات سے تھا کہ خلیفہ کو ہر طرح کا اختیار رہتا ہو تاہم ابو بکر نے کہا کہ ہم نے تو ان لوگون سے پوچھ لیا تھا جس سے ظاہر ہوا کہ مسئلہ اجماعی ہو چکا کثرت راے بلکہ اتفاق راے سے پاس ہو گیا کہ دینا چاہیے۔

(۹) لیکن عمر صاحب نے اپنے فوری اجتہاد سے پھر بھی اس فیصلہ کو غلط ٹھہرایا کیونکہ کہا کہ کیا اس راے مین کل مسلمین شریک تھے" اسکا جواب ابو بکر صاحب کیا دیتے کیونکہ کبھی یہ راے قرار نہین پائی تھی کہ اجماع مین سب مسلمانون کی اتفاق راے کی ضرورت ہوتی ہو۔ ورنہ پھر اُنکی خلافت ہی کہان رہتی ہو اور آج تک جتنے احکام صادر ہوے سب ہی تو اسی طور سے طے ہوے۔ لہذا نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ تم نے کبھی ایسا قانون تو

یہ نمونہ نہ صرف اسکا ہو کہ ابو بکر صاحب نے کل اختیارات اُن لوگون کو دیدیے تھے جنھون نے خلیفہ بنایا تھا جس سے ہر شخص اس خلافت مین ساعی ہوا۔ ورنہ آپ سمجھ سکتے ہین کہ ابو بکر صاحب نے یہان کوئی بے ضابطگی نہین کی تھی جس سے یہ فیصلہ اُنکا رد کردیا جاتا کیونکہ:۔

(۱) مدعی دو صحابی رسول ہین جن پر اسکا گمان نہین ہوسکتا کہ وہ جھوٹھ کہتے ہین یا دروغ کے مرتکب ہوے کہ زمین آباد کو غیر آباد کہین۔

(۲) ایسی صورت مین فیصلہ کی صورت باجماع راے عمر و دیگر صحابہ یہی قرار دی گئی تھی کہ معاملہ شورے سے طے ہو کیونکہ حکم خدا و رسول کی تو ضرورت نہ تھی۔ اُسکے مطابق ابو بکر صاحب کاربند ہوے کہ حاضرین دربار سے مشورہ لیا باتفاق راے یہ تجویز پاس ہوئی کہ یہ زمین غیر آباد ان دونون کو دی جاے جسپر ابو بکر صاحب نے لکھ بھی دیا گواہی شاہدی بھی ہوگئی۔

(۳) اُن دونون صحابیون کی ایمانداری دیکھیے کہ اجماع مین چونکہ شرط اہل حل و عقد کی شرکت ہو اور یہ لفظ خاص عمر صاحب ہی کے لیے وضع کیا گیا تھا لہذا وہ اُن کے پاس بھی لے گئے کہ اجماع صحابہ مین شریک ہوکر گواہی کردین۔ حالانکہ اگر وہ نہ بھی گواہی کرتے یا اختلاف کرتے تو اجماع سابق محقق ہوچکا تھا۔ فیصلہ مین کوئی خرابی نہ آتی۔ مگر اُن دونون نے ازراہ کمال احتیاط اُنکی شرکت کی بھی خواہش کی۔

(۴) قضاے کار وہ ایسے وقت پہونچے کہ عمر صاحب کا جلال و جبروت اُسوقت نمایان نہ تھا۔ ایک معمولی عرب کی طرح اونٹ کے قطران (تیل) مل رہے تھے جس سے اُنکا

ھ اقرع بن حابس۔ قال ابن اسحق الاقرع بن حابس التمیمی قدم علی رسول اللہ مع عطارد بن حاجب فی اشراف بنی تمیم بعد فتح مکۃ وقد کان الاقرع بن حابس وعیینہ بن حصین شہدا مع رسول اللہ فتح مکۃ وحنینا والطائف۔ استیعاب صفحہ ۲۵ جلد اول

عیینہ بن حصین بن حذیفہ بن بدر الفزاری یکنی ابامالک اسلم بعد الفتح وقیل قبل الفتح وشہد الفتح مسلما صفحہ ۵۲۷ جلد دوم

رحمۃ اللہ انہ رضی اللہ عنہ کتب لہا الفدک و دخل علیہ عمر رض
فقال ما ھذہ فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثہا من ابیہا فقال
مماذا تنفق علی المسلمین و قد حاربتک العرب کما تری ثم اخذ
عمر الکتاب فشقہ ص۳۹ جلد۳ مطبوعہ مصر یعنی سبط ابن الجوزی نے لکھا ہے
کہ ابوبکر نے جناب سیدہ کے لیئے دربارہ فدک ایک دستاویز لکھی تھی جسکے بعد
عمر آئے تو پوچھا یہ کیا ہے - کہا کہ ہم نے یہ نوشتہ لکھا ہے فاطمہؑ کے لیے دربارہ انکی
میراث پدری کے تو عمر نے کہا پھر مسلمانون پر کہان سے خرچ کروگے حالانکہ دیکھ رہے
ہو کہ عرب تم سے کس طرح لڑ رہے ہین اسکے بعد عمر نے اُس نوشتہ کو لیا اور چاک کرڈالا
آپ کہیے کہ جو خلیفہ ایسا ہو کہ اسکے وزرا اُسکے نوشتہ کو اسطرح چاک کردین کہا نتک
نہین یہ وزرا اُسکی خلافت و سلطنت مین ساعی ہونگے کیونکہ عام قاعدہ ہے کہ اگر ہم
دوسرون کی خاطر کرینگے تو وہ بھی ہماری خاطر کریگا -

ہم کو یہان اس سے کوئی بحث نہین کہ یہی ابوبکر صاحب نے پہلے حدیث نحن معاشر
الانبیاء لا نرث ولا نورث سے جناب سیدہ کو محروم کیا تھا نہ میراث دی نہ دعوے
ہبہ سنا - یہانتک کہ وہ معصومہ اس وجہ رنجیدہ ہوئین پھر اب کیا ہوا جو اُسکا نوشتہ
لکھ دیا -

مگر دیکھنا یہ ہے کہ عمر صاحب نے اس تحریر کی ناجوازی کی دلیل کیا خوب نکالی کہ پھر
مسلمانون پر جو عربون سے لڑ رہے ہین کس فنڈ سے بخشش کی جائیگی . تو کیا اسوجہ سے
حقدار محروم کیا جائیگا ؟

شاید انھین دو تجربون نے ابوبکر صاحب کو اسپر مجبور کیا کہ جب اپنے بڑے داماد زبیر
کو ایک جاگیر دی تو عمر صاحب سے مخفی کرکے کنز العمال مین ہے عن عروۃ قال دخلت
علی معویۃ فقال لی ما فعل المسلول قلت ھو عندی قال اتا و اللہ
خططتہ بیدی اقطع ابوبکر الزبیر فقال اکتبہا فجاء عمر فاخذ ابوبکر
الکتاب فادخلہ فی ثنی الفراش فدخل عمر فقال کانکم علی حاجۃ

بنایا نہیں کہ کل مسلمانوں کی راے کی شرکت کی ضرورت ہی۔ نہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان لوگوں کا فیصلہ سب پر حاوی ہوگیا کیونکہ یقینًا یہ قول غلط ہوتا لہذا یہ جواب دیا کہ اسی وجہ سے تو ہم کہتے تھے کہ تم زیادہ قوی ہو مگر تم نے ہم پر غلبہ کیا"

(۱۰) افسوس کہ اس مجمع مین کوئی ایسا نہ تھا جو یہ پوچھتا کہ پھر تم کو تنہا کیا اختیار تھا جو اُس نوشتہ کو چاک کیا جسپر صحابہ کا اجماع ہوچکا تھا اور خلیفہؐ اسکا امضا کرچکے تھے۔ صحابہ کی گواہیان ہوچکی تھین۔

اگر وہ ملک آئینی ہوتا تو ہتک عدالت کا مقدمہ ضرور قائم کیا جاتا۔ مگر جو سلطنت ۵۷ء کے غدر کے اصول پر قائم ہوئی تھی اُس اندھیر نگری کا ذکر ہی کیا۔

ہان یہ نہ سمجھنا کہ عمر صاحب نے جو کہا تھا کہ اسلام پہلے ذلیل تھا اب عزیز ہوگیا جو تم چاہو کرو از راہ ہمدردی اسلام کہا تھا بلکہ اصلی وجہ غصہ کی وہی تھی جو مین نے پہلے عرض کیا کہ یہ لوگ ایسے وقت مین جا پڑے تھے اور اس طرح کی گستاخی کی تھی کہ عمر صاحب کا غصہ ہونا لازمی تھا ورنہ پھر تو عمر صاحب نے ایسی فیاضیان کی ہین کہ عثمان صاحب کے جود و سخا کو بھی کوئی اُن سے نسبت نہ رہی استیعاب مین ہی قال ابو بکر کان عیینۃ

بعد فی الجاھلیۃ من الجرارین یقود عشرۃ الاف وتزوج عثمان بنتہ ندخل علیہ یوما فاغلظ لہ فقال عثمان لو کان عمر ما اقدمت علیہ بھذا فقال ان عمر اعطانا فاغنانا واخشنا فاتقنا ناصفحہ ۵۲۰ جلد دوم۔

یعنی یہی عیینہ (جسکا حال پہلے مذکور ہوا) زمانہ جاہلیت مین جرارون مین شمار کیا جاتا کہ دس ہزار فوج کا سردار تھا عثمان نے اُسکی بیٹی سے عقد کیا تو ایک روز عیینہ نے عثمان کو غلیظ باتین کہین عثمان نے کہا اگر عمر ہوتے تو تم کبھی یہ جرات نہ کرتے عیینہ نے کہا عمر نے تو اسقدر ہم کو دیا کہ غنی کر دیا اور اسقدر ڈرایا کہ ہم لوگ پرہیز کرنے لگے۔ پھر بتایئے کہ عمر صاحب کا قول اول اگر بسزاے گستاخی نہ تھا تو کیا تھا کہ ایک وقت وہ ڈانٹ بتائی اور پھر اس طرح بخشش کی۔

دوسرا نمونہ اسی کے مشابہ یہ ہی کہ سیرۃ حلبیہ مین ہی و فی کلام سبط ابن الجوزی

اس طرح کی آزادی دیدی تھی کہ جس طرح چاہتے وہ مال خرچ کرتے نہ اُسکا حساب ہوتا نہ کتاب جس طرح کی چاہتے لوگ خونریزی کرتے اور یہ کچھ نہ پوچھتے اگر کوئی زیادہ کاوش پر ہوتا تو مسلمانون کے بیت المال سے دیکر اُسکو راضی کر لیتے پھر بتائیے ایسی خلافت کیونکر نہ چلتی جسکا ہر شریک ہر ممبر بجائے خود سلطان ہو ہر شخص ہر طرح آزاد ہی جو چاہے گھر لوٹے۔ جان سے مارے کوئی باز پرس نہین۔ یہان تک کہ خود ابو بکر صاحب کے سامنے اُنکا نوشتہ پھاڑا جاتا ہی مگر انکو یہی غنیمت ہی کہ لوگ خلیفۂ رسول تو کہہ رہے ہین چھ ہزار سالانہ وظیفہ تو مل رہا ہی جیسا کہ تاریخ کامل مین ہی فکان الذی فرضوا لہ فی کل سنۃ ستۃ آلاف درھم ص۱۶۳ جلد ۲

چونکہ مقصد اصلی شرح حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ ہی کہ مسلمان وہ ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین سلامتی مین رہین۔ اور ضمناً ذکر وجوہ فرق شان خلافت خلیفۂ اول وجناب امیرؑ ہی لہذا اگر کچھ سیرت حضرت کی دربارۂ تقسیم مال غنیمت بیان کی جائے تو نامناسب نہ ہوگا کیونکہ اس سے معلوم ہوگا کہ خلافت خلیفۂ اول مین حضرت رسول اللہ کی سیرت کس درجہ بدل دی گئی تھی تو وائے برحال دیگران۔

علامہ ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد مین لکھتے ہین وکان اذا ظفر بعدو امر منادیا فجمع الغنائم کلھا فبدء بالاسلاب فاعطاھا لاھلھا ثم اخرج خمس الباقی فوضعہ حیث اراہ اللہ وامرہ بہ من مصالح الاسلام ثم یرضخ من الباقی لمن لا سہم لہ من النساء والصبیان والعبید ثم قسم الباقی بالسویۃ بین الجیش للفارس ثلثۃ اسہم لہ وسہمان لفرسہ وللراجل سہم ھذا ھو الصحیح الثابت پھر لکھتے ہین وکان یعطی سہم ذوی القربی فی بنی ھاشم وبنی المطلب دون اخوتھم من بنی عبد شمس وبنی نوفل وقال انما بنو المطلب وبنو ھاشم شیٔ واحد وشبک بین اصابعہ وقال انھم لم یفارقونا فی الجاھلیۃ ولا اسلا

فقال ابو بکر نعم فخرج فاخرج ابو بکر الکتاب فاتممت معہ۔ طب ۱۸۹ جلد ۲ ینبوع ینبوع
عروہ بن زبیر سے منقول ہی کہ ہم معاویہ کے پاس گئے تو پوچھا مسلول (نام زمین) کیا ہوئی
مین نے کہا وہ میرے پاس ہی۔ معاویہ نے کہا قسم خدا کی مین نے اُسکو اپنے ہاتھ
سے لکھا تھا۔ ابو بکر نے زبیر کو دینا چاہا تو ہم سے کہا لکھدو۔ اتنے مین عمر آگئے تو ابو بکر
نے اُس کاغذ کو لیکر فرش کے نیچے تہ مین رکھ دیا۔ عمر نے جو اُن دونون کو دیکھا تو کہا
معلوم ہوتا ہی کچھ تخلیہ کی باتین ہین۔ ابو بکر نے کہا ہان۔ جب عمر چلے گئے تو اُس کاغذ
کو نکالا اور ہم نے اُسکو تمام کیا۔

دیکھیے یہ ہی ابو بکر صاحب کی رعایت کہ اپنے داماد کے لیئے تو اس طرح لکھا کہ عمر کو آتے
دیکھکر اُس کاغذ کو چھپا دیا اور دختر رسول کے لیے نوشتہ لکھا بھی تو عمر سے کہدیا جس کو
اُنھون نے وہین چاک کر ڈالا۔

تیسرا نمونہ یہ ہی کہ اصابہ مین ہی بذیل ترجمۂ خالد بن ولید وکان سبب عزل عمر خالدا
ماذکرہ الزبیر بن بکار قال کان خالد اذا جاء الیہ المال قسمہ فی اھل الغنائم
ولم یرفع الی ابی بکر حسابا وکان تقدم علی ابی بکر بفعل اشیاء لا یراھا
ابو بکر اقدم علی قتل مالک بن نویرہ ونکح امرءتہ فکرہ ذلک ابو بکر و
عرض الدیۃ علی متمم بن نویرہ وامر خالد الطلاق امرءۃ مالک ولم یران
یعزلہ وکان عمر ینکر ھذہ وشبہہ علی خالد یعنی عمر نے خالد کو اس وجہ سے
معزول کیا کہ جب خالد کے پاس کچھ مال غنیمت آتا تو وہ اُسکو جہادیون پر تقسیم کردیا
کرتے اور ابو بکر کے پاس کبھی حساب کتاب اُسکا نہ بھیجتے۔ اور ابو بکر کے نزدیک اُنکا
یہ درجہ ہو گیا تھا کہ جن باتون کو ابو بکر جائز بھی نہ جانتے یہ کر گزرتے چنانچہ مالک بن نویرہ
کو قتل کیا اور اُسکی زوجہ سے عقد کر لیا جس سے کراہت کی ابو بکر نے اور مالک کی
دیت دی اُسکے بھائی متمم بن نویرہ کو۔ اور حکم دیا خالد کو کہ زوجۂ مالک کو طلاق دے۔
مگر معزول نہین کیا۔ عمر ان باتون پر خالد کی انکار کرتے اسوجہ سے معزول کیا۔

اس نمونہ سے آپ کو معلوم ہو گا کہ ابو بکر صاحب نے خلافت لیکر ارکان سلطنت کو

اس طرح مال خدا کو ضائع کر رہا ہی اور یہ پوچھتے بھی نہین - ایسے ایسے افعال قبیحہ اُس سے
سرزد ہو رہے ہین - خونریزی ہو رہی ہی - ہزارون مسلمان ذبح کیے جاتے ہین - سر
اُنکے کچلے جاتے ہین - مثلہ کیا جاتا ہی اور اُنکو ذرہ برابر بھی درد نہین آتا -

یہان اگر مجموعی طور سے دیکھا جائے تو خلیفۂ اول کے تین وزیر معلوم ہوتے ہین خلیفۂ
دوم جو وزیر اعظم ہین - ابو عبیدہ جو وزیر صیغۂ مال ہین - خالد بن ولید جو وزیر صیغۂ
جنگ ہین -

خلیفۂ دوم کی حالت تو آپ ملاحظہ کر چکے تاریخ کامل مین ہی قال لہ عمر انا اکفیک
القضا فمکث سنۃ لا یاتیہ رجلان یعنی عمر نے کہا ہم محکمۂ قضا کا تمھاری
طرف سے کفایت کرتے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر بھر دو آدمی بھی نہین آئے -
آپ جانتے ہین محکمۂ قضا کیسا اہم محکمہ ہی کہ تمام خصومات و نزاعات کا فیصلہ اسی
محکمہ مین ہوتا ہی - اسی صیغہ کو عمر صاحب نے اپنے ہاتھ مین لیا جس سے پھر سال بھر
کوئی بھی اُس محکمہ مین نہین آیا -

یہ تو بدیہی بات ہی کہ نزاع یا خود یا تمدن کے لوازم سے ہی اور جسقدر ترقی زیادہ ہوگی
اُسی قدر مقدمات کی رجوعات بھی زیادہ ہوگی - مگر یہ کونسا جادو تھا جسنے سب کو مجبور
کر دیا کہ اب کوئی آتا ہی نہین - یہ اُسی وقت مین ہو سکتا ہی کہ جب قاضی فریقین پر
ظلم کرے یا جو فیصلہ اُسکا ہو خلاف حق جس سے فریقین اپنے مطالبہ سے باز آئین
کہ جب انصاف ہی نہین ہوتا تو پھر رجوع کیون کی جائے -

ابو عبیدہ جراح وزیر صیغۂ مال تھے تاریخ کامل مین ہی قال ابو عبیدہ انا اکفیک
المال یعنی ابو عبیدہ نے کہا کہ ہم صیغۂ مال کی کفایت کرتے ہین جسکا پہلا تصفیہ یہ ہوا
کہ چھ ہزار سالانہ ابو بکر کا بیت المال سے مقرر کیا گیا - علاوہ اُسکے جو حصہ اُن کو تقسیم
غنیمت سے ملتا - اور دس ہزار روپیہ تا وقت وفات بیت المال سے صرف کیا -

ابو عبیدہ کی امانت و دیانت کے متعلق چونکہ خود بخاری مین چند روایتین موجود ہین
لہذا اُنکی تفصیلی حالت تو انشاء اللہ کتاب المناقب مین مذکور ہوگی - مگر وہ اپنی جو

پھر لکھتے ہین وکان ینھی فی مغازیہ عن النھبۃ والمثلۃ وقال من انتھب نھبۃ فلیس منا وامر بالقدور التی طبخت من النھبی فاکفیت پھر لکھتے ہین وکان یشدد فی الغلول جدا ویقول ھو عار ونار وشنار علی اھلہ یوم القیمۃ ولما اصیب غلامہ مدعم قالوا ھنیئا لہ الجنۃ قال کلا والذی نفسی بیدہ ان الشملۃ التی اخذھا یوم خیبر من الغنائم لم یصبھا المقاسم لیشتعل علیہ نارا فجاء رجل بشراک او شراکین لما سمع ذلک فقال شراک او شراکان من النار صفحہ ۳۲ جلد اول یعنی جب حضرت اپنے دشمن پر غالب ہوتے تو منادی کو حکم کرتے کہ مال غنیمت کے لیے ندا کرے۔ کل مال غنیمت کو آپ جمع کراتے پہلے تو جن غازیون نے کسی کو قتل کیا اُسکی خود۔ زرہ تلوار وغیرہ کو اُسکو دیتے جسنے قتل کیا تھا پھر خمس نکالتے اور اُسکو اپنی مصلحت کے موافق تقسیم کرتے۔ پھر کچھ اُن لوگون کا حصہ نکالتے جنکا حصہ نہین مقرر تھا لڑکون عورتون۔ غلامون سے اُسکے بعد مابقی کو تمام فوج پر برابر تقسیم کرتے سوار کو تین۔ پیادہ کو ایک حصہ۔ اور سہم ذوی القربی کو بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیتے عبد الشمس و بنی نوفل کو اُس مین سے کچھ حصہ نہ دیتے اور ممانعت فرماتے لوٹ مارے اور اس سے کہ مثلہ کیا جائے (یعنی ہاتھ پیر کان ناک کسی کے کاٹے جائین) اور فرماتے کہ جو لوگ کسی کا مال لوٹ لیتے ہین وہ ہم سے نہین ہین یہان تک کہ اُس دیگچی کو اُلٹوا دیا جس مین مال منہوبہ سے کچھ پک رہا تھا۔ اور حضرت خیانت مال غنیمت مین نہایت تشدد فرماتے اور کہتے کہ یہ عار ہے۔ نار ہے۔ شنار ہے آپ کے غلام مدعم نے ایک شملہ چرایا تھا جب وہ قتل ہوا تو لوگون نے کہا اسے گوارا ہو جنت تو حضرت نے فرمایا ہرگز نہین قسم اُسکی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ اُسنے جو شملہ چرایا تھا بروز خیبر وہ شعلہ ور ہے اسپر۔ یہ سن کر ایک شخص ایک نعلبند یا دو نعلبند لایا تو حضرت نے فرمایا یہ نعلبند آتش جہنم سے ہے۔

اس سیرت رسول کو ملاحظہ فرمایئے اور پھر ابوبکر صاحب کی اس بے پروائی کو کہ خالد بن ولید

کہ یہ لوگ جناب امیرؑ کو خلیفہ ہونے دیتے جنکو بالیقین معلوم تھا کہ حضرت کی تو وہی سیرت ہو گی جو رسول اللہؐ کی سیرت تھی۔

ابو عبیدہ حسن طبیعت اور حسن طینت کے تھے اسکا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوسکتا ہے کہ جب مسلمانون نے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور رومیون کو وہان سے نکال دیا تو انھون نے ایک دفعہ ہجوم کر کے چاہا کہ اہل سلام کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکین۔ اُس وقت ابو عبیدہ نے اپنے ماتحت سرداروں سے مشورہ کیا تو یزید بن ابو سفیان کی رائے ہوئی کہ ہم اپنے اہل وعیال وغیرہ کو شہر حمص مین ٹھہرائین کیونکہ اُن لوگون سے مصالحہ ہوچکا تھا اور وہ اہل ذمہ قرار پاچکے تھے اُنپر ہرطرح سے اعتماد تھا۔ تو اُسپر شرجیل بن حسنہ نے کہا ممکن ہے اہل حمص ہم سے غدر و بیوفائی کرین کیونکہ اگرچہ اہل ذمہ ہو گئے ہین مصالحہ ہو گیا ہے مگر ممکن ہے یہ رومیون کا ساتھ دین کیونکہ دونون ہم مذہب ہین اُسپر ابو عبیدہ نے کہا اگر ایسا ہے تو ہم پہلے ہی اہل حمص کی صفائی کر دین اُنکو شہر سے باہر کر دین۔ تو شرجیل نے کہا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ اُن سے معاہدہ ہوچکا ہے صلح ہوچکی ہے۔ غدر کیونکر کرسکتے ہین چنانچہ روضۃ الصفا مین ہے "چون عزیمت لشکر روم وکثرت عدد ایشان بسمع شریف ابو عبیدہ بن الجراح رسید اندیشناک شدہ با اہل کیاست ودانش در باب اقامت وانتقال وثبات وارتحال مشورت فرمود یزید بن ابو سفیان گفت صواب آنست کہ متعلقات خود را در شہر حمص گذاشتہ خود بیرون رویم وظاہر شہر را معسکر ساختہ باستحضار لشکر دمشق وفلسطین وارد فرمان دہیم وچون سپاہ مجتمع گردد با دلی قوی وایں تسیج روی بقلع وقمع دشمنان نہیم شرجیل بن حسنہ گفت گذاشتن اہل وعیال در شہر واعتماد نمودن بر ترسایان مصلحت نیست چہ می شاید کہ ایشان نقض عہد نمودہ ہنگام فرصت متعلقات مارا بہم کیشان خود سپارند ابو عبیدہ گفت برمکان قلعہ اعتماد نیست ایشان را از حصار بیرون کنیم تا مردم ما مطمئن وآسودہ خاطر باشند شرجیل گفت این صورت خلاف پیمان اہل اسلام است چہ ما با جماعتی عہد کردہ ایم کہ ایشان را از مساکن خود اخراج نکنیم"

اور روضۃ الاحباب مین ہے "ابو عبیدہ گفت اہل حمص را یارای آن نباشد کہ چنین غدری

حالت خود بیان کر رہے ہین قابل عبرت ہو ریاض النضرہ محب طبری مین ہی
روی احمد فی مسندہ ان ابا عبیدہ دخل علیہ انسان وھو یبکی
فقال ما یبکیک یا ابا عبیدہ فقال یبکینی ان رسول اللہ ذکر یوما
ما یفتح اللہ علی المسلمین ویفئ علیھم حتی ذکر الشام فقال ان نسا فی
اجلک یا ابا عبیدہ فحسبک من الخدم ثلثۃ خادم یخدمک و
خادم یسافر معک وخادم یخدم اھلک ویرد علیھم وحسبک
من الدواب ثلثۃ دابۃ لرحلک ودابۃ لثقلک ودابۃ لغلامک ثم ھا
انا انظر الی بیتی قد امتلاء رقیقا وانظر الی مربطی قد امتلاء دواب
وخیلا فکیف القی رسول اللہ بعد ھذا وقد اوصانا رسول اللہ ان
احبکم الی واقربکم منی من لقینی علی مثل الحال الذی فارقنی علیھا یعنی
مسند احمد بن حنبل مین ہی کہ ایک شخص ابو عبیدہ کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے
ہین سبب گریہ پوچھا تو کہا کیونکر نہ روئین کہ ایک روز رسول اللہ نے مسلمانون کے
فتوحات کا ذکر کیا اور اونکے مال غنیمت کا تو فتوحات شام کے متعلق فرمایا اگر تو
زندہ رہا تو ای ابو عبیدہ تین خادم اور تین جانور تیرے لیے کافی ہونگے ایک خادم
تیرے لیے جو تیری خدمت کرے ایک خادم سفر کے لیے ایک خادم اہل وعیال کے لئے
اور چارپایون سے ایک جانور تیرے لیے ایک تیرے اسباب کے لیے ایک جانور
تیرے غلام کے لیے - یہ تو حضرت نے فرمایا تھا اور ہم دیکھتے ہین کہ ہمارا گھر غلامون
سے بھر گیا ہی اور اصطبل گھوڑے خچر سے بھرے ہوے ہین - پھر کیونکر ہم ملاقات
کرینگے رسول اللہ سے حالانکہ حضرت نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ احب اور قریب
ہم سے وہ ہی جو ہم سے اوس حال مین ملاقات کرے جس حال پر ہم چھوڑ گئے ہین انتہی
اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ اگر یہ امانت دار ہوتے مال مسلمین مین خیانت نہ کی ہوتی
تو اسقدر لونڈی غلام گھوڑے خچر کہان سے ملتے - کیا جو شخص دنیدار رہتا ہی وہ
اوس طرح مال جمع کر سکتا ہی اور کیا بغیر خیانت اسقدر مال جمع ہو سکتا ہی اور کیا ممکن تھا

امرہ فقیل لمعاویۃ ان جریر قد رد بصایر اھل الشام فی امر علی قد
قتل عثمان ولا بدلک من رجل یناقضہ فی ذلک ممن لہ صحبہ ومنزلۃ
ولا نعلمہ الا شرحبیل ابن السمط فانہ عدو لجریر فاستقدمہ معاویۃ
فقدم علیہ فھیا لہ رجالا یشہدون عندہ ان علیا قتل عثمان منہم
بشر بن ارطاۃ ویزید بن اسد جد خالد بن عبد اللہ القسری و
ابو الاعور السلمی وجالس بن سعد الکانی ومخارق بن الحارث الزبیدی
وحمزۃ بن مالک الہمدانی قد واطاھم معویۃ علی ذلک فشہدوا
عندہ ان علیا قتل عثمان فلقی جریرا فناظرہ فابی ان یرجع وقال
قد صح عندی ان علیا قد قتل عثمان ثم خرج الی مدائن الشام یخبر
بذلک وینداب الی لطلب بدم عثمان ولہ قصص طویلۃ وفیہا اشعار
کثیرۃ لیس کتابنا ھذا موضوع بہا وھو معدود فی طبقہ بسر بن ارطاۃ
وابی الاعور السلمی صـ ۶۰۵ جلد ۲ ۔ یعنی شرحبیل بن سمط معاویہ کی طرف سے
حمص کا حاکم تھا سنہ ھ میں اسنے وفات کی جب جریر منجانب جناب امیر معاویہ کے
پاس قاصد بنکر آئے اور معاویہ نے انکو چند ماہ تک روکا کیونکہ وہ متحیر تھا کہ حضرت کو
کیا جواب دے اور اپنے امر میں تردد کر رہا تھا ۔ تو لوگوں نے معاویہ سے کہا کہ جریر نے
اہل شام کے خیالات کو دربارۂ جناب امیر بالکل بدل دیا انکو معلوم ہو گیا کہ جناب امیر نے
عثمان کو قتل نہیں کیا ۔ کوئی آدمی ایسا ہونا چاہیے جو جریر کے مقابلہ میں اسکو ثابت
کرے کہ جناب امیر نے عثمان کو قتل کیا ۔ اس کام کے لیے ایسا شخص ہو جو صحابی ہو
اور صاحب قدر و منزلت ہو ۔ اس کام کا کوئی دوسرا شخص نہیں نظر آتا بجز شرحبیل
بن سمط کے کیونکہ اس سے اور جریر سے قدیمی عداوت تھی ۔ معاویہ نے شرحبیل کو
بلوا بھیجا اور چند آدمیوں کو اسپر آمادہ کیا کہ اسکی گواہی دیں کہ حضرت علی نے عثمان
کو قتل کیا چنانچہ معاویہ نے بسر بن ارطاۃ یزید بن اسد جد خالد بن عبد اللہ قسری
ابو الاعور سلمی جابس بن سعد طائی مخارق بن حارث زبیدی حمزہ بن مالک ہمدانی کو

باما بجا آرند چه ایشان برقوت وقدرت ما واقف اند وخوفی عظیم از ما در دلهای ایشان استیلا یافته اما چون تو ما را ازین امر تخویف نمودی رعایة للحزم رفع این توہم باید کرد مصلحت آن ست که اہالی حمص را از منازل واوطان ایشان ازعاج واخراج کنیم نسار و ذراری خویش بجای ایشان ساکن گردانیم و جمعے را از مسلمانان برای محافظت وحراست حصار نزد ایشان بگذاریم شرجیل گفت چگونه عهدی که با ایشان بسته ایم نقض نمائیم "

اس عبارت سے تو آپ کو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ کس طبیعت کے آدمی تھے کہ غدر و بیوفائی مین اُنکو مطلق تامل نہ ہوا حالانکہ حسب روایات اہل سنت اُنکو امین ھذہ الامة کا خطاب تھا کیا کوئی گمان کرسکتا ہی کہ جس شخص کی طبیعت کا یہ انداز ہو کہ اُسکو غدر مین ذرہ برابر عذر نہ ہو وہ امین ہوسکتا ہی۔

اب آپ کو اسکی وجہ بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ ابو بکر صاحب نے کیون ایسے لوگون کو انتخاب کیا۔ اس لیے کہ جانتے تھے غدر و بیوفائی مین یہ ہر طرح ہمارے معین و مددگار رہونگے۔

اس روایت مین چونکہ ذکر شرجیل بن حسنہ بھی آگیا ہی اور تاریخ کامل مین ہی کہ ابو بکر صاحب کی طرف سے شام کے حاکم ابو عبیدہ تھے اور شرجیل لہذا کچھ اُنکے حالات بھی سن لیجیے تاکہ معلوم ہو جن لوگون کو خلیفہ اول نے ملکی اور فوجی اختیارات دیے تھے وہ کیسے تھے۔

شرجیل چھ صحابیون کا نام ہی ایک شرجیل بن حسنہ جو عمر بن الخطاب کی طرف سے حاکم ربع شام تھے المتوفی ۱۸ھ

دوسرے شرجیل بن سمط کندی اُنکے بارہ مین استیعاب مین ہی وکان امیرا علی حمص لمعاویة ومات بہا وصلی علیہ حبیب بن سلمہ وقیل انہ مات سنة اربعین قال ابو عمر کان شرحبیل بن السمط علی حمص فلما قدم جریر علی معاویة رسولا من عند علی حبسہ اشہرا یتحیر ویتردد فی

مگر یہ بھی اسی رنگ کے نکلے جو رنگ ابو عبیدہ کا تھا چنانچہ طبقات ابن سعد مین ہو قال
فخرج معاذ الی الیمن فلم یزل بہا حتی توفی رسول اللہ فوافی السنۃ التی
حج فیہا عمر بن الخطاب استعمل ابو بکر علی الحج فالتقیا یوم التروية
بمنی فاعتنقا و عزی کل واحد منہما صاحبہ برسول اللہ ثم اخلدا
الی الارض یتحدثان فرای عمر عند معاذ غلمانا فقال ما ھؤلاء
یا ابا عبدالرحمن قال اصبتہم فی وجہی ھذا فقال عمر من ای وجہ
قال اھدوا الی و اکرمت بہم فقال عمر اذکرھم لابی بکر فقال ما
ذکری ھذا لابی بکر ونام معاذ فرای فی النوم کانہ علی شفیر النار
و عمر اخذ بحجزتہ من ورائہ یمنعہ ان یقع فی النار ففزع معاذ فقال
ھذا ما امرنی بہ عمر فقدم معاذ فذکرھم لابی بکر فسوغہ ابو بکر
ذلک و قضی بقیہ غرمائہ وقال انی سمعت رسول اللہ یقول لعل اللہ
یجبرک یعنی معاذ جب یمن گئے تو تا وفات رسول وہان حاکم رہے جس سال عمر
بغرض حج مکہ معظمہ گئے تو یہ بھی یمن سے آئے - دونون مین بروز ترویہ ملاقات
ہوئی اور گلے ملے - ہر ایک نے رسول اللہ کی تعزیت کی - بعد اسکے زمین پر بیٹھکر
باتین کرنے لگے - اسکے بعد عمر نے دیکھا کہ معاذ کے پاس بہت سے غلام ہین پوچھا
یہ سب کہان سے آئے - کہا کہ اس سفر یمن مین حاصل ہوے - عمر نے کہا کہان سے
ملے - کہا لوگون نے بطور ہدیہ دیا - عمر نے کہا تو اسکو ابو بکر سے ذکر کر دو - معاذ
نے کہا ابو بکر سے اسکے کہنے کی کیا ضرورت ہی - اسکے بعد معاذ نے خواب مین
دیکھا کہ ہم جہنم کے کنارے ہین اور عمر ہمارا نیفہ پکڑے ہوے ہین کہ جہنم مین نہین
جانے دیتے - اسپر معاذ کو یاد پڑا اور جاکر ابو بکر سے غلامون کا حال کہا تو ابو بکر
نے اسکی اجازت دی اور کہا ہم نے رسول اللہ سے سنا تھا کہ فرمایا شاید خدا اس
ذریعہ سے جبر کرے -

ہم کو اس روایت کے اس حصہ سے بحث نہین کہ معاذ نے ایسا خواب دیکھا یا نہین کیونکہ ہمارا خواب

معاویہ سے اسپر آمادہ کیا۔ اُن لوگون نے شرجبیل کے سامنے گواہی دی اُسکے بعد جریر سے ملاقات کی اور کہا کہ ہم پر ثابت ہو گیا ہی کہ حضرت علیؑ نے عثمان کو قتل کیا اسکے بعد شرجبیل نے دیہات و قصبات شام کا سفر کیا اور ہر جگہ کے لوگون کو اسکی خبر دیتے تھے اور آمادہ کرتے تھے کہ خون عثمان کا بدلا لینا چاہیے علیؑ بن ابی طالب سے۔ یہ قصہ بہت طولانی ہی جسکو ہماری اس کتاب سے تعلق نہین انتہی
اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود معاویہ اس امر مین متردد تھا۔ مگر ایسے ایسے مقدس صحابہ اُسکو جھوٹی گواہی دینے کو مل گئے جنھون نے نہ خود معاویہ کو آمادہ کیا بلکہ ایک عالم کو فساد مین ڈالا پھر کیونکر نہ یہ لوگ ابو بکر کے ہمراہ ہوتے۔
عمال ابو بکر مین ایک معاذ بن جبل تھے جیسا کہ کامل مین ہی و علی الجند معاذ بن جبل انکی حالت بالاجمال یہ ہی صحیح ترمذی مین ہی باب ماجاء فی ھدایا الامرا حدثنا ابو کریب حدثنا ابو اسامۃ عن داود بن یزید الاودی عن المغیرۃ بن شبیل عن قیس بن ابی حازم عن معاذ بن جبل قال بعثنی رسول اللہ الی الیمن فلما سرت ارسل فی اثری فرددت فقال اتدری لم بعثت الیک لا تقبلن شیئا بغیر اذنی فانہ غلول ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ لھذا دعوتک فامض لعملک و فی الباب عن عدی بن عمیرۃ وبریدۃ والمستورد بن شداد و ابی حمید و ابن عمر ص ۱۶۹ یعنی معاذ بن جبل کہتے ہین کہ رسول اللہ نے ہم کو طرف یمن کے حاکم مقرر کرکے روانہ کیا پھر ہمارے پیچھے ایک آدمی کو بھیجکر ہم کو بلوا بھیجا جب آئے تو حضرت نے فرمایا جانتے ہو کیون ہم نے تم کو بلوا بھیجا ہی۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ بغیر ہماری اجازت کے کوئی چیز نہ لینا کہ یہ غلول ہی اور خدا نے فرمایا ہی جو شخص غلول کریگا لائیگا بروز قیامت اُس چیز کو جسکو غلول (خیانت) کیا ہو اس لیے تجھے بلایا تھا اب جا اپنے کام پر۔
اس حدیث سے آپ کو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ نے جس طرح ابو عبیدہ سے خاص طور پر فرمایا تھا اُسی طرح معاذ بن جبل کو بھی کافی نصیحت کی تھی اور فرما دیا تھا کہ خیانت نہ کرنا

کیا تھا سب کہہ سنایا - ابوبکر نے کہا ہم نے تجھے ہبہ کیا - اسکے بعد معاذ جانب ملک
شام روانہ ہوے -
یہان آپ کو ضرور حیرت ہوگی کہ خلیفہ اول مین یہ کہان کی فیاضی آگئی کہ اس طرح
معاذ بن جبل کو بخشش کر رہے ہین اور جناب سیدہ کے لیے وہ تنگ چشمی تھی کہ نہ دعوی
میراث سنا نہ دعوی ہبہ - یہ بھی نہ ہوا کہ یہی کہدیتے رسول اللہ صلعم کا یہ حکم ہے اب آپ جانیے
مگر نہین اصلی غرض تو یہی تھی کہ مدعیان وراثت و خلافت کا زور اس درجہ کم کیا جائے
کہ پھر کچھ حوصلہ ہی نہ ہو - اور غیر لوگ اس طرح رام کیے جائین کہ خلافت کے دست و
بازو بن جائیں -
بہر حال ان حالات سے جہان آپ کو ان معاذ و ابو عبیدہ کی فطرت کا حال معلوم ہوا
کہ کیسے دیندار تھے وہان یہ بھی معلوم ہوا کہ عمر صاحب مین اور ابوبکر صاحب مین کیا
فرق ہے - عمر صاحب کی غرض یہ ہے کہ جہان تک ہوسکے لوگ کمزور رہین کہ سرکشی کا مادہ
نہ آنے پائے اور ابوبکر صاحب کا یہ مطلب ہے کہ اصلی وارث کو کچھ نہ ملے اور دوسرے
لوگ جس طرح چاہین اس سے منتفع ہون کہ انکی قوت ہماری قوت کو بڑھاتی ہی
رہے گی -
غرض یہ ترکیبین تھین جن سے خلیفہ اول نے اپنی خلافت قائم کی کہ ہر شخص کو جو
ارکان سلطنت سے تھے وہ وہ اختیارات دیے کہ ہر شخص کی ہمتین بڑھ گئین سیاست
ہے تو ایسی کہ چنگیز خان و ہلاکو خان بھی شرما جائین بخشش ہے تو ایسی کہ مسلمانون کا
مال لٹ رہا ہے غارت ہو رہا ہے انکو کوئی فکر نہین کیونکہ خالد بن ولید سپہ سالار ہے
جو ہر جگہ سرکوبی کرتا ہے اور ہر طرح کی عیاشی - پھر وہ کیونکر روکا جائے -
بخلاف جناب امیر کہ خلافت کو رسول اللہ کی نیابت سمجھ رہے ہین نہ سلطنت و حکومت
احکام خدا اور رسول پیش نظر ہین - مال غنیمت کو مال خدا سمجھ رہے ہین - پھر کیونکر
ممکن ہے اس مین حیف و میل ہونے دین - پھر ملکی افسر یا فوجی افسر کیونکر راضی
ہو سکتے ہین -

نے تو نہ معلوم کہان سے کہان پہونچایا ہی مگر یہ تو معلوم ہوا کہ باوصفیکہ رسول اللہ نے بنص صریح اُن سے منع کیا تھا کہ بغیر ہماری اجازت کے کچھ نہ لینا یہ غلول ہی۔ مگر یہ ایسے جبری تھے کہ اسقدر لونڈی غلام جمع کیے۔ دوسرے مال وغیرہ کا حال خدا کو معلوم ہی پھر کیون نہ یہ ابوبکر کے طرفدار ہوتے۔

اللہ اللہ کہان تو وہ احتیاط رسول اللہ کی کہ ایک ایک تسمہ کے لیے اسطرح تاکید فرمارہے ہین اور یہان یہ حال ہی کہ لونڈی غلام بھرے جاتے ہین۔

استیعاب مین ہی وکان اول من اتجر فی مال الله فمکث حتی قبض رسول الله فلما قدم قال عمر لابی بکر ارسل الی هذا الرجل فدع لہ ما یعیشہ وخذ سائرہ منہ فقال لہ ابوبکر انما بعثہ رسول الله م لیجبرہ و لست باخذ منہ شیئا الا ان یعطینی فانطلق عمر الیہ اذ لم یطعہ ابوبکر فذکر ذلک لمعاذ فقال معاذ انما ارسلنی النبی صم لیجبرنی و لست بفاعل ثم لقی معاذ عمر فقال قد اطعتک وانا فاعل ما امرتنی بہ انی رایت فی المنام انی فی خوض ماء قد خشیت الغرق فخلصتنی منہ یا عمر فاتی معاذ ابابکر فذکر ذلک لہ وحلف ان لا یکتم شیئا فقال ابوبکر لا اخذ منک شیئا قد وهبتہ فقال عمر هذا حین فطاب وخرج معاذ عند ذلک الی الشام صفحہ ۲۲۳ جلد اول یعنی معاذ بن جبل پہلے وہ شخص ہین جنھون نے مال خدا و مال غنیمت سے تجارت کی۔ بعد وفات رسول جب آئے تو عمر نے ابوبکر سے کہا کہ بقدر ضرورت اُسکے پاس چھوڑ دو باقی مال لے لو۔ ابوبکر نے کہا جب تک وہ خود کچھ نہ دیگا۔ ہم نہ لینگے۔ تب عمر نے معاذ سے جاکر کہا کیونکہ ابوبکر مخالفت کر چکے تھے۔ معاذ نے کہا ہم کو رسول اللہ صم نے تو اس غرض سے بھیجا تھا کہ کچھ جبر کسر ہو جائے۔ ہم ابوبکر کو کچھ نہ دینگے۔ دوسرے روز معاذ نے عمر سے کہا کہ اچھا جو تم نے کہا تھا ہم اسپر عمل کرینگے کیونکہ خواب مین دیکھا ہم گڑھے مین گر رہے ہین تم نے نکالا ہی۔ اس کے بعد جاکر معاذ نے ابوبکر سے بیان کیا اور جو کچھ حاصل

حرم حرمات غیر مجهول و فضل حرمة المسلم علی الحرم کلها و شد
بالاخلاص والتوحید حقوق المسلمین فالمسلم من سلم المسلمون
من لسانه ویده الا بالحق لا یحل دم امرء مسلم الا بما یجب بادروا
امر العامة وخاصة احدکم الموت فان الناس امامکم وان ما خلفکم
الساعة تحدوکم تخففوا تلحقوا فانما ینتظر بالناس اخراهم اتقوا الله
فی بلاده وعباده انکم مسئولون حتی عن البقاع والبهائم اطیعوا الله
فلا تعصوه واذا اخذتم الخیر فخذوا به واذا رایتم الشر فدعوه
واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض الخ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ
حضرت نے بعد حمد و نعت فرمایا خدا نے نازل کی وہ کتاب جو ہادی ہی جس مین خیر و شر
کو بیان کر دیا اب کسی توضیح کی ضرورت نہین، پس خیر کو لے لو اور شر کو ترک کرو۔
فرائض۔ فرائض ہین اُنکو ادا کرو کہ جنت تک وہ پہونچا دینگے۔ خدا نے جن چیزون
کو حرام کیا ہی وہ مشہور ہین۔ مجہول نہین (کہ تعلیم کی حاجت ہو) اور حرمت مسلم کو خدا
نے کل حرمات پر ترجیح دی ہی۔ اور اخلاص و توحید سے حقوق مسلمین کی اور بھی
تاکید کی ہی۔ پس مسلمان وہی ہی جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین کو سلامتی نصیب ہو
مگر حق۔ نہین حلال ہی کسی مسلمان کا خون مگر اُن چیزون سے جو واجب ہین۔ جلدی
کرو امر عامہ و خاصہ مین۔ اور خاص کر وہ لوگ جنکو موت لیے جاتی ہی کیونکہ لوگ
تمھارے آگے ہین اور پیچھے تم لوگون کے قیامت ہی جو جلد جلد لیے جاتی ہی۔ جہ[illegible]
جلد چلو کہ مل جاؤ۔ کیونکہ لوگ اپنے پیچھے والون کا انتظار کرتے ہین۔ تقوی کرو اے بندو
خدا خدا کے شہرون مین اور اُسکے بندون مین۔ کیونکہ تم سب سے سوال کیا جاے گا
یہان تک کہ بقاع اور جانورون سے۔ اطاعت کرو خدا کی۔ اُسکی معصیت نہ کرو۔
جب خیر کو دیکھو تو اُسکو لے لو اور جہان شر دیکھو اُسکو چھوڑ دو۔ اور یاد کرو اُس
زمانہ کو کہ تم قلیل تھے اور ضعیف کیے گئے زمین مین۔

یہ خطبہ ایسا ہی جسکے ایک فقرہ کی نسبت جناب سید رضی علیہ الرحمۃ نہج البلاغہ مین

جب حضرت سے استدعاے قبول خلافت کی گئی ہے تو آپ نے فرمایا دعونی و التمسوا غیری فانا مستقبلون امرا له وجوه وله الوان لا تقوم به القلوب ولا تثبت علیه العقول (تاریخ کامل صفحہ ۷۵) یعنی ہم کو چھوڑ دو اور کسی دوسرے سے اس کام کے لیے التماس کرو کہ ہم اس امر پر اقبال کرنے والے ہیں جسکے لیے بہت سے وجوہ اور الوان ہیں کہ نہ اس پر قلوب قائم ہو سکتے ہیں نہ عقول اس پر ثابت ہو سکتی ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت کیا فرما رہے ہیں کہ نگر آپ دیکھ رہے ہیں آج پچیس چھبیس برس سے اس تحاب کے خلاف کیا ہو رہے ہیں کیسی عادتیں انکی پڑگئی ہیں یہ سب باتیں میرے حکم کو مان سکتے ہیں اسی لیے آپ نے فرمایا دوسرے کو ڈھونڈو اور اسکو خلیفہ بناؤ

پھر دوبارہ آپ اسکی تشریح فرماتے ہیں واعلموا انی ان اجبتکم رکبت بکم ما اعلم وان ترکتمونی فانما انا کاحدکم الا انی من اسمعکم واطوعکم لمن ولیتموہ (صفحہ) یعنی یہ جان رکھو کہ اگر ہم تمہاری راے سے خلافت کو قبول کرینگے تو وہی کرینگے جو ہمارے علم میں ہے اور اگر ہم کو چھوڑ دوگے تو ہم بھی تم لوگوں ہی میں سے ایک آدمی ہو جائینگے مگر تم سب سے زیادہ مطیع و مشتاق رہینگے جسکو تم خلیفہ بناؤگے۔

دیکھیے یہ عبارت آپ سے کیا کہہ رہی ہے کہ حضرت کو خلافت سے دست برداری منظور ہے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنے علم کے خلاف کوئی کام کریں سچ ہے جو لوگ اسکے خوگر ہو رہے تھے کہ خلفا ہماری راے کے ماتحت ہوا کرتے وہ کیونکر آپکی خلافت کو قبول کر سکتے تھے اور کیونکر آپ کے مددگار ہوتے۔

دیکھیے جو خطبہ جناب امیر نے بعد قبول خلافت پہلے پہل فرمایا ہے حسب نقل تاریخ کامل یہ ہے واول خطبة خطبها علی حین استخلف حمد الله واثنی علیه ثم قال ان الله انزل کتابا هادیا بین فیه الخیر والشر فخذوا بالخیر ودعوا الشر الفرائض الفرائض ادوها الی الله تعالی یؤدکم الی الجنة ان الله

کیونکہ اس خطبہ نے آپ کو بتا دیا ہوگا کہ یہ حدیث کیسی کثیر الفائدہ حدیث ہے کہ حضرت نے اسی حدیث کو اپنے خطبہ کی غرض وغایت قرار دی۔
اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ خلفاے ثلاثہ کے زمانہ مین اس حدیث کی کس طرح مخالفت کی گئی تھی کہ نہ مسلمانون کی جان محفوظ تھی۔ نہ اُنکا مال۔ نہ اُنکی آبرو سب ہی امور معرض خطر مین تھے اسی لیئے حضرت نے اس خلافت کو قبول کیا ہی اور اصل الاصول اپنی خلافت کا اسکو قرار دیا۔
اب اس خطبہ کو ملاحظہ فرمائیے اور صحابہ کے اس قول کو کہ اسکے بعد وہ کہنے لگے واللہ ان علیا لمستغن برایہ ولیکونن اشد علی قریش من غیرہ فسمع ذلک فخطبھم و ذکر فضلہم وحاجتہ الیھم ونظرہ لہم وقیامھم دونہم وانہ لیس لہ من سلطانہم الا ذلک ولا اجر من اللہ ملک کامل جلد۳ کہ قسم خدا کی علی اپنی راے مین مستغنی ہین اور وہ قریش پر بہ نسبت دوسرون کے زیادہ سخت ہونگے۔ جب حضرت نے اُنکا یہ کلام سنا تو خطبہ مین اُنکے فضل وکمال کو ذکر کیا اور یہ کہ ہم کو اُنکی ضرورت ہی اور ہم ہر طرح اُنکی پرداخت کرنے کو تیار ہین اور سلطنت سے ہمارا کوئی غرض نہین بجز اُنکی خیر خواہی کے۔
ان خطبات سے اور حضرت کے کلام سے آپ خود استشمام کرسکتے ہین کہ باوصفیکہ حضرت ہر طرح اُنکی خاطر داری کررہے ہین اور خیر خواہی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھتے۔ مگر جو خیال اُنکے دل مین جا ہوا تھا کسی طرح نہین ہٹتا حضرت لاکھ سمجھاتے ہین مگر وہ نہین مانتے۔ کیون؟ صرف اس وجہ سے کہ جانتے ہین حضرت ظالمون کی کسی طرح مدد نہ کرینگے۔ مظلوم کی فریاد رسی مین کسی طرح کوتاہی نہ کرینگے۔ مال خدا کو کسی طرح ضائع نہ ہونے دینگے۔ پھر وہ لوگ کیونکر راضی ہوتے جب اپنے اعمال وافعال سب اُنکی پیش نظر ہین۔
جس قسم کے خدمات خالد نے بعہد ابوبکر صاحب کیے تھے اور ابوبکر صاحب نے اُسکے افعال قبیحہ سے چشم پوشی کی تھی اُسی قسم کا واقعہ جناب امیرؑ کو بھی پیش آیا مگر دیکھیے

فرماتے ہین یوں ہی بعد کلام اللہ سبحانہ و بعد کلام النبی ﷺ بکل کلام
لمال بہ راجحا و برز علیہ سابقا فاما قولہ تخففوا تلحقوا فما سمع کلام
اقل منہ مسموعا ولا اکثر محصولا وما ابعد غورھا من کلمہ و انقع
نطفتہا من حکمۃ و قد نبہنا فی کتاب الخصائص علی عظم قدرہا و شرف
جوھرھا یعنی اگر اس کلام کا موازنہ کیا جائے بعد کلام خدا و رسول کل کلامون سے
تو اس کلام کا وزن سب سے بھاری ہوگا اور عظمت وجلالت مین پلہ اسکا سب سے
وزنی ہوگا خصوصاً حضرت کا یہ کلام کہ تخففوا تلحقوا ایسا کلام ہے کہ نہ اس سے
کبھی مختصر کلام سنا گیا جسکے فوائد لا تعد ولا تحصی ہون نہ ایسا کوئی کلام کسی کا ہوا
جسکے مطالب ایسے غامض ہون اور الفاظ ایسے آسان۔

مین نے یہ کلام جناب سید رضی علیہ الرحمہ کا اس لیے نقل کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہو یہ
خطبہ باوصف اختصار کیسا عظیم الشان ہے اور اگر ترجمہ مین کوئی خطا ہوئی ہو تو قابل
معافی ہے کیونکہ شرح نہج البلاغہ مین اور اس مین اختلاف ہے جسکو مین انشاء اللہ شرح نہج البلاغہ
مین توضیح سے بیان کرونگا واللہ بالغ امرہ۔

ہان یہان جو میرا مقصود اس خطبہ سے ہے وہ یہ ہے کہ غور فرمائیے جناب امیر کیا فرماتے
ہین کیونکہ سارا زور اس خطبہ کا اسپر ہے کہ حقوق مسلمین کی حفاظت کی جائے۔ اُنکی حرمت
ظاہر کی جائے۔ اُنکی خونریزی موقوف کی جائے۔ اسی واسطے حضرت نے اسکی تصریح
کی کہ مسلمانون کی حرمت تمام حرمتون سے زیادہ ہے۔ جسکی غرض بھی آپ سمجھ سکتے ہین
کہ سابق خلافتون مین چونکہ مسلمانون کی پورے طور سے حق تلفی ہوئی تھی اور ہر طرح
سے اُنکے حقوق پامال کیے گئے تھے اس لیے حضرت کو اسکی ضرورت ہوئی کہ آپ پہلے
خطبہ مین اسکو ظاہر کرین کہ ہماری غرض اس خلافت سے صرف حفظ حقوق مسلمین ہے کہ
انکو ظلم و تعدی سے محفوظ رکھین۔

ہان اس خطبہ سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ مین نے جو اس حدیث المسلم من سلم
المسلمون من لسانہ و یدہ کی شرح مین کچھ تطویل سے کام لیا ہے اُسکی کیا وجہ ہے

ایک ہفتہ مین یہ مال فراہم کر سکتے ہو۔ مصقلہ نے کہا۔ مگر ہم اپنی قوم پر اسکا بار دینا نہین چاہتے قسم خدا کی اگر انکی جگہ معاویہ ہوتا تو کبھی وہ اسکا مطالبہ نہ کرتا۔ اگر ان جگہ عثمان بن عفان ہوتے تو وہ کبھی ہم سے اس مال کا مطالبہ نہ کرتے حالانکہ تم جانتے ہو کہ عثمان ہر سال خراج آذربیجان ایک لاکھ اشعث بن قیس کو بخشدیا کرتے۔ ذہل بن حارث نے کہا ہان مگر یہ اسکو نہین جائز رکھتے اور اس مین سے کچھ بھی نہ چھوڑین گے۔ اُسی شب کو مصقلہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ جب یہ خبر جناب امیرؑ کو پہونچی تو حضرت نے فرمایا خدا سمجھے اُس سے کہ کام تو کیا اُسنے سید کا اور فرار کیا مثل غلامون کے۔ اور خیانت کی مثل فاجرون کے۔ اگر وہ اپنی جگہ پر رہتا تو ہم بہت کرتے تو یہی کہ اُسکو قید کرتے۔ اگر کچھ مال ملتا تو لے لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اُسکے بعد حضرت نے اُسکا گھر گروا دیا۔ اور جن لوگون کو اُسنے آزاد کر دیا تھا اُنکی آزادی کو قائم رکھا اور فرمایا کہ جسنے انھین خریدا تھا اُسنے آزاد کیا۔ قیمت اُسکے ذمہ دین خدا ہی۔

اب آپ اس طرز عمل کو خلفاے ثلاثہ کے طرز عمل سے ملائیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت کن وجوہ سے مجبور رہتے تھے کیونکہ جن لوگون کو حاکم بنا کر کہین کا بھیجتے ہین وہ پہلے خلفا کا طرز عمل دیکھ چکے ہین کہ کس طرح وہ مال خدا کو ضائع کرتے۔ وہی طمع اُنکو بھی دامنگیر ہوتی۔ اور حضرت چاہتے تھے کہ جو طرز عمل رسول اللہ کا تھا اُسکو جاری کرین۔ پھر کیونکر موافقت ہو سکتی تھی۔

اگر کوئی شخص اسپر بھی جناب امیرؑ کو الزام دے کہ کیون آپ نے سنت رسولؐ کی پیروی کی اور کیون سنت شیخین پر نہ عمل کیا تو اُسکے جواب مین بجز سکوت کوئی جواب نہین ہے۔

بس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ کتاب خدا و سنت رسولؐ کے ساتھ سیرۂ شیخین کی جو شرط کی جاتی تھی بیعت مین اُسکا کیا مطلب تھا۔ یہی کہ ارکان سلطنت ہر طرح آزاد ہون جو چاہین کرین اُن سے کوئی بازپرس نہ کی جائے۔ مال خدا کو تلف کرین اگر حکم ہو جو دل چاہے۔ ناحق لوگون کو قتل کرین۔ آپ کسی بات سے معترض نہ ہون۔ مگر

حضرت نے کہا کیا ہو۔

خریب بن راشد ناجی ایک خارجی تھا جو اہل بصرہ سے تھا بعد قصہ تحکیم وہ بھی جناب امیر کا مخالف ہوا اس سے جنگ کرنے کو حضرت نے معقل بن قیس کو روانہ کیا۔ خریب سے قریب جبل اہواز جنگ ہوئی جس میں خریب خارجی نے شکست کھائی اور وہاں سے فرار کر کے مقام اسیاف میں آیا اور یہاں پھر جنگ ہوئی جس میں وہ مارا گیا۔ معقل وہاں سے اسیرون کو لیکر مصقلہ کے پاس پہونچا۔ جو جناب امیر کی طرف سے اردشیر خرہ کا والی تھا۔ مصقلہ نے پانچ لاکھ پر تصفیہ کیا کہ قیدی سب آزاد کر دیے جائیں۔ معقل نے کہا تو اس مال کو جلد امیر المومنین کے پاس پہونچا۔ مصقلہ نے دو لاکھ تو حضرت کے پاس نہ بھیجے اور باقی کو دبا رکھا۔

قال ذهل بن الحرث فاستدعانی لیلة فطعمنا ثم قال ان امیر المومنین یسالنی هذا المال ولا اقدر علیه فقلت والله لو شئت ما مضت جمعة حتی تحمله فقال والله ما کنت لاحملها قومی اما والله لو کان ابن هند ما طالبنی بها ولو کان ابن عفان لوهبها لی الم تره اطعم الاشعث بن قیس کل سنة من خراج اذربیجان مائة الف قال فقلت ان هذا لا یری ذلك الرای ولا یترك منها شیئا فهرب مصقلة من لیلته فلحق بمعاویة وبلغ علیا ذلك فقال ماله ترحه الله فعل فعل السید وفر فرار العبد وخان خیانة الفاجر اما انه لو اقام فعجز ما زدنا علی حبسه فان وجد نا له شیئا اخذناه ولا ترکناه ثم سار علی الی داره فهدمها واجاز عتق السبی وقال اعتقهم مبتاعهم وصارت اثمانهم دینا علی معتقهم ص۱۶۱ تاریخ کامل یعنی ذہل بن حارث بیان کرتا ہو کہ مصقلہ نے ایک شب ہم کو بلا بھیجا اور کہا کہ امیر المومنین ہم سے اس مال کا [illegible] ہیں اور ہم کو اس کی قدرت نہیں ہو میں نے کہا قسم خدا کی اگر تم چاہو تو

این اخذت وفیما وضعت فکتب الیہ ابن عباس فقد فہمت تعظیمک مرزاہ ما بلغک انی رزئتہ من اہل ہذہ البلاد فابعث الی عملک من احببت فانی ظاعن عنہ والسلام واستدعی اخوالہ من بنی ہلال بن عامر فاجتمعت معہ قیس کلہا فحمل مالا وقال ہذہ ارزاقنا اجتمعت فتبعہ اہل البصرۃ فلحقوہ بالطف یریدون اخذ المال فقال قیس واللہ لا یوصل الیہ و فینا عین تطرف ملخصا جلد ۳

عبداللہ بن عباس کی مفارقت حضرت علی سے اسی سنہ ۴۰ھ میں عبداللہ بن عباس بصرہ سے علیحدہ ہوئے اور مکہ چلے گئے۔ یہی قول اہل سیر کا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت علیؑ کے عامل رہے یہاں تک کہ صلح امام حسنؑ میں شریک تھے اسکے بعد [illegible] قول [illegible] صحیح ہے۔ اور وہ عبداللہ بن عباس تھے جو شریک صلح امام حسنؑ تھے۔ وجہ مفارقت یہ ہوئی کہ انکا گذر ابوالاسود پر ہوا جو قاضی تھے منجانب جناب امیرؑ پس کہا ابن عباس نے اگر ہم بہائم سے ہوتے تو جمل ہوتے اور اگر [illegible] تو [illegible] نہ ہو سکتے۔ اسپر ابوالاسود نے جناب امیرؑ کو لکھا کہ خدا نے آپ کو [illegible] امانتدار اور راعی بنایا ہے [illegible] ہم نے آپ کی خوب آزمائش کی تو آپ کو عظیم الامانت پایا اور خیرخواہ امت کہ آپ ہر شخص کو مال غنیمت سے پورا حصہ دیتے ہیں اور اپنے نفس کو انکی دنیا سے بچائے رہتے ہیں۔ نہ آپ انکا مال کھاتے ہیں نہ حکم میں رشوت لیتے ہیں۔ آپ کے ابن عم نے جو کچھ انکے ہاتھ میں تھا بغیر آپ کے علم کے اسپر تصرف کیا اور ہم کو جائز نہ تھا کہ اسکو ایسے پوشیدہ رکھتے جو کچھ آپ کی رائے ہو اس سے مطلع فرمائیے۔

جناب امیرؑ نے لکھا بیشک تم ان لوگوں سے ہو جو امام وامت دونوں کے خیرخواہ ہوں۔ اور محض حق کے خیال سے دوستی کرتے ہو۔ ہم نے تمہارے صاحب کو بھی لکھا ہے اور تمہارے خط کے مضمون سے نہیں مطلع کیا۔ تو جو کچھ وہاں پیش آئے اس سے ہم کو ہمیشہ خبر دیا کرو جس میں امت کی صلاح ہو یہ حق واجب ہے تم پر۔

جو شخص مال کو خدا کا مال نہ سمجھے اور رعیت کو بندگان خدا - وہ کیونکر سکوت کر سکتا ہی -

دوسرا واقعہ عبد اللہ بن عباس کا ہی جن سے بڑھکر دنیا مین نہ کوئی قرابت مند ہو سکتا ہی بجز اپنی اولاد یا حقیقی بھائی کے - نہ اُن سے بڑھکر کوئی دوست و خیر خواہ - کیونکہ حضرت کے حقیقی چچا عباس بن عبد المطلب کے بیٹے ہین - مگر خدا برا کرے اس دنیا کا جو کیا کچھ نہین کراتی - تاریخ کامل مین ہی ذکر فراق ابن عباس البصرة فی هذه السنة خرج عبد الله بن عباس من البصرة ولحق بمكة فی قول اكثر اهل السير وقد انكر ذلك بعضهم وقال لم يزل عاملا عليها لعلی حتی قتل علی وشهد صلح الحسن من معاوية ثم خرج الی مكة والاول اصح وانما كان الذی شهد صلح الحسن عبيد الله بن عباس وكان سبب خروجه انه مر علی باب اسود فقال لو كنت من البهائم لكنت جملا ولو كنت راعيا لما بلغت المرعی فكتب ابو الاسود الی علی اما بعد فان الله عز وجل جعلك واليا مؤتمنا وراعيا مستوليا وقد بلوناك وجدناك عظيم الامانة ناصحا للرعية توفر لهم فيئهم وتكف نفسك عن دنياهم ولا تاكل اموالهم ولا ترتشی فی احكامهم وان ابن عمك قد اكل ما تحت يديه بغير علمك ولم يسعنی كتمانك رحمك الله فانظر فيما هناك واكتب الی برايك فيما احببت والسلام فكتب اليه علی اما بعد فمثلك نصح الامام والامة ووالی علی الحق وقد كتبت الی صاحبك فيما كتبت الی ولم اعلمه بكتابك فلا تدع اعلامی بما يكون بحضرتك مما النظر فيه صلاح للامة فانك بذلك جدير وهو حق واجب عليك والسلام

وكتب الی ابن عباس فی ذلك فكتب اليه ابن عباس اما بعد فان الذی بلغك باطل وانی لما تحت يدی ضابط له حافظ فلا تصدق الظنين والسلام - فكتب اليه علی اما بعد فاعلمنی ما اخذت من الجزية ومن

جناب امیر المومنین ؑ نے جو ابتدا مین اس خلافت کا مطالبہ کیا ہو اور مدۃ العمر اُس کو اپنا حق سمجھتے رہے وہ سب کے پیش نظر ہی۔ پھر بوقت خلافت عثمان جو آپ نے عمل سیرت شیخین کی شرط سے مخالفت فرماکر علیحدگی اختیار کی۔ اور بعد قتل عثمان جو آپ نے قبول خلافت سے انکار کیا وہ سب آپ کے پیش نظر ہی جس سے آپ بدیہی طور پر اس نتیجہ تک پہونچ سکتے ہین کہ پہلے مطالبہ کس اصول پر تھا اور انکار کس اصول پر کیونکہ اگر محض حصول خلافت سے مطلب ہوتا تو کسی وقت مین اُس سے انکار کیا۔

نہین نہین حضرت کی غرض خلافت سے نہ حکومت کرنی تھی نہ ملک گیری۔ بلکہ جس کام کے لیے رسول اللہ مامور ہوے تھے اور جس کام کی تکمیل باقی تھی اُسکو انجام دینا تھا کہ دنیا کو معلوم ہو اسلام کس کا نام ہی اور اُسکے کیا فرائض ہین۔ جہاد کیونکر ہوتا ہی۔ ملک لیا جاتا ہی۔ اسلام کیونکر شائع کیا جاتا ہی۔ اگر اُسوقت آپ کو خلافت ملتی تو آپ ان سب امور کو دکھا دیتے۔ مگر اب کہ خلفاے ثلاثہ کی بدولت سب کے دیدۂ طمع وا ہو گئے تھے۔ دندان طمع دراز ہو گئے تھے دنیا کا خیال جم گیا تھا۔ آپ خلافت لیکر اُس غرض کو کیونکر پورا کر سکتے تھے۔

آپ نے خالد بن ولید کے حالات دیکھے۔ ابو عبیدہ کے حالات سے مطلع ہوے معاذ بن جبل کی کارگذاریان دیکھین جو اعاظم صحابہ سے ہین اور اُنکے مقابلہ مین باتفاق اہل سنت کوئی صحابی واجب الاحترام نہین۔ مگر دنیا نے اُن کو کیونکر اندھا کر دیا۔

اب خلیفۂ اول کی حالت ملاحظہ ہو کہ خلافت سے کیا کچھ نہ لیا۔ اسی تاریخ کامل مین ہی وکان الذی فرض لہ ستۃ آلاف کہ چھ ہزار سالانہ خلافت سے اُنکو ملتا تھا اور بوقت مرگ حساب سے بیت المال کا آٹھ ہزار اُنکے ذمہ نکلا تھا کتاب الامامۃ والسیاسۃ مین ہی فقال لھم انظروا ماذا انقصت من بیت المال فنظروا فاذا ھو ثمانیۃ آلاف درھم ص۳۲

خلیفۂ دوم کے عدل و انصاف کا تمام عالم مین شہرہ ہی مگر صحیح بخاری مین ہی یا عبد اللہ

ایک خط ابن عباس کو بھی لکھا تو اُنھون نے جواب دیا کہ جو خبر آپ کو ملی ہے وہ بالکل باطل ہی۔ ہم کل امور کے مناظ ہین اور ہر طرح سے محافظ بدگویون کی بات نہ سنیے والسلام۔

جناب امیرؑ نے لکھا کہ لکھو کس قدر مال تم کو جزیہ مین وصول ہوا اور کہان سے وصول کیا اور کہان خرچ کیا۔

ابن عباس نے لکھا کہ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ اس خبر کو عظیم جانتے ہین۔ ہم نے جو کچھ لیا وہ انھین شہرون سے۔ آپ اپنے عمل کے لیے جس شخص کو چاہیے بھیجیے کہ ہم رخصت ہوتے ہین والسلام۔

اسکے بعد اپنے ماموں لوگون سے کچھ لوگون کو بلوایا جن مین سے قیس اپنے قبیلہ کے ساتھ آیا اور اُسکے ساتھ مال لیکر روانۂ مکہ ہوے۔ کہا کہ یہ مال ہمارے ارزاق سے ہی جو جمع ہو گیا ہی۔ اہل بصرہ سے کچھ لوگون نے چاہا کہ چھینین اسپر قیس نے کہا کہ جب تک ہم لوگون سے ایک آدمی کی بھی آنکھ کھلی ہی تم لوگ اس مال سے نہین پا سکتے۔

ہم نہین چاہتے تھے کہ اس واقعہ کو یہان لکھین کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عباس کوئی معمولی شخص نہین ہین۔ مگر اس خیال نے اور بھی مجبور کیا کہ اہل فہم کو معلوم ہو کہ خلیفۂ رسول کے لیے معصوم ہونا کیسا ضروری ہی۔ کیونکہ عبد اللہ بن عباس ابن عم رسول بھی ہین اور ابن عم جناب امیر بھی۔ ان سے بڑھ کر کون اسرار شریعت سے واقف ہو سکتا ہی اور ان سے بڑھ کر کون خیرخواہ است دخیرخواہ جناب امیر ہو سکتا ہی۔ مگر جب حب دنیا نے انکو بھی نہ چھوڑا تو خلفاے ثلاثہ کس شمار مین ہین جنکا اسلام جنکا ایمان جو کچھ تھا اسی دنیا کے لیے۔

اس حالت سے آپ کو اسکی بھی وجہ معلوم ہو گی کہ اُنھون نے بھی بروایت تاریخ کامل جناب امیرؑ کو مشورہ دیا تھا کہ معاویہ کو اپنے حال پر رہنے دیجیے اور معزول نہ کیجیے کہ بعد اقرار بیعت ہم اُسکو اس طرح نکال دینگے جس طرح بال خمیر سے نکالا جاتا ہی تو جناب امیرؑ نے فرمایا لست من صمانك ولا من جهنات معوية في شئي صحك

اور انکی املاک جو بیچی گئی تو اسکی قیمت چالیس کروڑ تھی - یہ ایسے مقدار ہے جو کبھی سنی نہین گئی -

عبدالرحمن بن عوف کے حال مین خود شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ مین لکھتے ہین ~~ وہیین اثنا عبدالرحمن بن عوف کہ بالقطع مبشر بجنت ویکی از دہ یار بہشتی بود رحلت فرمود و مال فراوان گذاشت بحدی کہ بعد از اداسے دیون و تنفیذ وصایاسے او چون ترکہ او را تقسیم نمودند ثمن باقیش بچہار زن او رسید و منجملہ آن چہار یک زن را زیادہ بر ہشتاد ہزار درہم در حصہ می رسد چون او را در مرض مطلقہ نمودہ بود تمام حصہ اش ندادند بر ہشتاد ہزار درہم صلح نمودند ص ۵۹۵ چھاپہ کلکتہ

یعنی عبدالرحمن کے متروکہ کے آٹھوین حصہ کا چوتھا حصہ اسّی ہزار درہم سے زیادہ تھا جو ایک زوجہ کو بطور صلح دیا گیا کیونکہ اسکو عبدالرحمن اپنے مرض مین طلاق دیچکے تھے لہذا پورا ترکہ نہین دیا گیا بلکہ اسّی ہزار درہم پر مصالحہ ہوا -

اب ان حالات کے ساتھ جناب امیرؑ کی اس حالت کو ملاحظہ فرمائیے جو اسی تاریخ کامل مین ہو کان ابو رافع مولی رسول اللہ خازنا لعلی علی بیت المال فدخل علی یوما و قد زینت ابنتہ فرای علیہا لولوۃ کان عرفہا لبیت المال فقال من این لہا ھذہ لاقطعن یدھا فلما رای ابو رافع جدہ فی ذلک فقال انا واللہ یا امیرالمومنین زینتہا بہا فقال علی لقد تزوجت بفاطمۃ و مالی فراش الاجلد کبش ننام علیہ بالليل ولعلف علیہ ناضحنا بالنہار ومالی خادم غیرھا قال ابن عباس قسم علم الناس خمسۃ اجزاء فکان لعلی منہا اربعۃ اجزاء و لسائر الناس جزء یشارکہم علی فیہ فکان اعلمہم بہ و قال احمد بن حنبل ما جاء لاحد من اصحاب النبی ما جاء لعلی - و قال عمرو بن میمون لما ضرب عمر بن الخطاب وجعل الخلافۃ فی ستۃ من الصحابۃ فلما خرجوا من عندہ قال ان یولوھا الاجلح یسلک بہم الطریق فقال لہ ابنہ عبداللہ فما یمنعک یا امیرالمومنین من

بن عمر انظر ما علی من الدین فحسبوہ فوجدوہ ستۃ و ثمانین الفاً او
نحوہ یعنی عمر صاحب کا حساب کیا گیا تو بیت المال کا چھیاسی ہزار اُنکے ذمہ نکلا۔
جس پر نافع اعتراض کرتا ہی وقد انکر نافع مولی عمر ان یکون علی عمر دین
فروی عمر بن شبۃ فی کتاب المدینۃ باسناد صحیح ان نافعاً قال
من این یکون علی عمر دین وقد باع رجل من ورثتہ میراثہ بمائۃ
الف فتح الباری ص۔ یعنی عمر پر دین کیونکر ہو سکتا ہی حالانکہ عمر کے ایک وارث
نے اپنا ترکہ لاکھ درہم پر بیع کیا تھا جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اصلی متروکہ اُن کا
کس قدر ہو گا۔
طلحہ کے حال مین لکھا ہی جو ابوبکر کے داماد تھے اور تینون خلافتون کے دست و بازو
رہے ہین تاریخ خمیس مین ہی روی عمرو بن دینار عن مولی لطلحۃ قال ان
دخل طلحۃ کان کل یوم الف درہم ویقال خلف من المال الفی الف
درہم ومائتی الف دینار۔ وروی ابن سعد باسنادہ۔ قومت اصول
طلحۃ وعقارہ بثلاثین الف الف درہم۔ قال ابن الجوزی خلف
طلحۃ ثلث مائۃ حمل ذہبا ص۳ جلد۲ یعنی عمرو بن دینار ایک غلام طلحہ سے
روایت کرتے ہین کہ طلحہ کی روزانہ آمدنی ہزار درہم تھی اور مرتے وقت دو کرور درہم
اور دو لاکھ اشرفیان چھوڑ گئے تھے۔
ابن سعد روایت کرتے ہین کہ طلحہ کے اصول وعقار کی قیمت کی گئی تو ۳۰ کرور کی
مالیت قرار پائی۔
ابن الجوزی لکھتے ہین کہ وہ طلاے خالص اسقدر چھوڑ گئے تھے جو تین سو اونٹ کا
بار تھا۔
زبیر بن العوام کے حالات مین لکھا ہی اُسی تاریخ خمیس مین کان لہ الف مملوک
یؤدون الخراج۔ وقد خلف املاکا بیعت بنحو اربعین الف الف درہم
وہذا لم یسمع بمثلہ۔ خمیس ص۳ یعنی اُنکے ہزار غلام تھے جو خراج ادا کیا کرتے

فحمله على ظهره رجل كما يحمل صبيان الكتاب ثم ضربه بخمس عشرة
درة وقال هذه لما انتهكت من حرمته ولما قتل على قام ابنه
الحسن خطيبا فقال لقد قتلتموا الليلة رجلا فى ليلة نزل فيها القرآن و
فيها رفع عيسى وفيها قتل يوشع ابن نون والله ما سبقه احد كان قبله
ولا يدركه احد يكون بعده والله ان كان رسول الله يبعثه فى السرية
وجبرئيل عن يمينه وميكائيل عن يساره والله ما ترك صفراء ولا بيضاء
الا ثمانمائة او سبع مائة ارصدها لجارية - وقال سفيان ان عليا
لم يبن اجرة على اجرة ولا لبنة على لبنة ولا قصبة على قصبة وان كان
ليوتى بحبوبه من المدينة فى جراب وقيل انه اخرج سيفا له الى السوق
فباعه وقال لو كان عندى اربعة دراهم ثمن ازار لم ابعه وكان لا
يشترى ممن يعرفه واذا اشترى قميصا قدر كمه على طول يده و
قطع الباقى وكان يختم على الجراب الذى فيه دقيق الشعير الذى ياكل
منه ويقول لا احب ان يدخل بطنى الا ما اعلم وقال الشعبى وجد
على درعا له عند نصرانى فاقبل به الى شريح وجلس الى جانبه وقال
لو كان خصمى مسلما لساويته - وقال هذه درعى فقال النصرانى ما هى
الا درعى ولم يكذب امير المومنين فقال شريح لعلى الك بينة قال لا وهو
يضحك فاخذ النصرانى الدرع ومشى يسيرا ثم عاد وقال اشهد ان
هذه احكام الانبياء امير المومنين قدمنى الى قاضيه يقضى عليه ثم
اسلم واعترف ان الدرع سقطت من على عند مسيره الى صفين
ففرح على باسلامه ووهب له الدرع وفرسا وشهد معه قتال الخوارج
وقيل ان عليا رؤى وهو يحمل فى ملحفة تمرا قد اشتراه بدرهم
فقيل له يا امير المومنين الا نحمل عنك فقال ابو العيال احق بحمله
وقال الحسن بن صالح تذاكروا الزهاد عند عمر بن عبد العزيز

تولیته قال اکره ان احملها حیا و میتا - قال عاصم بن کلیب عن
ابیه قدم علی علی مال من اصبهان فقسمه علی سبعة اسهم فوجد
فیه رغیفا فقسمه علی سبعة و دعا امراء الاسباع فاقرع بینهم لینظر
ایهم یعطی اولا و قال هرون بن عنترة عن ابیه دخلت علی علی بالخورنق
وهو فصل شتاء و علیه خلق قطیفة وهو یرعد فیه فقلت یا امیر
المومنین ان الله قد جعل لك و لاهلك فی هذه المال نصیبا و انت
تفعل هذا بنفسك فقال والله ما ارزأکم شیئا وما هی الا قطیفتی
التی اخرجتها من المدینة و قال یحیی بن سلمه استعمل علی عمرو
بن سلمة علی اصبهان فقدم و معه مال و زقاق فیها عسل و سمن
فارسلت ام کلثوم بنت علی الی عمرو تطلب منه سمنا و عسلا فارسل
الیها ظرف عسل و ظرف سمن فلما کان الغد خرج علی و احضر
المال و العسل و السمن لیقسم فعد الزقاق فنقص زقین
فسأله عنهما فکتمه و قال نحن نحضرهما فعزم علیه الا ذکرهما له فاخبره
فارسل الی ام کلثوم فاخذ الزقین منها فراهما قد نقصا فامر التجار
بتقویم ما نقص منهما فکان ثلثة دراهم فارسل الیها فاخذها
منها ثم قسم الجمیع قیل و خرج من همدان فرای رجلین یقتتلان
ففرق بینهما ثم قضی فسمع صوتا یا غوثاه بالله فخرج یحضر نحوه
وهو یقول اتاك الغوث فاذا رجل یلازم رجلا فقال یا امیر المومنین
بعت هذه ثوبا بسبعة دراهم و شرطت ان لا یعطینی معموزا و
لا مقطوعا و کان شرطهم یومئذ فاتانی بهذه الدراهم فاتیت و لزمته
فلطمنی فقال للاطم ما تقول فقال صدق یا امیر المومنین فقال
اعطه شرطه فاعطاه و قال للمظلوم اقتص قال او اعفو یا امیر
المومنین قال ذلك الیك ثم قال یا معشر المسلمین خذوه فاخذوه

اُسکو سات حصون پر تقسیم کیا جس مین ایک روٹی تھی اُسکو بھی حضرت نے سات حصہ کیا اور ساتون حصہ فوج کے سردارون کو بلا کر تقسیم کیے اور اسپر قرعہ ڈالا کہ پہلے کس کو دیا جائے - ہارون بن عنترہ راوی ہین کہ مین جناب امیرؑ کی خدمت مین بمقام خورنق گیا وہ فصل سرما تھی - تو دیکھا آپ ایک پُرانی چادر اوڑھے ہوے ہین اور مارے سردی کے کانپ رہے ہین - مین نے کہا کہ یا امیرالمومنین خدا نے آپکا اور آپ کے خاندان کا حصہ بھی تو اس مین مقرر کیا ہی - پھر کیون یہ حالت ہی - حضرت نے فرمایا قسم خدا کی ہم کو نہین لینا چاہیے - یہ چادر جو تم دیکھ رہے ہو وہ ہی جو ہم مدینہ سے اوڑھکر آئے تھے - یحیی بن سلمہ کہتے ہین کہ عمر بن سلمہ کچھ مال لیکر اصفہان سے آئے - اُنکے ساتھ کچھ مال بھی تھا اور گھی - شہد کی مشکین بھی - ام کلثوم بنت امیرالمومنینؑ نے کچھ شہد اور گھی طلب کیا تو شہد اور گھی کا بھرا ہوا ظرف بھیجدیا - جب دوسرے روز جناب امیرؑ نے اُسکو تقسیم کرنا چاہا تو شہد اور گھی کی مشکون مین سے دو مشکیزہ کم ہوے - پوچھا کیا ہی تو ابن سلمہ نے اصل حال کو چھپا کر کہا کہ ابھی حاضر کرتے ہین - پھر حضرت ام کلثوم سے ابن سلمہ نے منگا بھیجے - جب وہ مشکیزہ آئے تو حضرت نے فرمایا یہ تو ناقص ہین - تاجرون کو بلوا کر اُسکی قیمت لگائی گئی تو تین درہم کے انداز سے کم تھا - اُسقدر منگا کر ملایا گیا تب تقسیم کیا گیا -

حضرت ایک روز بھوان سے باہر تشریف لائے تو دیکھا دو آدمی باخود پالڑ رہے ہین حضرت نے دونون کو جدا کر دیا - آگے بڑھے تو فریاد کی آواز آئی - حضرت نے آکر پوچھا تو دیکھا ایک آدمی دوسرے کو پکڑے ہوے ہے - دریافت پر اُسنے کہا کہ یا حضرت ہم نے اسکے ہاتھ ایک کپڑا بیچا سات درہم پر اور یہ شرط کی کہ مغمور و مقطوع درہم نہ دے اور یہی شرط ہوئی تھی اُس زمانہ مین - اب وہ شخص یہ درہم لایا ہی جسپر ہم نے واپس کیا - تو اسنے ہم کو طمانچہ مارا - حضرت نے اُس سے پوچھا تو کہا سچ کہا اسنے - حضرت نے کہا پھر اسکی شرط پوری کر - اُسکے بعد مضروب سے کہا کہ یا تو تو اپنا بدلا اس سے لیلے یا عفو کر - اُسنے کہا ہم نے آپ کے حوالہ کیا - حضرت نے فرمایا اسکو پکڑو - راوی

فقال عمر ازهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب و قال المدائنی نظر علی الی قوم ببابه فقال لقنبر هولاء من هؤلاء قال شیعتك یا امیر المومنین قال ومالی لا اری فیهم سیما الشیعة قال وما سیماهم قال خمص البطون من الطوی یبس الشفاه من الظما عمش العیون من البکا ومناقبه لا یحصر قد جمعت قضایاه فی کتاب المفرد یعنی ابورافع جناب امیرؑ کے خزانچی کا نام تھا۔ ایک روز جناب امیرؑ داخل خزانہ ہوے تو آپ نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کچھ زیور پہنے ہوے ہے اُس مین ایک موتی بھی ہے جسکو آپ پہچانتے تھے۔ پوچھا اسکو کہان سے ملا یہ تو بیت المال کا مال ہے۔ مین اسکا ہاتھ کاٹون گا (دہیان خیال کیجیے قول رسول اللہ جیسا کہ صحیح بخاری مین ہے کہ اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرے تو مین اسکا ہاتھ کاٹونگا) ابو رافع نے جب حضرت کا اصرار دیکھا تو کہا قسم خدا کی مین نے یہ موتی اسکو پہنایا ہے۔ اسپر حضرت نے فرمایا جب ہمارا عقد فاطمہؑ سے ہوا تو ہمارے پاس کوئی ایسا فرش نہین تھا جسپر ہم سوتے۔ صرف ایک بھیڑ کی کھال تھی جسپر شب کو سوتے تھے اور دن کو اُسپر ہمارا اونٹ دانہ کھاتا تھا۔ اور بجز جناب سیدہ کوئی خادم نہ تھا جو خدمت کرتا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ تمام آدمیون کے علوم کی تقسیم کی گئی تو پانچ حصہ نکلا جس مین سے چار حصہ تو حضرت علی کا حصہ تھا اور پانچوین حصہ مین سب کے شریک تھے مگر اُس مین بھی سب سے زیادہ اعلم تھے۔ احمد بن حنبل کہتے ہین کہ جسقدر فضیلتین جناب امیرؑ کی وارد ہوئی ہین کسی دوسرے صحابی کی نہین آئی ہین۔ عمر بن میمون کہتے ہین کہ جب عمر نے ضربت کھائی اور خلافت کو چھ آدمیون کے شورے مین دائر کیا تو کہا اگر اس اجلح (جسکے سر پر بال نہین ہوتے اشارہ ہے جناب امیرؑ کی طرف) کو والی بنائین تو ضرور انکو راہ پر لے چلے۔ اُنکے بیٹے عبداللہ نے کہا پھر آپ کیون اُنکو خلیفہ نہین بناتے تو عمر نے کہا ہم کو یہ گوارا نہین کہ زندگی و موت دونون مین اسکا بارہ اٹھائین (اسپر بھی عبداللہ بن عمر نے بیعت نہین کی) عاصم بن کلیب کہتے ہین کہ جناب امیرؑ کے پاس کچھ مال آیا اصفہان سے تو آپ نے

کہا کوئی گواہ و بینہ بھی ہو کہ یہ ذرہ آپ کی ہو حضرت نے فرمایا کہ نہین اسکے ساتھ آپ متبسم تھے۔ نصرانی وہ ذرہ لیکر چلا گیا۔ تھوڑی دور جا کر پھر آیا اور کہا مین گواہی دیتا ہون کہ یہ احکام انبیا سے ہین کہ خود امیر المومنینؑ نے ہم کو اپنے قاضی کے پاس پیش کیا اور آپ کا قاضی آپ کے خلاف حکم دیتا ہو۔ اسکے بعد وہ اسلام لایا اور کہا بیشک یہ آپ کی ذرہ ہو۔ جب آپ جنگ صفین کو جا رہے تھے یہ گر گئی تھی۔ ہم نے اُٹھالی۔ جناب امیرؑ اسکے اسلام سے بہت خوش ہوے اور وہ ذرہ بھی اسکو دیدی اور ایک گھوڑا عنایت کیا۔ وہ نصرانی ملازم رکاب ہوا یہان تک کہ جنگ نہروان مین شہید ہوا۔

روایت ہو کہ حضرت علیؑ ایک درہم کے خرمے خرید کر اپنی چادر مین لا رہے تھے لوگون نے کہا کہ ہم کو دیدیجیے پہونچا دین۔ حضرت نے فرمایا جو شخص صاحب عیال ہے وہ زیادہ مستحق ہے۔

حسن بن صالح کہتا ہو کہ عمر بن عبد العزیز کے سامنے زاہدون کا تذکرہ ہوا تو کہا علیؑ بن ابی طالب ازہد الناس تھے دنیا مین۔

مدائنی نے کہا کہ ایک قوم کو حضرت نے اپنے مکان پر دیکھا تو قنبر سے پوچھا یہ کون ہین کہا آپ کے شیعہ ہین۔ فرمایا کیا وجہ کہ انمین علامت شیعہ نہین۔ پوچھا وہ کون سی علامت ہو۔ کہا شکم انکے خشک ہوتے ہین بھوکھ سے۔ لب انکے خشک ہوتے ہین تشنگی سے آنکھین ورم آلود ہوتی ہین گریہ و بکا سے۔ تاریخ کامل صفحہ ۱۶۰ جلد ۳

یہ ایک قطرہ ہو دریا سے۔ ذرہ ہو بیابان سے۔ ورنہ کون ہو جو آپ کے فضائل و مناقب کا احصا کر سکے۔ مگر اہل اسلام اسپر اگر غور کرین تو انکو معلوم ہو کہ رسول اللہ کے بعد اگر یہ شخص خلیفہ ہوتا تو کس طرح اسلام کو رواج ہوتا اور کس طرح حق واضح ہوتا کیونکہ آپ دیکھ رہے ہین کہ آپ کی جو بات ہو وہ اعجاز ہو۔ جو خلق ہو وہ کرامت۔ کیا آپ کی خلافت کے بعد پھر کوئی گمان کر سکتا ہو کہ دنیا میں کسی طرح کا فتنہ و فساد رہتا کیونکہ رسول اللہ نے اپنی تئیس برس کی رسالت مین تمام عرب کی کایا پلٹ دی تھی

کہتا ہو کہ اسکو اس طرح اُٹھا کر لائے جس طرح معلم لڑکون کو اُٹھا کر لے جاتے ہین اسکے بعد حضرت نے پندرہ کوڑے لگائے اور فرمایا یہ بدلا ہو اسکا جو تو نے اس کی حرمت ضائع کی۔

بعد شہادت جناب امیرؑ امام حسنؑ نے خطبہ مین فرمایا آج کی شب قرآن نازل ہوا اور رفع حضرت عیسیٰ وقتل حضرت یوشعؑ اسی شب کو ہوا تم نے اُس شخص کو قتل کیا ہو جسپر قسم خدا کی نہ کسی نے سبقت کی قبل اُسکے اور نہ کوئی اس درجہ کو اُنکے بعد پہونچ سکتا ہی۔ اکثر رسول اللہ آپ کو سرایا مین بھیجا کرتے کہ جبرئیل آپ کے داہنے ہاتھ اور میکائیل بائین ہاتھ اُنکے قتل کیا کرتے۔ قسم خدا کی نہ زرد (دینار) چھوڑا ہی نہ سفید (درہم) مگر سات سو یا آٹھ سو درہم جو اس غرض سے رکھے تھے کہ ایک جاریہ خریدین۔

سفیان کہتے ہین حضرت علیؑ نے نہ کوئی مکان اپنے لیے بنایا۔ نہ اینٹ پر اینٹ رکھی نہ نے پر نے (یعنی کسی قسم کا مکان نہین بنایا)

اور حضرت کا غلہ مدینہ سے جراب مین آیا کرتا تھا۔

روایت ہی کہ حضرت نے ایک روز اپنی تلوار لیجا کر بازار مین بیچ ڈالی اور فرماتے تھے کہ اگر چار درہم بھی ہمارے پاس ہوتے جس سے ایک لنگ خریدتے تو اس تلوار کو نہ بیچتے

آپکا معمول تھا کہ ایسے لوگون سے خرید اکرتے جو آپ کو نہ پہچانتا ہو۔

اور جب قمیص خرید کرتے تو جسقدر آستین اُسکی زیادہ ہوتی اُسکو پھاڑ ڈالتے۔

اور آپ کا معمول تھا کہ جس ہمیانی مین آپ کے کھانے کا جو کا آٹا ہوتا تھا اُسپر آپ مُہر کر دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نہین پسند کرتے کہ ہمارے شکم مین ایسا کھانا جائے جس کو ہم نہ جانتے ہون۔

شعبی کہتے ہین کہ حضرت علی نے اپنی زرہ ایک نصرانی کے پاس دیکھی اُسکو لیکر شریح قاضی کے پاس لائے اور خود قاضی کے پہلو مین بیٹھے اور کہا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ہم اُسکے برابر کھڑے ہوتے۔ اُسکے بعد قاضی سے کہا یہ ہماری زرہ ہو۔ نصرانی نے کہا کہ نہین یہ ہماری زرہ ہو مگر تکذیب جناب امیرؑ نہین کی۔ شریح نے جناب امیرؑ سے

طلے ہین تو تصریح تعداد یہی تھی کہ سو آدمیون کا یہ لشکر تھا جس سے معلوم ہو سکتا ہو کہ یہ کیسی لڑائی ہوگی اور اسکو کس قدر اہمیت دی جاسکتی ہو کیونکہ یہ لڑائی خارجہ بن حصین سے تھی۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا فاقتتلوا شیئا من قتال وتحیز المسلمون ولاذ ابوبکر بشجرہ یعنی اس مختصر لڑائی مین مسلمانون کا قدم اُکھڑ گیا اور ابوبکر ایک جھاڑی کے نیچے چھپ رہے۔

جس سے اسکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ پھر کیون نہ کبھی کسی معرکہ مین شریک ہوے وکرہ ان یعرف فاوی طلحۃ بن عبید اللہ علی شرف فصاح باعلی صوتہ لاباس ھذہ الخیل قد جاءتکم فراجع الناس وجاءت الامداد و تلاحق المسلمون فانکشف خارجۃ بن حصین واصحابہ وتبعہ طلحۃ بن عبید اللہ فیمن خف معہ فلحقوہ فی اسفل ثنایا عوسجۃ وھو ھارب لایالونید رکہ خریات اصحابہ فحمل طلحۃ علی رجل بالرمح فدق ظھرہ و وقع میتا وھرب من بقی ورجع طلحۃ الی ابی بکر فاخبرہ ان قد ولوا منھزمین ھاربین الخ یعنی مگر وہ سمجھا ابوبکر نے کہ اُنکا نام اس بارے مین مشہور ہونے پاسئے (کیونکہ خلیفہ بنے تھے) تب طلحہ نے جاکر ایک بلندی سے آواز دی کہ گھبراؤ نہین لشکر آپہونچا۔ اس سے مسلمانون کے لشکر مین جان آئی اور لوگ جمع ہوے اتنے مین فوج بھی مدینہ سے آگئی۔ تب خارجہ بھاگا اور طلحہ نے اُسکا تعاقب کیا۔ اور لوگ بھی مل گئے۔ یہان تک کہ اسفل ثنایا عوسجہ (نام مقام) تک بھگا لے گئے۔ اور وہ بھاگا جاتا تھا کہ مڑکر دیکھتا بھی نہ تھا۔ خارجہ کے لشکر کا ایک آدمی اُنکو آخر مین مل گیا جسپر طلحہ نے نیزہ مارا کہ وہ مرگیا اور سب بھاگ گئے۔ تب طلحہ نے آکر خبر دی کہ سب بھاگ گئے کوئی نہین رہا۔

اسی واقعہ سے آپ کو اہمیت اس لڑائی کی معلوم ہو سکتی ہو کہ فریق مخالف کی جمعیت کتنی تھی جسکے مقابلہ مین خود ابوبکر صاحب سو آدمی لیکر نکلے ہین اور وہ کیسے بہادر تھے

کفر کی جگہ اسلام۔ شرک کی جگہ توحید۔ ظلم کے عوض عدل۔ بخل کے عوض سخا جاری کر دیا تھا۔ اگر انھین اغراض و مقاصد کا چاہنے اور جاننے والا آپ کا نائب ہوتا تو پھر کس کو اس مین شک رہ سکتا ہی کہ اسلام کی وہ تعلیم ہوتی جو اُسکا اصلی مقصود تھا

ان حالات پر غور کرنے سے آپ کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہی کہ صحابہ کی سرکشی ایسی کیون تھی انھین وجوہ سے کہ وہ لوگ بندۂ درہم و دینار تھے۔ جانتے تھے کہ اگر حضرت کی خلافت چل گئی تو پھر ہم لوگون کو فائدہ نہ ہوگا۔ اس لیے سب مخالف تھے کہ آپ مال خدا کی بھی وہی حرمت کرتے تھے جو مسلمانون کی جان کی حرمت تھی کہ کسی طرح ناجائز طریقہ پر اُسکے صرف کرنے پر راضی نہ ہوتے۔

افسوس کہ باوصف قصد اختصار پھر بھی اسوجہ مین کچھ طوالت ہوئی اور کل کیا ایک جزو مطلب بھی نہ بیان کر سکے۔

وجہ نہم۔ ابوبکر صاحب کو ابتدائً ایسی ایسی چھوٹی چھوٹی لڑائیان پیش آئین کہ جنکے فتح کرنے مین کسی قسم کی دقت ہی نہ تھی جس سے تمام سپاہیون کی ہمت فوری بڑھ گئی کیونکہ عام قاعدہ ہی جب آدمی کو کسی کام مین کامیابی ہوتی ہی تو اُسکی ہمت بڑھ جاتی ہی چونکہ تمامی صحابہ اس راے کے مخالف تھے کہ اُن لوگون سے جنگ کی جائے جو دراصل خلافت حالیہ کے مخالف تھے اور مرتد کا خطاب اُنکو دیا گیا۔ لہذا خلیفۂ اول نے خود قصد کیا کہ جہاد کو نکلین۔ مگر مقابلہ ایسا خفیف تھا کہ کل سو آدمیون کے ساتھ خلیفہ جہاد کے لیے چلے ہین۔ تاریخ خمیس مین ہی و عزم علی الخروج و امر الناس بالجهاد و خرج هو فی مائة من المهاجرین و قیل فی مائة من المهاجرین والانصار و خالد بن الولید یحمل اللواء حتی نزل القصة وهو ذو القصة ص ۲۲۳ یعنی ابوبکر نے جب جنگ کا مصمم ارادہ کر لیا اور جہاد کا اعلان دیدیا گیا تو سو مہاجرین مین یا سو مہاجر و انصار مل کر باہر نکلے علمبردار خالد بن ولید تھے اور ذوالقصہ مین آکر نزول کیا۔

ہم یہ نہین کہتے کہ یہی تعداد اُنکے ساتھ تھی اور بھی ہو نگے مگر پہلے پہل جو خلیفہ جنگ کو

کام لیا جو وحشی سلطنتون کا قاعدہ تھا کہ ایسی سیاست کرتے جسکے بعد پھر کسی کو مخالفت
کی جرأت نہ ہوتی ملاحظہ ہو صفحہ ۴۸ الغایت ۵۵ رسالۂ ہذا کہ خلیفہ نے کس طرح جلانے
اور کان ناک کاٹنے کا حکم دیا ہی کہ جسکو مخالف پاؤ اُسکو قتل کرو۔ ہاتھ۔ پیر۔ کان۔
ناک کاٹو۔ زندہ جلادو۔ تاریخ خمیس مین ہی فان اظھرہ اللہ علیھم انشاء اللہ و
امکنہ منھم فلیقتلھم بالسلاح ولیحرقھم بالنار ولا یستبق منھم
احدا صـ۲۲۸ یعنی اگر خالد کی فتح ہو تو سب کو سلاح جنگ سے قتل کرے اور آگ
سے جلادے اور کسی کو زندہ نہ چھوڑے۔

یہ تو حکم ابو بکر صاحب کا تھا جو خلیفۂ رسول بنے تھے اب اسکی تعمیل سنیے وصار
خالد لا یطبخن رجل قدرا ولا یسخن ماء الا تفیتہ راس رجل و
امر خالد بالحظائر ان تبنی ثم اوقد فیھا النار ثم امر بالاساری فالقیت
فیھا والقی یومئذ حامیہ بن سبیع بن الخشخاش الاسدی و ھو
الذی کان رسول اللہ استعملہ علی صدقات قومہ فارتد عن
الاسلام واخذت ام طلحۃ احد نساء بنی اسد فعرض علیھا الاسلام
فابت و وثبت النار فاقتحمت النار وھی تقول۔ یا موت عم صباحا
کالفحتہ کفاحا۔ اذ لم اجد براحا۔ وذکر الواقدی عن یعقوب بن یزید
بن طلحۃ ان خالدا جمع الاساری فی الحظائر ثم اضرمھا علیھم
فاحترقوا وھم احیاء صـ۲۳۱ یعنی خالد نے پکار کر آواز بلند سے کہا کہ کسی شخص
کو اگر کھانا پکانا ہو۔ یا پانی گرم کرنا ہو تو اُسکا چولھا کسی آدمی کا سر بنائے۔ اور حکم
دیا خالد نے کہ خطائر بنائے جائین (یعنی لکڑی کا مکان) پھر اُس مین آگ روشن
کی اور اسیرونکو حکم دیا کہ زندہ اُس مین ڈال دیے جائین۔ حامیہ بن سبیع کو بھی اُنھین
کے ساتھ جلادیا حالانکہ یہ وہ صحابی تھے جسے خود رسول اللہ نے اپنی قوم کا عامل صدقہ
مقرر کیا تھا جسکے بعد وہ مرتد ہوگیا اسلام سے (یعنی خلافت ابو بکر سے کہ خلیفہ
مان کر اُسکو مال صدقہ نہین دیا) اس واقعہ میں ام طلحہ عورت گرفتار ہوئی اُس سے اسلام

کہ صرف ایک شخص کے مارے جانے پر ایسا لوگ دُم بھاگے کہ پھر کسی کا وجود ہی نہ رہا اور طلحہ نے آکر ابو بکر کو مبارکباد دی۔
بخلاف جناب امیرؑ کے کہ آپ کو پہلی لڑائی جو پیش آئی ہے انھین طلحہ سے جنھون نے تن تنہا فوج خارجہ کو شکست دی ہے۔ اور زبیر سے جنکی شجاعت کا بہت کچھ اہل سنت مین فسانہ ہے۔ پھر بتائیے ایسی جنگ کو جنگ ابو بکر سے کیا نسبت۔ اور کیا یہ مہم ایسی تھی جو اس جلدی سے سر ہو جاتی۔
اس جنگ کی اہمیت یون سمجھیے کہ فریقین کے لوگ جو اس جنگ مین مارے گئے تو تاریخ خمیس مین ہے یقال ان عدۃ المقتولین من اصحاب الجمل ثمانیۃ الاف وقیل سبعۃ عشر الفا و ذکر انہ قطعت علی خطام الجمل سبعون ید کلھم من بنی ضبۃ کلما قطعت ید رجل تقدم اخر وقتل من اصحاب علی نحو الف صفحہ ۳۰۹ یعنی جنگ جمل مین جو لوگ مارے گئے اُنکی تعداد بقولے آٹھ ہزار تھی اور بقولے سترہ ہزار۔ صرف حضرت عائشہ کے اونٹ کی مہار تھامنے والے ستر آدمی تھے جو یکے بعد دیگرے مہار تھامتے اور مارے جاتے۔ اور اصحاب جناب امیرؑ سے ہزار آدمی شہید ہوے۔
یہ تعداد ہی آپ کو بتا رہی ہے کہ کتنی جمعیت تھی اور یہ مہم کیسی تھی جس مین سترہ ہزار یا آٹھ ہزار یا دس ہزار آدمی مارے گئے۔
یہ بصرہ وہ مقام ہے جو عہد خلیفۂ دوم مین آباد کیا گیا۔ فاتحین روم و شام کے لیئے چھاؤنی ڈالی گئی ہے لاکھ جاندار مختلف قبائل کے اس مین آباد ہین۔ طلحہ و زبیر سے ان لوگون سے پہلے سے سازباز ہے۔ عائشہ طلحہ زبیر کے آجانے سے اور بھی سب انکے طرفدار ہین۔ تاہم جناب امیرؑ نے کس تیزی اور جلدی سے اس معرکہ کو فتح کیا کہ آپ کی فوج سے کل ہزار آدمی مارے گئے اور فریق مخالف کے سولہ ہزار یا نو ہزار یا سترہ ہزار علی اختلاف الروایات۔
وجہ پنجم۔ ابو بکر صاحب نے مخالفین خلافت کی سرکوبی مین اُس ناجائز طریقہ سے

و رسول ہو۔
اس قتل عام اور آتش افروزی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام قبائل مین خلافت ابو بکر مسلم ہو گئی جسکی نسبت تاریخ خمیس مین ہو ولما وقع الله ببنی اسد وفزارة ما اوقع ببزاقة بث خالد بن الولید السرایا لیصیبوا ما قدروا علیہ ممن هو علی ردته وجعلت العرب تسیر الی خالد راغبة فی الاسلام وخائفة من السیف فمنهم من اصابته السرایة فیقول جئت راغبا فی الاسلام وقد رجعت الی ما خرجت منه ومنهم من یقول ما رجعنا ولکن منعنا اموالنا وشحنا علیها فقد سلمناها فلیأخذ منها حقه ص۲۳۱ یعنی جب خدا نے واقع کیا بنی اسد و بنی فزارہ پر وہ جو واقع کیا تھا بنی بزاقہ پر (یہ کلمہ کفر ہے کہ اسکی نسبت خدا کی طرف کی حالانکہ فاعل سکے خالد و ابو بکر ہین) تو خالد نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تمام عرب مین پھیل جائین اور جہانتک مرتدین ملین انکو قتل کرین۔ عرب اب خالد کے پاس آنے لگے خواہ برغبت اسلام لائین یا بخوف تلوار جن مین سے بعض تو یہ کہتے کہ ہم اسلام لائے برغبت اور جس دین سے خارج ہوے تھے اس مین داخل ہوے۔ بعض یہ کہتے تھے کہ اسلام سے نہین پھرے تھے بلکہ اپنے مال تے دینے سے انکار کرتے تھے اب جو چاہو تم اپنا حق اس سے لے لو۔

اس تحریر سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام پر جو بزور شمشیر پھیلانے کا الزام دیا جاتا ہی تو اسکی باعث یہ کارروائیان تھین نہ وہ کارروائیان جو بعہد رسول ہوئین کہ ہر لڑائی کی وجہ خاص تھی نہ اس غرض سے کہ لوگ اسلام لائین۔

دوسرے یہ کہ آجتک جو مذہب شیعہ سے اہل اسلام خائف ہین اسی وجہ سے کہ انکو ابو بکر صاحب کی کارروائیان یاد ہین کہ اپنے مخالفون کے ساتھ کیا کیا۔ اسی وجہ سے ہزارون مسلمان نصرانی ہو گئے۔ ہزارون آریہ مگر کبھی اہل سنت کو جوش نہین آتا۔ مگر ادھر کوئی شخص شیعہ ہوا اور ہر طرح کی مخالفت اس سے شروع کر دی گئی اور وہ ایسا مجبور کیا جاتا ہی کہ پھر اوسکو کوئی چارہ نہین رہتا اسکا باعث یہی ہو کہ ابتدا ے خلافت

الا نے کو کہا گیا اُسنے قبول نہ کیا اور آگ مین کود پڑی - اسکے بعد خالد نے قیدیونکو جمع
کرکے حکم دیا کہ آگ مین جلادیے جائین چنانچہ وہ سب زندہ جلادیے گئے -
آج کل جو سلطان مراکو اور اسپین والون مین لڑائی ہو رہی ہے جو انتہا درجہ کی وحشی
قومون سے ہین اُن کی نسبت اخبارون مین دیکھا ہوگا کہ سلطان مراکو قیدیونکے
کان ناک کاٹ رہے ہین - اسپر تمام دول یورپ کا اعتراض ہو رہا ہے کہ یہ سزا نہایت
وحشیانہ ہے - مگر اسلام کا پہلا خلیفہ جو اس جوش سے اپنے باغیون کو سزا دے رہا ہے کہ
قیدیون کو زندہ جلوا رہے ہین - اُس پر کسی کو غیرت نہین آئی - نہ یہی کوئی کہتا ہے کہ وہ
خلیفہ ناجائز تھے جنھون نے اسلام کو بدنام کیا اور ہمیشہ کے لیے داغدار بنادیا کہ پھر
کسی مہذب قوم کے مقابلہ مین ہم سر نہین اُٹھا سکتے -
مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ اسلام کی یہ تعلیم تھی - یا اسلام نے اسکو کبھی جائز کیا ہو حاشا وکلا
ایسا نہین ہے - چنانچہ خود اُسی وقت مسلمانون نے اس بیرحمی اور شقاوت پر اعتراض
کیا - چنانچہ اُسی تاریخ خمیس مین ہے ذکر غیر یعقوب ان خالد امر بالاخذ وا
تحفر حفائر ثم قیل لہ ما ذا ترید بھذہ الاخذ ود قال احرقھم بالنار فکلم
فی ذالک فقال ھذا عہد ابی بکر الصدیق الی فاقرؤہ فی کل مجمع ان
ظفرک اللہ بھم فاحرقھم بالنار ص۲۳۱ جلد ۲ یعنی خالد نے حکم دیا کہ زمین
مین بڑے بڑے گڑھے کھودے جائین - جسپر پوچھا گیا کہ یہ گڑھا کس لیئے کھودا
جاتا ہے تو کہا اس مین لوگ جلائے جائینگے - اسپر اعتراض کیا گیا تو کہا دیکھو یہ حکم نامہ
ابو بکر صدیق ہے اسکو ہر مجمع مین پڑھکر سنا دو - ہم کو لکھا ہے "اگر خدا تجھے ظفر دے اُن پر تو
سب کو جلا دینا آگ مین"
اب تو اچھی طرح معلوم ہوا کہ یہ حکم خاص ابو بکر کا تھا نہ حکم اسلام - اسی وجہ سے صحابہ نے
اعتراض کیا کہ یہ کیسا ظلم ہو رہا ہے - جب خالد نے وہ حکمنامہ ابو بکر سنا دیا کہ بعد ظفر سب کو
جلا دینا تو وہ ساکت ہو گئے - کیونکہ حکم خلیفہ کی مخالفت ہی سے تو بغاوت کا الزام قائم
ہوتا - مرتد کا خطاب ملتا - پھر کیونکر ممکن تھا کہ اب کوئی یہ کہہ سکے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا

وقبل منہ ۲۳ یعنی خالد جب بنی عامر کی بعیت سے فارغ ہوے (اس سے بھی معلوم ہوا کہ لڑائی دراصل بعیت کے لیئے تھی) تو عیینہ بن حصین اور قرہ بن ہبیرہ کو قید کرکے ابوبکر کے پاس بھیجدیا۔ ابن عباس کہتے ہین کہ عیینہ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوے تھے۔ مدینہ کے لڑکے اُسکے منھ پر لکڑیون سے مارتے تھے اور خراش ڈالتے تھے اور کہتے تھے ای دشمن خدا تو اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا وہ کہتا تھا مین تو کبھی ایمان ہی نہین لایا۔ جب ابوبکر کے پاس لائے تو کچھ سزا نہین کی اور چھوڑدیا اور امان کا پروانہ لکھدیا اسی طرح عیینہ بن حصین کو بھی نامۂ امان لکھدیا۔

دیکھیے عیینہ وقرہ کے ساتھ تو خلیفہ کا یہ سلوک ہی حالانکہ وہ یہ بھی کہہ رہا ہی کہ "ہم تو کبھی ایمان ہی نہین لائے" اور اپنے مخالفین خلافت کے ساتھ وہ سلوک کیا کہ زندہ جلوادیا۔

یہ عیینہ وہ ہی جسنے عمرو بن العاص سے کہا تھا فقال لہ عمرو بن العاص ما وراءك یا عیینۃ من ولی الناس امورهم قال ابوبكر فقال عمرو الله اكبر۔ قال عیینۃ یا عمرو استوینا نحن وانتم فقال عمرو كذب یا ابن الاخابث من مضر وسار عمه فجعل یقول لمن لقيه من الناس احبسوا عليكم اموالكم قالوا فانت ما تصنع قال لا يدفع اليه رجل من فزارة عقالا واحدة ولحق عند ذلك لطليحة الاسدی فكان معه۔ صلـ۲۳ یعنی عیینہ سے عمرو بن عاص سے ملاقات ہوئی تو عمرو عاص نے مدینہ کی خبر پوچھی اُسنے حضرت کی وفات کا حال بیان کیا اُس پر عمرو نے پوچھا پھر کون خلیفہ ہوا تو کہا ابوبکر عمرو نے کہا اللہ اکبر اسپر عنیبہ نے کہا کہ اب ہم اور تم برابر ہوگئے (کہ رسول نہین رہے منافقون کا دور دورہ ہی) عمرو نے کہا تو جھوٹ کہتا ہی۔ اسکے بعد عنیبہ نے لوگون کو زکوۃ دینے سے منع کیا اور کہتا تھا کہ ایک بکری بھی نہ دی جائیگی۔ بعدہ طلیحہ اسدی سے جاکر ملحق ہوا جو مدعی نبوت ہوا تھا۔

اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ عنیبہ ان لوگون کو بھی اپنا ہم جنس جانتا تھا اور اُس نے

خلیفۂ اول سے اس مین ایسا تشدد کیا گیا کہ کسی کو پھر مخالفت کی جرأت نہین ہوتی۔
حق یہ ہی کہ جو لوگ اسلام کے احکام اور اُسکے حالات مین غور کرتے ہین اُنکو اور بھی
اسلام کی حقیقت پر یقین پختہ ہوتا جاتا ہی کیونکہ اسلام کی ابتدا کا زمانہ ہی تیرہ برس
اس پر وہ گذر چکے ہین جو رسول اللہ کے لیئے قیام مکہ مین انتہاے مصیبت کا زمانہ
تھا۔ ابھی دس برس ہوے ہین کہ اسلام کا نضج شروع ہوا۔ اسلام کی اشاعت
ہونے لگی۔ اسلام کے اغراض معلوم ہونے لگے کہ یہ وہ دین ہی جس مین دین و دنیا
کو خدا نے ایک ساتھ ضم کیا ہی۔ حضرت جنگ بھی کرتے ہین صلح بھی۔ حکومت بھی کرتے
ہین رسالت بھی۔ ہر ہر امر متشابہ کو جدا کرتے ہین۔ ہر امر مین فرق بتاتے ہین کہ اسطرح
قتل کرنا کفر ہی۔ اسطرح قتل کرنا اسلام ہی۔
اس پر یہ مصیبت پڑتی ہی کہ خلیفہ وہ شخص ہوتا ہی جو نہ دل سے اسلام لایا نہ اسلام کا
کسی وقت مین خیر خواہ رہا۔ نہ صاحب راے تھا۔ نہ صاحب تدبیر۔ نہ کبھی اُسکی شجاعت
ظاہر ہوئی۔ نہ علم۔ احکام اُسکے جتنے ہوتے ہین خلاف اسلام۔ اور پھر اسلام ہی کہ
دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہی۔ سامان کیا جاتا ہی اسلام کے مٹانے کا اور خدا
اپنا کام کر رہا ہی۔
دیکھیے جو لوگ اسلام لا چکے تھے وہ تو اس طرح جلائے اور بھونے گئے۔ اور جو لوگ
خود عہد رسول مین اعلی درجہ کے منافقون سے تھے وہ اس زمانہ مین بھی باوصف
اظہار ارتداد و جنگ و خونریزی مسلمین کس طرح آزاد کیئے جاتے ہین۔ تاریخ خمیس مین
ہی ولما فرغ خالد من بیعۃ بنی عامر اوثق عیینہ بن حصین وقرہ بن
ہبیرہ القشیری و بعث بہما الی ابی بکر الصدیق قال ابن عباس
فقدم بہما المدینۃ فی وثاق فنظرت الی عیینہ مجموعۃ یداہ الی
عنقہ بحبل ینخسہ غلمان المدینۃ بالجرید ویضربونہ ویقولون ای
عدو اللہ اکفرت باللہ بعد ایمانک فیقول واللہ ما کنت امنت باللہ
فلم یعاقب ابو بکر قرہ وعفا عنہ وکتب لہ امانا وکتب لعیینہ امانا؟

خالد سے یہ بھی جاکر ملے اور لڑائی ہوئی جسکا نتیجہ معلوم ہی کہ مالک مارا گیا اور اسکا سر جلایا گیا۔ اور اسکی زوجہ پر اُسی وقت خالد نے تصرف کیا۔
جب یہ خبر مدینہ میں پہونچی ہی تو کل صحابہ اس سے ناراض ہوے فاشار عمر علی ابوبکر بقتل خالد قصاصاً فقال ابوبکر لا اغمد سیفا شہرہ اللہ علی الکفار وقال عمر لخالد لئن ولیت الامر لاقیدنک بہ ص۲۳۳ یعنی عمر نے رائے دی کہ ابوبکر مالک کے قصاص میں خالد کو قتل کریں مگر ابوبکر نے کہا ہم اُس تلوار کو نیام میں نہیں کر سکتے جسے خدا نے کفار پر کھینچا ہی۔ اسپر عمر نے کہا اگر ہم خلیفہ ہوے تو ضرور اسکا بدلا لینگے۔
ابوبکر صاحب کے جواب سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اُنکی نیت کیا تھی کیونکہ جرائم کا اقرار ہی اور سزا بھی معلوم ہی مگر چونکہ وہ خونریزی کر کے اُنکی خلافت کا سکہ جما رہا ہی کسی طرح معزول بھی نہیں کیا جاتا۔
مگر کم سے کم یہ تو ضرور تھا کہ ابوبکر صاحب اس واقعہ سے کچھ متاثر ہوتے اور کم سے کم اپنے تشدد میں کمی کرتے۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ جو صحابہ خالد کی ان بے اعتدالیوں سے متاثر ہو کر واپس آتے تو ابوبکر کہتے فقال لہم ببعتی ایاکم وامانی لکم ان تلحقوا بخالد بن الولید ومن معہ من المسلمین فمن کتب الی خالد بانہ حضر معہ الیمامہ فہو امن لیبلغ شاھدکم لغائبکم ولا تقدموا علی اجعلو وجہکم الی خالد ص۲۳۲ تمھاری بیعت تمھاری امان بھی ہی کہ خالد کے پاس چلے جاؤ اور اسکو مدد دو۔ جب تک وہ تمھارے پہونچنے کی اطلاع نہ دیگا کسی کو امان نہیں۔
بمقابل اسکے سیرت امیر المومنینؑ ملاحظہ فرمایئے روضۂ مدینہ میں ہی قال قام علی بالزبدۃ فقال من احب ان یلحقنا فیلحقنا ومن احب ان یرجع فلیرجع ماذونا لہ غیر حرج ص۱۳ کہ جب مدینہ سے روانہ کوفہ ہوے ہیں تو مقام زبدہ آپ نے قیام فرمایا اور کہا کہ جس شخص کا جی چاہے ہمارے ساتھ جہاد کے لیئے چلے اور

اسکی ابتدا کی کہ صدقات کا دینا موقوف کیا جائے اور طلیحہ اسدی کے ساتھ مسلمانون سے لڑنے لگا۔ مگر واہ ری سیاست بکری کہ اُن مسلمانون کو تو اس طرح جلا بھنا کر خاکستر کیا اور اسپر یہ نوازش۔

پہلے آپ ازالۃ الخفا سے دیکھ آئے ہین کہ ابو بکر صاحب نے صرف اسی پر اکتفا نہین کی بلکہ ایک جاگیر بھی اُسکو عطا کی جسکو عمر صاحب نے آکر چاک چاک کر دیا۔ مگر یہ سزا صرف نمائشی تھی ورنہ اسقدر مال وافر دیا کہ خود اُسنے اقرار کیا۔

یہ اتحاد و اتفاق اُنکے ساتھ اس درجہ ترقی پا تا گیا کہ آخر عثمان صاحب نے اُسکی بیٹی سے شادی کی جسکا نام ام البنین قرار پایا۔ یعنی عثمان کی اولاد کی ماں۔

پھر کون کہہ سکتا ہی کہ یہ لوگ منافق تھے جو اس طرح منافقون سے رشتہ پیوند کرتے۔ خالد بن ولید کی یہ کارروائی تو آپ دیکھ چکے ہین کہ مالک کا ہر جا پا گیا ہی اور اُس پر دیگچی چڑھائی گئی ہی۔ مگر تاریخ خمیس سے معلوم ہوتا ہی کہ ابو بکر صاحب نے خالد کو اُس قبیلہ پر چڑھائی کرنے کا حکم نہین دیا تھا۔ بلکہ خالد نے محض اس غرض سے کہ مالک کی زوجہ حسینہ جمیلہ پر تصرف ناجائز کرے۔ یہ لڑائی کی ٹھہرائی تھی۔ چنانچہ خمیس مین ہی۔

لما فرغ خالد من بزاخہ و بنی عامر و من بینہم اظہر ان ابا بکر عہد الیہ ان یسیر الی ارض بنی تمیم و الی الیمامہ فقال ثابت بن قیس بن شماس و ہو علی الانصار و خالد علی جماعۃ المسلمین ما عہد الینا ذلک و ما نحن بسائرین لیست بنا قوۃ و قد کل المسلمون و عجف کراعہم فقال خالد اما انا فلست بمستکرہ احدا منکم ص ۲۳۲ یعنی جب خالد بزاخہ و بنی عامر وغیرہ سے فارغ ہوا تو ظاہر کیا کہ ابو بکر نے بنی تمیم و یمامہ پر بھی جانے کا حکم دیا ہی جس پر ثابت بن قیس نے کہا کہ جو قبیلۂ انصار کا افسر بنایا گیا تھا کہ ہم سے تو ابو بکر نے یہ حکم نہین دیا تھا نہ ہم جائینگے نہ مسلمانون کو اتنی قوت ہی۔

جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ خالد نے محض اپنی خواہش نفس سے یہ کام کیا۔ دو روز کے بعد انصار نے یہ سوچا کہ اگر کوئی واقعہ پیش آیا تو مفت شرمندگی ہوگی۔ یہ سوچ کر

اپنے پاس بلاتا اور باتین کیا کرتا - مجاعہ کو یہ خوف تھا کہ خالد قتل کریگا - مگر خالد نے اپنی زوجہ ام متمم کو جو پہلے زوجۂ مالک بن نویرہ تھی اُسپر مؤکل کیا کہ مجاعہ کو ہر طرح کا آرام ملے -

مجاعہ اصل مین قوم بنی حنیف کا جاسوس تھا جو اس طرح خالد کی قید مین ہی اور یہان کے حالات سے اپنی قوم کو برابر خبر دے رہا ہی -

خالد یمامہ مین پندرہ روز رہا یہانتک کہ مسیلمہ مارا گیا اُس شب کو مجاعہ نے اپنی قوم کو کہلا بھیجا کہ عورتون کو لباس وسلاح جنگی سے آراستہ کرکے صبح کے وقت آفتاب کے سامنے قلعہ مین کھڑا کردینا -

جب صبح کو خالد مجاعہ کو لیکر کشتون کا تماشا دیکھنے گئے تو مسیلمہ بھی اُن کشتون مین ملا جسکو مجاعہ نے پہچانا اور وہ اُسی طرح چھوڑ دیا گیا - اُسپر خالد نے مجاعہ سے کہا یہی شخص تھا جسنے یہ سب کام کیا اور یہ آفت تمھاری قوم پر آئی - خالد یہ سمجھے تھے کہ سارا قبیلہ قتل ہوچکا اب کوئی ایسا اس مین باقی نہین رہا جو قابل جنگ ہو - مجاعہ نے کہا یہ نہ خیال کرنا کہ جنگ تمام ہوئی کیونکہ یہ تو وہ لوگ تھے جو جلدی کرکے نکل آئے ابھی قلعہ اُسی طرح گھیرا ہوا ہی - گھرون مین ابھی لوگ موجود ہین چنانچہ مجاعہ نے اشارہ کرکے قلعہ کی طرف بتایا خالد نے جو دیکھا تو واقعی ہزارہا آدمی نظر آئے جو لباس جنگی سے آراستہ تھے - کیونکہ مجاعہ نے شب ہی کو کہلوا بھیجا تھا کہ عورتون کو لباس جنگ سے آراستہ کرکے کھڑا کردینا -

خالد نے جب یہ دیکھا تو بہت گھبرایا اُسوقت مجاعہ نے صلح کی بات چیت کی اور نصف مال و قیدی پر معاملہ طے ہوا - بعد صلح جب قیدی وغیرہ لائے گئے تو بہت ہی کم نظر آئے اُسپر خالد نے کہا ویلک یا مجاعة خدعتنی فی یوم مرتین قال مجاعة قومی فما اصنع وما وجدت من ذلک بداً ص۲۴۳ خمیس ای مجاعہ ایک ہی روز مین تو نے ہم کو دو مرتبہ دھوکھا دیا - مجاعہ نے کہا کیا کرین قوم اپنی ہی اور اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا -

اور حسبکا جی چاہے نہ جائے نہ جبر ہی نہ اکراہ - مگر ابوبکر صاحب کا یہ تشدد ہی کہ سب کو
خالد کی رفاقت پر مجبور کر رہے ہین -
پھر بتایئے کیونکر خالد کی ہمت نہ بڑھے اور وہ باتین نہ کر گذرے جو اُسکے دل مین
تھین - ابوبکر نے اُسکو لکھا تھا ان اظفرك الله باهل اليمامه فاياك والابقاء
عليهم اجهز على جريحهم واطلب مدبرهم واحمل اسيرهم على السيف
وهول فيهم القتل واحرقهم بالنار واياك ان تخالف امره ص۲۳۲
یعنی اگر تجھے اہل یمامہ پر ظفر ملے تو ہرگز کسی کو باقی نہ چھوڑنا - زخمی کو تمام کرنا - جو بھاگ
جائے اُسکا تعاقب کرکے پکڑنا - قیدیون کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لینا - قتل عام کرنا -
سب کو آگ سے جلا دینا - ہرگز ہمارے حکم کے خلاف نہ کرنا -
اس حکم نامہ کو آپ سمجھ سکتے ہین کہ کیسا سخت اور تاکیدی ہی جس سے بظاہر آپ یہ قیاس
کرتے ہونگے کہ چونکہ وہان مسیلمہ کذاب مدعی نبوت ہوا ہی اس لیے خلیفہ کو یہ غصہ ہوا
ہی - مگر نہین حاشا وکلا ایسا نہین ہی - کیونکہ ابھی طلیحہ اسدی کو چھوڑ چکے ہین جو
اسی مسیلمہ کی طرح مدعی نبوت ہوا تھا جو بھاگ کر شام کو چلا گیا - مسیلمہ مارا گیا - مگر نہ
لاش اُسکی جلائی گئی نہ اُسکے سر پر دیگین پکائی گئین - بلکہ یون ہی چھوڑ دیا گیا -
اُس پر خالد نے یہ ترقی کی کہ اُسی قبیلہ مین اپنی ایک شادی کر لی جس سے اسقدر اسلام
کو نقصان پہونچا کہ العظمۃ للہ - اور یہی عشق وجہ فوج کشی ہی ہوا -
خلاصہ اسکا یون ہی کہ خالد نے طلیحہ کی فوج کو یمامہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ جو قبیلۂ
بنی حنیف سے مل جائے اُسکو گرفتار کر لینا - خالد کا لشکر دو سو تھا جو پہلے روانہ
ہوا - اُسکو ۲۳ - آدمی اُسی قبیلہ کے مل گئے جن سے دریافت کیا تو سب نے مسیلمہ
کے رسول اللہ ہونے کا اقرار کیا - اُس مین جماعہ نامے بھی ایک شخص تھا جس نے کہا
ہم تو رسول اللہ پر ایمان لا چکے ہین ہم سے مسیلمہ سے کیا واسطہ - ہم اپنے اسلام سابق پر
باقی ہین نہ کسی قسم کا تبدل کیا نہ تغیر - سبکو گرفتار کر لیے گئے اور بجز جماعہ وساریہ بن
مسیلمہ بن عامر کوئی نہین بچا - ان دونون کو قید کر لیا - خالد اسی حالت قید مین اُسکو

حین یصاھر عدوہ وینسی مصیبتہ فوتم عمر فی خالد وعظم الامر ثم
استطاع فکتب ابو بکر الی خالد مع مسلمہ بن سلامہ یا خالد ابن ام
خالد انک لفارغ تنکح النساء و تعرس بیھن و ببابک دماء الف وماتین
من المسلمین لم تجف بعد ثم خدعک مجاعہ فصالحک عن قومہ
وقد امکنک اللہ فمنہم ص۲۴۳ یعنی جب خالد نے مجاعہ سے صلح کرلی تو اسید بن
حضیر و ابو نائلہ نے جو قبیلہ بنی انصار سے تھے کہا کہ ای خالد اس صلح کو قبول نہ کر۔
(خالد) تلوار نے تم لوگون کو تباہ کر دیا (اسید) اگر ہم فنا ہوے تو وہ لوگ بھی تو فنا
ہوگئے (خالد) جو تم لوگون سے بچینگے وہ سب زخمی ہین گے (اسید) پھر وہ بھی تو
زخمی ہونگے ہرگز صلح نہ کرو بلکہ صبح کو اُنپر حملہ کرو کہ فتح و فیروزی ہمکو نصیب ہو یا قتل
ہو جائین۔ کتاب ابو بکر کے مطابق عمل کرو کہ تم کو لکھا ہے "اگر اہل یمامہ پر ظفر پاؤ تو ایک
کو اُن مین سے نہ چھوڑو"۔ خدا نے ہم کو غلبہ دیا اور اُنکے سردار کو قتل کر چکے اب اگر کوئی
بچیگا تو وہ خود ہلاک ہوگا۔ ابھی یہی باتین ہوتی تھین کہ ابو بکر کا دوسرا خط آیا جسمین
لکھا تھا کہ "جب یہ خط پہونچے تو دیکھو اگر خدا تجھے اہل یمامہ پر ظفر دے تو ایک شخص
کو بھی اُن مین سے نہ چھوڑنا" اس خط پر انصار کا دعوی اور بھی تیز ہوا اور کہنے لگے
کہ ابو بکر کا حکم زیادہ قابل تعمیل ہو بہ نسبت تیرے حکم کے کسی کو زندہ نہ چھوڑنا چاہیے
(خالد) ہم تو اُن سے صلح کر چکے اور صلح تمام ہو چکی اب اگر کچھ بھی ہم کو نہ دینگے تو ہم
جنگ نہ کرینگے کیونکہ وہ سب اسلام لا چکے (اسید) مالک بن نویرہ بھی تو مسلمان تھا
جسکو تو قتل کر چکا (پھر انکے قتل مین باوصف اسلام کیا عذر ہی) خالد یہ کلام سنکر چپ
ہوگیا اور کوئی جواب نہین دیا کیونکہ خالد اسکے قبل مجاعہ کی بیٹی سے خطبہ کر چکا تھا جو
تمامی اہل یمامہ سے بڑھکر حسینہ و جمیلہ تھی۔ مجاعہ نے اس گفتگو کے بعد کہا ہماری رائے
ہی کہ اس بارے مین اب سکوت کر کیونکہ اس سے تجھے بھی نقصان پہونچیگا اور ہم کو
بھی۔ خالد نے کہا تم نکاح کر دو اگر ہمارا صاحب (ابو بکر) ہمارے حسب خواہ ہوا تو کچھ
کوئی بات ہی نہین اور اگر خلاف بھی ہوگا تو کوئی بڑی بات نہین۔ مجاعہ نے کہا ہم کو

اب سنیے کہ خالد سے اور انصار سے جو بات چیت ہوئی اُس سے اصلی حال معلوم ہوگا۔
قال اسید بن حضیر و ابو نائلہ لخالد لما صالح یا خالد ابن الولید ولا
تقبل الصلح قال خالد واللہ قد افناکم السیف قال اسید وانہ قد
افنی غیر کا ایضا۔ قال فمن بقی منکم جریح قال وکذلک من بقی من
بقی من القوم جرحی لا تدخل فی الصلح اغد بنا علیہم حتی تظفر
او تبید عن اخرنا اجعلنا علی کتاب ابی بکر ان اظفرک اللہ ببنی حنیفہ
فلا تبق علیہم فقد اظفرنا اللہ وقتلنا راسہم فمن بقی منہم اکل شوکتہ
فبیناھم علی ذلک اذ جاء کتاب ابی بکر یقطر الدم ویقال انہم لم
یمسوا حتی قدم مسلمہ بن سلامہ بن وقش من عند ابی بکر بکتاب بین
فی احدھما بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد فاذا جاءک کتابی
فان ظفرک اللہ ببنی حنیفہ فلا تستبق منہم رجلا جرت علیہ
الموسی فتکلمت الانصار فی ذلک وقالوا امر ابی بکر فوق امرک فلا تستبق
منہم فقال خالد واللہ ما صالحت القوم الا لما رایت من رقتکم
لما نہکت الحرب منکم وقوم قد صالحتہم ومضی الصلح فیما بینی وبینہم
واللہ لو لم یعطونا شیئا ما قاتلتہم وقد اسلموا قال اسید بن حضیر
قد قتلت مالک بن نویرہ وھو مسلم فسکت عنہ خالد فلم یجبہ وکان
خالد قد خطب الی مجاعۃ ابنتہ وکانت اجمل اھل الیمامۃ فقال لہ
مجاعہ مہلا انک قاطع ظہری وظہرک عند صاحبک ان المقال لہ
علیک کثیرہ وما اقول ھذہ رغبۃ عنک فقال لہ خالد زوجنی ابنتک ایہا
الرجل فانہ ان کان امری عند صاحبی علی ما احب فلن یفسدہ ما یخاف
علی وان کان علی ما اکرہ فلیس ھذا باعظم الامور فقال لہ مجاعہ قد
نصحتک ولعل ھذا الامر لا یکون عیبہ الا علیک ثم زوجہ فلما بلغ
ذلک ابا بکر غضب وقال لعمر بن الخطاب ھذا خالد الحریص علی النساء

یصالحہم وانہ حمل ہو علی السیف فما بعد ہولاء المقتولین یستبقو اہل الیمامہ ولن یزالوا من کذابہم فی بلیۃ الی یوم القیامہ ص۲۴۳
یعنی ابو بکر کہتے ہین کہ کاش خالد اُن سے صلح نہ کیئے ہوتا اور سب کو قتل کر ڈالتا کیونکہ ہمیشہ اُسکے کذابون سے لوگ بلا مین رہین گے تا روز قیامت۔ دیکھیے ابو بکر صاحب اپنی رحم دلی کو کن لفظون مین ظاہر کرتے ہین کہ کاش خالد اُن مین سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔

خالد کا یہ خیال ہو کہ ہماری غرض پوری ہو۔ جو ہمارا مطلب ہو وہ پورا ہو نہ اسلام سے مطلب ہو نہ ابو بکر کے احکام سے۔ اسی غرض سے مالک کو قتل کیا کہ بغیر اُسکے قتل کیئے شہوت رانی نہین ہو سکتی تھی اور یہان بغیر مصالحہ کیئے ہوے کام نہین چلتا تھا اسی لیئے عین لڑائی مین وہ وہ کام کیا کہ نتیجۂ بد پیدا ہوا اور صلح پر مجبوری راضی ہونا پڑا۔ چنانچہ براء بن مالک کو اسی غرض سے رسالہ کی سپہ سالاری سے موقوف کر دیا تاریخ خمیس مین ہو فاستعمل (اسامہ) خالد علی الخیل مکان البراء بن مالک وامر البراء ان یقاتل راجلا فاقتحم عن فرسہ وکان راجلا لا راحلۃ لہ فلما انکشف الناس یوم الیمامہ وانکشف اسامہ باصحاب الخیل صاح المسلمون یا خالد ول البراء بن مالک فعزل اسامہ ورد الخیل الی البراء فقال لہ ارکب فی الخیل فقال البراء وہل لنا من خیل قد عزلتنی وفرقت الناس عنی فقال لہ خالد لیس حین عتاب ارکب ایہا الرجل فی خیلک الا تری ما لحم من الامر فرکب البراء فرسہ وان الخیل لا رواع فی کل ناحیۃ وما ہی الا الہزیمۃ فجعل یلہب بسیفہ وینادی باصحابہ یا للانصار یا خیلاہ یا خیلاہ انا البراء بن مالک فثاب الیہ الخیل من کل ناحیۃ وثابت الیہ الانصار فارسہا وراجلہا ص۲۴۳ یعنی خالد نے براء بن مالک کو معزول کرکے اسامہ کو سواروں کا افسر بنایا۔ اور براء کو حکم دیا کہ پیادہ جنگ کرے۔ براء فوراً گھوڑے سے کود پڑا۔ جب اسامہ کے لشکر کو شکست ہوئی تو مسلمانون نے آواز دی کہ جلد

جو نصیحت کرنی تھی کرچکے اب تم جانو اسکے بعد اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا جب یہ خبر ابو بکر
کو ملی تو بہت غصہ ہوئے اور عمر سے کہا دیکھتے ہو کہ خالد کس درجہ عورتون پر حریص ہے کہ
اپنے دشمنون کی بیٹیون سے نکاح کرتا ہے اور مصیبتون کو بھول جاتا ہے۔ عمر نے اور بھی
خالد کی شکایت کا دفتر کھولا اور جس قدر بن پڑی اسکی مذمت کی جسپر ابو بکر نے خالد
کو خط لکھا کہ اب تم ایسے فارغ البال ہو گئے کہ نکاح کرتے ہو اور عروسی کرتے ہو حالانکہ
تیرے دروازہ پر بارہ سو مسلمانون کا خون ہے جو ہنوز خشک نہین ہوا۔ پھر مجاعہ نے
تم کو فریب دیا کہ اپنی قوم کے حسب خواہ صلح کرالی حالانکہ خدا نے تجھ کو اُن پر مسلط
کیا تھا۔

اس عبارت سے بھی آپ کو اچھی طرح معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب نے کیسا حکم سخت صادر
کیا تھا کہ اہل یمامہ کے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑنا جو لوگ حد بلوغ کو پہونچے ہین
سب کو قتل کر ڈالنا۔

خالد نے محض اس وجہ سے کہ اسی قبیلہ مین مجاعہ کی ایک حسینہ و جمیلہ لڑکی سے عقد کرنا
چاہتا تھا۔ باوصف کامیابی و غلبہ ایسی صلح کی جس سے مسلمانون کا سخت نقصان ہوا
حالانکہ اسید بن حضیر اور ابو نائلہ جو معزز صحابی تھے قبیلہ انصار سے وہ اس صلح سے
مانع ہین اور سمجھا رہے ہین کہ یہ بڑی ذلت کی صلح ہے۔ مگر وہ اپنی خود غرضی سے کسی کی
شنوائی نہین کرتا۔ نہ حکمنامہ ابو بکر کو مان رہا ہے بلکہ صلح کرتا ہے۔

ابو بکر صاحب اس خبر پر غصہ بھی ہو رہے ہین کہ خالد نے مجاعہ کی لڑکی سے عقد کرلیا۔ اور
مسلمانون کے اسقدر مارے جانے کا اسکو کچھ افسوس نہین ہوا۔ عمر صاحب نے بھی جسقدر
ممکن ہوا اسکی بدگوئی مین کوشش کی مگر ابو بکر صاحب نے نہ کسی طرح اسکو معزول ہی کیا
نہ کوئی انتقام ہی لیا۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کارروائیان محض خدا کے لیئے ہوئین
حاشا و کلا۔ کوئی اسکا گمان بھی نہین کرسکتا۔ جو کچھ تھا محض از راہ خود غرضی و دنیاداری
ابو بکر صاحب کا تو یہ خیال ہے کہ جس طرح ہو مخالفین خلافت پامال کیئے جائین
اور کوئی زندہ نہ بچے۔ چنانچہ بعد مصالحہ خالد بھی وہ فرمایا کرتے و لیت خالد لم

ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ کیسی جرأت تھی۔

بہرحال ان مجموعی حالات سے آپ کو معلوم ہوا کہ ابو بکر صاحب نے باین کبرسنی اور باوجود نرم دل اور رحیم مشہور ہونے کے ساتھ کس درجہ تشدد سے کام لیا کہ اپنے مخالفون کے لیے ایسا سخت حکم نافذ کیا تھا کہ اگر تمام زمانہ کے وحشی بادشاہون کے حکم سے اسکا مقابلہ کیجیے گا تو ابو بکر صاحب کا نمبر اول نکلیگا۔

بخلاف اسکے جناب امیر المومنین کا یہ فرمان ہی تاریخ کامل مین ہی وکان من ھبه ان لا تقتل مدبرا ولا تتبعوا علی جریح ولا یکشف سترا ولا یاخذ مالا صفحہ ۱۰۲

یعنی جناب امیر کا یہ حکم تھا کہ جو جنگ سے بھاگ جائے اسکا تعاقب نہ کرو۔ زخمی پر حملہ نہ کرو کسی عورت کا پردہ نہ کھولو کسی کا مال نہ لو۔

شاید آپ کہیے کیونکر جناب امیر اپنا تسلط قائم کرنے استعمال کرتے۔ اور کیونکر ایسے سرکشون کو سر کرتے۔

آپ کہیے گا جناب امیر کی یہ سیاسی غلطی تھی جو اس طرح کی کارروائی کرتے تھے جسکو مین تسلیم کرتا ہون کہ بیشک شیطانی قواعد کے ضرور یہ خلاف ہی۔ مگر جو شخص خدا و رسول کے حکم کا تابع ہو گا وہ اسکے خلاف کیونکر کر سکتا ہی۔ کیونکہ یہی تو حکم رسول ہی و حکو بانہ۔

کیا آپ آجکل کے روشن زمانہ مین نہین دیکھ رہے ہین کہ مخالفین اسلام کس طرح ان قواعد کی پابندی کر رہے ہین جس سے دنیا مین انکا کیا نام ہو رہا ہی اور مہذب کہلاتے ہین۔ بخلاف اسکے وہ لوگ وحشی کے لقب سے ملقب ہوتے ہین جو اس کی مخالفت کرتے ہین۔

اب ہم عام مسلمانون سے پوچھتے ہین کہ بتاؤ رحم دلی صفت محمود ہی یا قساوت و شقاوت محمود ہی۔ ابو بکر کے احکام رحم دلی پر محمول ہو سکتے ہین یا جناب امیر کے۔ پھر کیونکر تم اسکا الزام دیتے ہو کہ جناب امیر نے مسلمانون کو قتل کیا۔

حق یہ ہی کہ مسلمانون کو جتنے سب سے زیادہ تباہ و برباد کیا وہ ان کا نقصان ہی جس سے ابو بکر صاحب اس تشدد و اسی احکام پر مجبور ہوئے آخر ہن کہ اور جناب امیر اس نرم دلی

براء بن مالک کو افسر بنا۔ خالد نے براء کو حکم دیا کہ جلد سوار ہو کر جنگ کر۔ براء نے کہا اب ہمارے پاس سوار کہاں ہیں تو خالد نے کہا یہ وقت عتاب نہیں۔ دیکھتے ہو کہ مسلمانوں کا کیا حال ہو شکست ہوا چاہتی ہی۔ براء سوار ہوا اور پکارنا شروع کیا تلوار اپنی دکھاتا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم ہین براء بن مالک جس پر سب جمع ہوئے اور فتح ہوئی۔

کہئے براء کی معزولی کیون ہوئی۔ اسی لیے کہ کسی طرح یہ خرابی ہو مگر خدا اپنے دین کا حافظ ہی مسلمانون نے ہر طرف سے آواز دینی شروع کی کہ پھر براء افسر مقرر ہوا اور اُس نے فتح کی۔

عمر کا یہ خیال ہی کہ خالد ہمارا قدیمی دشمن ہی وہ کیون اسقدر عروج پا رہا ہی کہ خلیفہ سب کہنا ہمارا مانتے ہین مگر اس بارہ مین کوئی سماعت نہین ہوتی۔

اسید بن حضیر وغیرہ انصار کا یہ خیال ہی کہ ہمارے قبیلہ کے اتنے لوگ مارے جا چکے ہین انکا خاتمہ ہی کر دینا چاہیے۔

مگر کسی کو نہ اسلام کا خیال ہی نہ اُسکے احکام کا کہ کہانتک وہ قتل کی اجازت دیتا ہی اور کہانتک منع کرتا ہی۔

اب اس سے بڑھکر کیا جرأت ہو سکتی ہی کہ خالد ابھی وہ حرکت ناشائستہ کر چکا ہی کہ مالک بن نویرہ کو قتل کر کے اُسی شب کو اُسکی زوجہ پر متصرف ہوا۔ پھر یہان مجاعہ کی لڑکی سے اُسکے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر عقد کر رہا ہی جس سے یمامہ کی بنی بنائی لڑائی اس طرح پر خراب کی گئی۔

یہ سب جرأت کیون ہی؟ صرف اسی وجہ سے کہ سمجھ رہا ہی ابو بکر صاحب ہمارے طرفدار ہین ہم ہزار ظلم کرین وہ ناراض نہ ہونگے۔ کیونکہ اصلی غرض اُنکی پوری ہو رہی ہی کہ خلافت کا سکہ جم رہا ہی۔ چنانچہ جب مجاعہ نے کہا تھا کہ اس ارادہ سے باز آؤ اس سے ہم کو بھی نقصان پہونچیگا اور تم کو بھی تو خالد نے اُسی وقت کہہ دیا تھا "اگر ہمارے صاحب راضی ہوئے تب تو کوئی بات ہی نہین اور اگر ناخوش ہوئے تو کوئی بڑی بات نہین" جس سے

اسکی خبر دی گئی تھی کہ یہان زخمی ہین مگر حضرت نے تغافل کیا کیونکہ آپ زخمیون کے قتل کو جائز نہین جانتے تھے۔

کیا آپ دنیا مین کوئی نظیر اسکی لاسکتے ہین کہ وہ فاتح جسنے اتنا بڑا معرکہ اس آسانی سے سر کیا ہو وہ اس طرح کا کلام سنے اور پھر صبر کرے۔ حاشا وکلا یہ صفت یا رسولؐ مین تھی یا اُسکے وصی مین۔ کیونکہ رسولؐ اللہ کو ایک یہودیہ نے زہر دیا اور حضرت پر اُسنے اثر بھی کیا مگر آپ نے اُسکو قتل نہ کیا۔ یہان جناب امیر کو اس طرح کی بددعائین دی جاتی ہین اور آپ صبر کرتے ہین نہ اُس عورت کو قتل کرتے ہین نہ اُسکے زخمیونکو جو سب اسیر جنگ تھے۔

جناب امیر کی گو قدر نہین کی گئی۔ خلافت آپ کی نہین مانی گئی۔ دنیا آپ کی مخالف ہی رہی۔ مگر جس غرض کے لیے خدا نے آپ کو پیدا کیا تھا اور جس غرض سے رسول اللہ نے آپ کو خلیفہ بنایا تھا وہ بخوبی پوری ہوئی۔ کیونکہ اصلی غرض آپ کی خلافت سے یا سلطنت وحکومت سے محض تعلیم اسلام تھی جو پورے طور پر حاصل ہوئی۔ چنانچہ علامہ محمد بن اسمعیل بن صالح روضۂ ندیہ شرح تحفۂ علویہ مین لکھتے ہین ان جہاد الکفار قد کان مع وفاۃ الکل احد من زمن رسول اللہ فصارت احکامہ معلومۃ من دین الاسلام بخلاف جہاد البغاۃ فان ھذا اول بغی اتفق واول دم اریق علی بغی التقت فیہ الجیوش الاسلامیۃ ولذلک اتفق المسلمون علی ان تفاصیل احکام الجہاد للبغاۃ لا یعرف الا من سیرۃ امیر المومنین فیمن بغی علیہ۔ ولما کانت احکامھم مخالفۃ لاحکام جہاد الکفار فی الغنائم وفی انہ لا یذفف علی جریح ولا یتبع من ولی وکان الناس لا یعرفون ھذہ الاحکام ولھذا استنکروا اغنیمۃ السلاح والکراع وترک ما عداھا حتی جادلوہ فی ذلک واجاب علیھم بانہ لیس لھم الا ماحوی معسکرھم وما کان فی دورھم میراث لاولادھم وقال انا لا ناخذ الصغیر بذنب الکبیر وان الاموال کانت

اور رحیمی پر مورد عتاب ہین۔

جناب امیرؑ نے ان حروب مین اسلام کی اُس تعلیم کو جس سے اسلام تمامی ادیان سے ممیز و ممتاز رہا ہی اسی طرح روشن کیا ہو کہ کوئی نظر اُسکی نہین لا سکتا۔ تاریخ کامل مین ہو ثم راح الی عائشة وهو فی دار عبد الله بن خلف وهی اعظم دار بالبصرة فوجد النساء یبکین علی عبد الله وعثمان بنی خلف وکان عبد الله قتل مع عائشة وعثمان قتل مع علی وکانت صفیه زوجة عبد الله مختمرة تبکی فلما رأته قالت له یا علی یا قاتل الاحبة یا مفرق الجمع ایتم الله منك بنیك کما ایتمت ولد عبد الله منه فلم یرد علیها شیئا ودخل علی عائشة فسلم علیها وقعد عندها ثم قال جبهتنا صفیة اما انی لم ارها منذ کانت جاریة فلما خرج علی اعادت علیه القول فکف بغلته وقال لقد هممت ان افتح هذا الباب واشار الی باب فی الدار واقتل من فیه وکان فیه ناس من الجرحی فاخبر علی بمکانهم فتغافل عنهم فسکتت وکان مذهبه ان لا یقتل مدبرا الخ صنا جلد ۳ یعنی جناب امیرؑ جب عائشہ کے پاس گئے تو صفیہ زوجہ عبد اللہ بن خلف کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہو کیونکہ خلف کے دونون بیٹے عبد اللہ و عثمان اس معرکہ مین مارے گئے تھے۔ عثمان حضرت علیؑ کی طرف تھا اور عبد اللہ بن خلف عائشہ کی طرف۔ اسی کی زوجہ صفیہ رو رہی تھی۔ اُس نے جناب امیرؑ کو پکار کر کہا ای علی۔ ای قاتل دوستان۔ ای مفرق جماعات۔ خدا تمھاری اولاد کو بھی اُسی طرح یتیم کرے جس طرح تم نے عبد اللہ کے بچون کو یتیم کیا حضرت نے اُسکا کچھ جواب نہ دیا اور عائشہ کے پاس چلے گئے۔ سلام کرکے بیٹھے تو کہا صفیہ کو آج ہم نے دیکھا حالانکہ پہلے جب وہ لڑکی تھی تب دیکھا تھا جب حضرت امیر عائشہ کے پاس سے اُٹھے تو صفیہ نے پھر اُسی قسم کا کلام کیا اُسوقت حضرت نے اپنا بغلہ روکا اور فرمایا کہ ہم نے چاہا تھا کہ اُس دروازہ کو کھول کر جتنے اُس مین زخمی ہین سب کو قتل کر دین اور اشارہ کیا مکان کے ایک دروازہ کی طرف۔ جسکے بعد وہ عورت چپ ہو گئی حضرت کو

لکم دینکم نازل کیا تھا وہ حضرت کی خلافت و امامت سے متعلق ہو۔ یا حضرت رسول اللہ کی تعلیم احکام حج سے۔ کیونکہ یہ تو مسلم ہی کہ احکام جہاد بغاۃ کی تعلیم نہین ہوئی تھی جو اعظم احکام اسلام سے ہی۔ اور وہ صرف سیرت جناب امیر المومنین ؑ سے معلوم ہوئی تو تکمیل دین کا دعوی باوصف اس نقصان صریح کے ناممکن ہی۔

اسی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ اگرچہ خاندان رسول معرکۂ کربلا مین تباہ و برباد کر دیا گیا اور وہ ظلم کیا گیا جو کبھی نہ ہوا تھا۔ مگر یزید کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ دختران رسول کو لونڈی غلام بنا سکے۔ کیونکہ جناب امیر ؑ کے جہاد نے شرعی طور پر ثابت کر دیا تھا کہ مسلمان کسی طرح لونڈی غلام نہین بن سکتے۔ حالانکہ ابوبکر کی [illegible] یزید کے [illegible] کافی تھی مگر وہ غلط قرار پا چکی تھی۔

یہان سے آپ کو اسکی وجہ بھی معلوم ہوگی کہ یہ حضرات ہمیشہ مغلوب کیون نہ رہے اور دین شیعہ کو وہ رواج کیون نہ ہوا ؟ اسی وجہ سے کہ اصل دین تابع حجت و برہان ہی نہ تابع غلبہ و سلطان۔ مگر ابتدا اگر اسلام کے ساتھ سلطنت نہ شامل کی جاتی تو ملک عرب مین کسی طرح اسکا ظہور ہی نہ ہوتا۔ اسی ضرورت سے ابتدا سلطنت شامل کی گئی۔ مگر چونکہ شمول سلطنت اصل دین کے منافی ہی۔ کیونکہ اُس مین خیال قہر و غلبہ کا ہی کہ بوجہ قہر و غلبہ اُسنے رواج پایا نہ ازراہ حقانیت۔ اس لیئے خداوند عالم نے اصلی اسلام کو جو تابع تعلیم اہل بیت طاہرین ہی قہر و غلبہ سے معرا رکھا کہ حجت و برہان سے اسکی حقیقت دریافت کرکے قبول کرو جیسا خدا فرماتا ہی فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر۔

جناب امیر ؑ نے جو سیرت شیخین کے قبول کرنے سے شرائط بیعت مین انکار کیا تھا اُس [illegible] معلوم ہوئی ہوگی کہ شیخین کا کیا [illegible] تھا کیونکہ آپ دیکھ چکے ہین ابوبکر نے عام طور پر حکم دیا تھا کہ زخمی بچے نہ قیدی نہ بھاگنے والا سب تہ تیغ کیے جائین اور آگ مین جلا دیے جائین "۔

اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ جناب امیر ؑ کس وجہ سے اپنے باغیون کے سر کرنے مین

لہم قبل الفرقۃ وتزوجوا علی رشدہ وولدوا علی الفطرۃ وانما لکم ما
حوی معسکرہم وان اخر کلامہ علیہ السلام وہو کلام طویل فی خطبۃ
شہیرۃ ذکرہا الحافظ السیوطی وغیرہ ومن اجوبتہ علیہ السلام فایکم
یاخذ عائشۃ فی قسمتہ ثم رجعوا الی حلمہ ورضوا بہ بعد اختلاف شدید
ص۳۵ یعنی کافرون کا جہاد تو عہد رسول اللہ سے معلوم تھا جس سے اُسکے احکام بدیہیات
کے حکم مین داخل تھے - بخلاف جہاد بغاۃ کہ یہ پہلا موقع پیش آیا اور یہ پہلا حادثہ ہی جو
اسلام مین پہلا آیا جسمین فریقین سے مسلمین نے محاربہ کیا - اس لیئے تمامی اہل اسلام
کا اتفاق ہی اسپر کہ تفاصیل احکام جہاد باغیون کے سبب امیر المومنین سے معلوم
ہوے - اور چونکہ احکام اسکے مغائر ہین احکام جہاد کفار کے تمام ہین - ورنہ قتل
مین زخمیون کے اور نہ اسکے جو بھاگ جائے اُسکا تعاقب نہ کیا جائے - اور ان احکام
سے اہل اسلام ناواقف تھے - اسی وجہ سے بہت لوگون نے انکار کیا غنیمت سلاح
وکراع (سواری کے جانور) مین اور ترک کرنے مین ماسوا اسکے یہانتک کہ مجادلہ کیا
ان لوگون نے اس بارہ مین اور حضرت نے اُنکو جواب دیا کہ تمھارا حق صرف اُنھین
چیزون مین ہی جو لشکرگاہ مین ہین باقی رہا وہ مال جو اُنکے گھرون مین ہی وہ میراث ہی
اُنکی اولاد کی اور فرمایا کہ ہم نہین مواخذہ کرسکتے صغیر پر کبیر کے جرم سے اور یہ کہ قبل اس
اختلاف کے وہ اپنے مال کے مالک تھے اور تزویج اُنکی صحیح تھی اولاد اُنکی فطرت
اسلام پر پیدا ہوئی - تمھارا حق صرف اُسی مال مین ہی جو لشکرگاہ مین ہی -
حضرت نے ان احکام کو ایک خطبہ طولانی مین ذکر کیا ہی جو مشہور ہی اور حافظ سیوطی
وغیرہ نے اُسکی روایت کی ہی منجملہ جوابون کے حضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم سے کون
ہی جو عائشہ کو اپنے حصہ غنیمت مین لے سکتا ہی - سب وہ اپنے اس ارادہ سے باز آئے اور
راضی ہوے حضرت کے حکم پر بعد اختلاف شدید -
اس عبارت سے آپ کو معلوم ہوا کہ جناب امیر کا یہ جہاد کس غرض سے تھا محض بغرض
تعلیم احکام جہاد بغاۃ جس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوگا کہ خدا نے جو آیۃ الیوم اکملت

جنگ ابوبکر سے کیا نسبت۔
کیا مسیلمۂ کذاب اور طلحہ مساوی تھے۔ کیا مالک بن نویرہ اور زبیر مساوی تھے۔ کیا عمرو عاص کا ایسا مکار وہان بھی تھا۔ کیا عائشہ کی ایسی سردار وہان بھی تھی جنکی نسبت خود حضرت فرماتے ہین جیسا کہ استیعاب مین ہے ان علیا رضی اللہ عنہ قال فی خطبتہ حین نہوضہ الی الجمل ان اللہ عز وجل فرض الجہاد وجعل نصرتہ وناصرہ وما صلحت دینا ولا دین الا بہ وانی منیت باربعۃ ادھی الناس واسخاھم طلحۃ واشجع الناس الزبیر واطوع الناس فی الناس عائشۃ واسرع الناس الی فتنۃ یعلی ابن امیۃ واللہ ما انکروا علیّ شیئا منکرا۔ ولا استاثرت بمال ولا ملت بھوی وانھم لیطلبون حقا ترکوہ ودما سفکوہ ولو لا دونی ما کنت شریکا فی الانکار لما انکروہ وما تبعۃ عثمان الا عندھم وانھم لھم الفئۃ الباغیۃ بایعونی ونکثوا بیعتی وما استانوا فی حتی یعرفوا جوری من عدلی وانی لراض بحجۃ اللہ علیھم وعلمہ فیھم۔ وانی مع ھذا لداعیتھم ومعذر الیھم فان قبلوا فالتوبۃ مقبولۃ والحق اولی ما انصرف الیہ وان ابوا اعطیتھم حد السیف وکفی بہ شافیا من باطل وناصل واللہ ان طلحۃ والزبیر وعائشۃ لیعلمون انی علی الحق وانھم مبطلون ص ۲۱۴ جلد اول یعنی جب حضرت جنگ جمل کے لیے تشریف لے چلے تو خطبہ مین فرمایا بعد حمد ونعت کہ خدا نے فرض کیا ہے جہاد کو اور اسی کو نصرت و ناصر قرار قرار دیا۔ اور دین و دنیا کی اصلاح اسی سے ہوئی۔ مین مبتلا ہوا ہون چار آدمیون مین ایک ادہی الناس (بڑا چالباز) اور سب سے زیادہ سخی۔ طلحہ۔ دوسرے جو سب سے زیادہ شجاع ہے۔ زبیر۔ تیسرے جو آدمیون مین سب سے زیادہ ایسا شخص ہے جسکی اطاعت کی جائے۔ عائشہ۔ چوتھے وہ سب سے زیادہ تیزی کرنے والا ہے فتنہ کی طرف یعلی بن امیہ قسم خدا کی انھون نے ہم سے کوئی امر قبیح نہین دیکھا تھا جسپر وہ ناراض ہوے۔ نہ ہم نے کسی مال کو اپنے لیے مخصوص کیا۔ نہ خواہش نفس کو کسی امر مین دخل دیا۔ انکی

اُس طرح نہ کامیاب ہوے جس طرح ابو بکر کامیاب ہوے تھے کیونکہ ابو بکر نے عرب وحشیون کا دستور اختیار کیا تھا بلکہ اُسپر بھی ترقی کی تھی۔ اور جناب امیر نے سنت نبوی کا احیا کرنا چاہا تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ چار برس مین آپ وہ کام کر گذرتے جو رسول اللہ نے تیئس برس مین کیا تھا حالانکہ اُنکی امداد کو فرشتے بھی آیا کرتے تھے۔

اگر حضرت بھی مثل ابو بکر صاحب خلاف حکم شریعت عام اجازت دیتے کہ "باغیون کو ہر طرح قتل کرو زخمیون کو ہلاک کرو قیدیون کو مار ڈالو اُنکے مال کو لوٹ لو اُنکے اسیر کو لونڈی اور غلام بناؤ" تو اُس سے زیادہ لوگ آپ کے شریک ہوتے۔ مگر حضرت نائب رسول ہوکر کیونکر کوئی امر خلاف شریعت کر سکتے تھے۔ اور جو امر شرعًا ناجائز تھا اُسکے مرتکب ہوتے۔ لہذا جو لوگ دنیا دار تھے وہ اپنی خواہشون کے پورا نہ ہونے سے جی چراتے اور دیندار تو ہمیشہ کم ہوتے ہین۔

آپ ہی غور فرمائیے اگر جناب امیر بھی مثل ابو بکر عام لوٹ مار کا حکم دیتے تو صرف طلحہ کے قتل سے کسقدر دولت ملتی کہ تین سو اونٹ کا بوجھ اُسکے پاس طلا تھا۔ مگر آپ کیونکر ایسا حکم دے سکتے تھے۔ بلکہ آپ کا عدل تو ایسا مشہور ہو رہا تھا کہ خود طلحہ کا بیٹا عمرو بن طلحہ معاویہ کے پاس گیا اپنے مال کے لیئے تو معاویہ نے کہا "علیؑ کے پاس جاوہ تیرا مال دیدینگے" روضۃ ندیہ صفحہ ۳۳۔

غرض جناب امیر کو مقابلہ اُن لوگون سے ہی جو کل تک نہ صرف کل ممالک اسلامی کے مالک تھے بلکہ پچیس یا چھبیس برس سے حضرت کو ہر طرح علیحدہ کیے ہوے ہین کہ نہ خود مدینہ مین آپ کا چندان اثر ہونے دیتے ہین نہ دیگر ممالک مفتوحہ مین۔ اور اہل مکہ تو قریب قریب سب وہی ہین جنکے آبا و اجداد حضرت کے ہاتھون قتل ہوے تھے جو خون کے پیاسے تھے پھر کیونکر اسقدر جلد کامیاب ہوتے۔

حضرت کے ہاتھ مین نہ ممالک اسلامی کا دفتر ہی نہ اُسکا کوئی صوبہ موافق ہی۔ یہان تک کہ پاے تخت قدیمی مین بھی رہنا نہین نصیب ہوتا۔ کیونکہ اسکا سامان پچیس چھبیس برس سے ہو رہا تھا سب معاہدہ کر چکے تھے کہ اس خاندان مین خلافت نہ جانے پائے۔ پھر اس جنگ کی

علی جمل یقال لہ عسکر کان استراہ بمائتی دینار صفحہ ۲۳ ۔ علی بن امیہ ابن منیہ
(دونون نام ایک ہی شخص کے ہین) اُن لوگون سے ہے جو فتح مکہ کے وقت اسلام لایا
اُسکو ابوبکر نے زمانہ ردہ مین حلوان کا عامل مقرر کیا۔ عمر نے ملک یمن کے ایک حصہ
کا اسے عامل مقرر کیا۔ اُسنے وہان ایک چراگاہ اپنے لیئے مخصوص کر لی [illegible] بادشاہون
کا قاعدہ تھا کہ جنگل وغیرہ [illegible] اپنے جانورون کے لیئے مخصوص کر دیتے کہ وہان
اُنھین کے جانور چرین یہ خبر جب عمر کو ملی تو اُنھون نے [illegible]
مدینہ [illegible] آ رہا تھا۔ پانچ یا چھ روز چلنا پڑا تھا کہ قتل عمر کی خبر معلوم ہوئی
جسپر وہ پھر سوار ہو [illegible] مدینہ ہوا۔ عثمان نے اُسکو صوبہ صنعا کا [illegible]
وہان [illegible] عثمان آیا۔ تو حضرت علی [illegible]
اور [illegible] عثمان کے [illegible] دیکھا۔ پوچھا یہ کس کا [illegible] لوگون نے کہا یعلی کا
تو حضرت نے کہا [illegible] تھے ہی عثمان کے یہان۔
مدائنی نے لکھا ہے کہ جس زمانہ مین عثمان قتل ہوئے یعلی فوج پر [illegible]
کی خبر سن کر روانہ مدینہ ہوا کہ عثمان کی مدد کرے۔ راہ مین اونٹ سے گر پڑا جس سے
ٹانگ اُسکی ٹوٹ گئی لہذا مکہ مین بعد [illegible] وارد ہوا اور وہین قیام کیا۔ لوگ [illegible]
کہ اُسکی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی لیئے جا رہے تھے اُسنے منادی کرائی کہ جو شخص خون عثمان
کے انتقام کو جائیگا اُسکے کل اخراجات کا بار ہم پر ہے۔ یعلی نے زبیر کو چار لاکھ درہم دیے
اسی غرض سے۔ اور ستر آدمیون کو قریش سے اپنے خرچ سے لڑائی جنگ جمل کے لیے
روانہ کیا۔ اور عائشہ کو ایک اونٹ نر پر سوار کیا جسکا نام عسکر تھا دو سو اشرفی پر جسے
خریدا تھا۔
ان حالات سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یعلی کیسا شخص ہے خاص وہ دکان حضرت ابوبکر سے ہی
جسکی وہ اس طرح پرورش کرتے۔ پھر کیون نہ وہ عائشہ کو عسکر نامے اونٹ پر چڑھاتا
جسکو دو سو اشرفی پر خریدا تھا اور چار لاکھ اسی غرض سے دیے کہ جناب امیر علیہ السلام سے
جنگ کی جائے۔

حق کا طلب کرتے ہین جسے خود ترک کیا۔ اور یہ اُس خون کے طالب ہین جسے خود اُنھون نے بہایا۔ ہم انکار کرتے تھے اور روکتے تھے مگر یہ لوگ نہ مانتے تھے۔ قاتلان عثمان انھین کے پاس ہین۔ اور یہی لوگ فئہ باغیہ ہین۔ ان سب نے میری بیعت کی اور پھر نکث بیعت کیا۔ اُنھون نے اتنا صبر نہ کیا کہ دیکھتے ہم عدل کرتے ہین یا جور۔ مین راضی ہون خدا کی حجت پر جو اُسنے ان پر تمام کی اور اُسکا علم اُنکے بارے مین جاری ہوا۔ اسکے ساتھ بھی ہم اُنکی دعوت کرتے ہین اور معذرت کرتے ہین اگر قبول کرین تو توبہ مقبول ہوتی ہے اور اگر انکار کرینگے تو ہم اُنکو تلوار کی باڑھ سے سیراب کرینگے۔ اور وہی شافی ہے باطل سے اور ناصر حق ہے۔ قسم خدا کی طلحہ و زبیر اور عائشہ جانتے ہین کہ ہم حق پر ہین اور وہ سب باطل پر۔"

آپ جانتے ہین یہ یعلی بن منبہ کون شخص ہے استیعاب مین ہے استعمل ابو بکر الصدیق لیعلی بن امیۃ علی بلاد حلوان فی الردۃ ثم عمل لعمر علی بعض الیمن فحمی لنفسہ حمی فبلغ ذلک عمر فامرہ ان یمشی علی رجلیہ الی المدینۃ فمشی خمسۃ ایام او ستۃ الی صعدۃ و بلغہ موت عمر فرکب فقدم المدینۃ علی عثمان رض فاستعملہ علی صنعا ثم قدم وافدا علی عثمان فمر علی علی باب عثمان فرای بغلۃ جوفاء عظیمۃ فقال لمن ھذہ البغلۃ فقالوا ھی لیعلی قال لیعلی واللہ وکان عظیم الشان عثمان + ولہ یقول الشاعر اذا ما دعی یعلی و یزید بن ثابت + لامر ینوب الناس او لخطوب + وذکر المدائنی عن ابن جعونۃ عن محمد بن یزید بن طلحۃ قال کان یعلی بن امیۃ علی الجند فبلغہ قتل عثمان فاقبل لینصرہ فسقط عن بعیرہ فی الطریق فانکسرت فخذہ فقدم مکۃ بعد انقضاء الحج فخرج الی المسجد وھو علی سریر واستشرف الیہ الناس واجتمعوا فقال من خرج لطلب دم عثمان فعلی جہازہ وذکر عن مسلمۃ بن عوف قال اعان یعلی بن امیۃ الزبیر باربع مائۃ الف وحمل سبعین رجلا من قریش وحمل عائشۃ

پر اپنا عمل دخل کرنا آسان ہے مگر اوس مشکل کو وہی جانتا ہے جو کسی نئے کارخانہ کا موجد ہو۔ اسکی لذت رسول اللہ ہی جان سکتے ہین یا جناب امیرؑ کہ اسلام کو کسطرح قائم کیا اور کن جانکاہیون سے اسکو نشو ونما دیا جو کچھ صورتین مسلمانون کی نظر آنے لگین۔

پھر جس نے ان جانکاہیون اور مصیبتون سے اسلام کو رائج کیا ہو اوس سے کب ممکن ہے کہ وہ خود اسکو تباہ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہؐ کے قتل کا سامان ہو رہا ہے۔ منافقین چاہتے ہین شب عقبہ آپکو اونٹ سے گرا دین۔ حضرت کے جان نثار صحابہ کہہ رہے ہین کہ آپ اون کا نام بتائے مین ابھی اونکا سر لاتا ہون۔ حضرت اسکے جواب مین فرماتے ہین نہین لوگ کہینگے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہین۔

کیا وہ منافق مسلمان تھے۔ ہرگز نہین۔ پھر کیون نہین حضرت نے نہ قتل کیا۔ اسیوجہ سے کہ اسلام بدنام ہوگا۔ اسلام پر بیوفائی کا الزام آئیگا۔ وہ قانون ٹوٹ جائیگا جس کے معقنن خود حضرت ہین کہ بغیر صدور جرم سزا نہین ہو سکتی۔

حضرت کو ایک یہودیہ نے زہر دیا حضرت نے اوس طعام کو نوش بھی فرمایا اوس یہودیہ کو بھی بلا کر دریافت کیا اوسنے بھی اقرار کیا اگر حضرت نے قتل نہین کیا کیونکہ ایک صحابی اوس سے مرنے والا تھا اوسکے انتقام مین وہ قتل ہوگی پھر یہہ کیون الزام لیا جائے کہ ایک یہودیہ کو قتل کیا۔ اسی طرح رسول اللہ پر عین خانہ کعبہ مین ایک شخص حملہ کیا چاہتا ہے آپ اوسکو قتل نہین کرتے بلکہ اوسکے لئے دعا فرماتے ہین کہ خدایا اسکے شیطان کو دور کر کیونکہ آپ جانتے تھے یہ مسلمان ہونے والا ہے اسکا قلب نور اسلام سے منور ہوگا۔

یہی مصلحت یہان پیش ہے کہ جناب امیرؑ مشغول تجہیز و تکفین رسول ہین جو فرض ہے۔ صحابہ دنیا کی فکر مین ہین اپنا کام کر رہے ہین۔ اب اگر جناب امیرؑ اون سے لڑتے ہین تو اسلام بدنام ہوتا ہے۔ اسلام پر طمع دنیا کا الزام آتا ہے کیونکہ بعد رسول مربی اسلام تو آپ ہی ہین۔ آپکے افعال مین اور صحابہ کے افعال مین بڑا فرق ہے۔ صحابہ تو وہی ہین جنہون نے خود رسول اللہؐ کو قتل کرنا چاہا۔ اونکی اس حرکت نازیبا سے اسلام

تاریخ کامل ہی وجھز هم یعلی بن منیۃ بست مائۃ بعیر و ست مائۃ الف درھم وجھزھم ابن عامر بمال کثیر صلہ جلد ۳ یعنی یعلی نے چھ سو اونٹ دیے تھے اور چھ لاکھ درہم اسی طرح ابن عامر نے بھی بہت سا مال دیا تھا۔

اس روایت کو دیکھیے اور حضرت کے اظہار حق و اتمام حجت کو کہ کس کس طرح آپ حجت خدا تمام کر رہے ہین۔ مگر انکو خواہش دنیا نے ایسا سرشار کر دیا ہی کہ نہ کچھ سوجھائی دیتا ہو نہ سنائی۔ تو کیا ایسے لوگون کا فتنہ ایسا ہلکا ہو سکتا ہی جو اس طرح آسانی سے طی ہو جائے۔

باایں ہمہ حضرت نے اس فتنہ کو چند ہی روز مین ایسا خاموش کیا کہ تمام عالم کو معلوم ہی کہ طلحہ وزبیر مارے گئے۔ طلحہ کو خود مروان نے مارا جو عثمان کا داماد تھا اور کہا کہ طلب ثارسی بعد الیوم۔ بی بی عائشہ مدینہ بھجوا دی گئین۔ اسکے بعد معاویہ نے سر اٹھایا جو انیس یا بیس برس تک رسول اللہ سے لڑتا رہا۔ اور آج بیس برس سے شام کا صوبہ دار اسی غرض سے بنا یا گیا ہو کہ اگر حضرت علی ع کسی وقت مین خلیفہ ہون تو یہ اپنی پوری طاقت سے کام لے۔ اسی عرصہ مین خوارج نے خروج کیا۔ جو چند ہی روز مین پیس دیے گئے۔ اب پھر حضرت ملک شام کی تیاری کر رہے ہین کہ ابن ملجم خارجی نے اس نور خدا کو خاموش کیا۔

غرض یہہ کہدینا تو آسان ہے کہ ابوبکر نے دو ڈہائی برس مین بغاوت کو بھی فرو کیا اور اسلامی فتوحات بھی بڑہائی۔ اور جناب امیر کی چالہ سالہ خلافت انہین جنگیون مین بسر ہوئی۔ مگر اسکے اسباب و نتائج پر غور نہ کرنا نہایت نادانی ہے۔ کیونکہ اگر یہ مقولہ مانا جاے تو پھر لازم آتا ہے خلیفہ اول کی شجاعت اور حسن تدبیر رسول اللہ سے بھی بڑہ جاے کہ حضرت نے ۲۳ برس کے زمانہ نبوت مین وہ کام نہ کیا جو ابوبکر نے ڈہائی برس کی خلافت مین کر لیا۔ اس حالت مین ہم اسکو بھی مان لینگے کہ جو ابوبکر رسول اللہ سے افضل تھے وہ ضرور جناب امیر سے بھی افضل تھے۔

یہہ تو سب جانتے ہین بنے بنائے مکان مین آکر انتظام کرنا یا کسی جمے جماے کارخانہ

دستور العمل آنکو یہی ملیگا کہ جن جن شاہزادون یا رئیسون سے اونکو خطرہ ہوتا کہ یہ ہمسری کا دعوی کرینگے یا ہماری سلطنت مین رخنہ انداز ہونگے یا کسی قسم کا فساد کرینگے۔ اونکے ساتھہ انتہا درجہ کی سختی کرتے۔ قتل کرتے۔ قید کرتے۔ آنکھون مین سلائی پھروا تے۔ ایسی سخت عبرتناک سزا دیتے کہ پھر کسی دل و دماغ مین مخالفت کی جرأت نہو۔

مگر کسی نبی کی نسبت یا کسی پیغمبر کی نسبت تمنے نہ سنا ہوگا کہ کسی ناکردہ گناہ پر یا بروے شبہہ کسی پر اس سختی کو جائز رکھا ہو۔ کیونکہ وہ رعایا کو مخلوق خدا اور ودیعت خدا سمجھتے ہین۔ بجز اون خاص صورتون کے جسمین خدانے حکم قتل و غارت کو جائز نہین رکھتے۔

بہرحال چونکہ ہمارا مقصود اصلی شرح حدیث من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ہے جسکو ہم کافی طور سے ثابت کرچکا کہ خلفاے اہلسنت نے کس طرح اس حدیث کی مخالفت کرکے زبان سے اور ہاتھ سے مسلمانون کو تکلیفین پہونچائی ہین۔ اور جو اصل مربی اسلام تھا اوسنے کیونکر اسکی رعایت کی ہے۔ لہذا اب یہ بھی بیان کرنا ضروری ہے کہ خلفاے اہلسنت کا جدال و قتال مسلمانون کے ساتھ کیسا ہے۔

تحقیقات کفر و اسلام مقتولین ابوبکر

پہلے یہ طے کر لینا چاہیئے کہ جو لوگ ابوبکر صاحب کے حکم سے قتل ہوے وہ در اصل کیا تھے مسلم تھے یا کافر مرتد تھے یا باغی۔ تاکہ اصل جرم معلوم ہوا اور پھر اوسکی سزا دیکھی جاے کہ کہانتک ایک مہذب شخص اس سزا کو تجویز کرسکتا ہے۔

مولوی حیدر علی صاحب نے منتہی الکلام مین بہت کچھ خاک اوڑایا ہے جسکا جواب کتاب مستطاب استقصاء الافحام اور مجلد دوم ذوالفقار حیدری مین بھی بشرح و بسط دیا گیا ہے۔ یہان اوہین کی تحقیقات کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے جس سے اجمالی طور پر اونکا حال معلوم ہو کیونکہ اس مضمون کو بڑی تحقیقات

نہین بدنام ہوتا کیونکہ وہ تو خارج از اسلام ہین اون کے افعال کا ذمہ وار اسلام نہین۔ ہان اگر رسول اللہ اون کو قتل کرتے تو ضرور آپ پر الزام آتا۔ اسی طرح صحابہ مہاجرین و انصار نے جو دنیا کے لئے دفن وکفن رسول کو چھوڑا تو اسلام پر کوئی الزام نہین آسکتا کیونکہ ان کی حالت سے زمانہ واقف تھا بلکہ کفار بھی جانتے تھے یہ دنیادار ہین جیسا کہ عروہ نے بروز حدیبیہ صاف صاف ابوبکر کے منہ پر کہدیا جسپر انہون نے خوب سی گالیان بھی دین۔ ہان اگر جناب امیر اوسوقت سوا صبر و سکوت کچھ کام کرتے تو ضرور اسلام بدنام ہوتا کیونکہ اسلام تو اونہین اعمال و افعال کا نام ہے جو رسول اللہ و جناب امیر سے صادر ہون۔

یہان آپکو ایک دوسرے عالم کی سیر کرنی چاہیئے کیونکہ یہانتک تو آپنے صرف جناب امیر اور ابوبکر صاحب کی اون جنگون کو دیکھا ہے جو منا لفین کے ساتھ کی گئی کہ ابوبکر صاحب کا یہ حکم تھا نہ قیدی ہے۔ نہ بھاگا ہوا اسکو قتل کرو جلا ڈالو جناب امیر کا یہ حکم ہے جو بھاگ جائے اوسکا پیچھا نہ کرو قیدی کو قتل نہ کرو۔ زخمی کو ہلاک نہ کرو۔

معاملہ ترک بیعت اب اسکو دیکھئے کہ خلیفہ اول کی بیعت سے جناب امیر کنارہ کش ہین حضرت کے ساتھ حسنین بھی ہین اور سائر بنی ہاشم یعنی حضرت عباس وعقیل اور کچھ لوگ صحابہ سے مثل ابوذر سلمان فارسی عمار یاسر وغیرہ۔ انکے ساتھ خلیفہ کا کیا برتاوہ ہے کہ سبکو معلوم ہے عمر صاحب آگ لکڑی لیکر کھڑے ہین کہ جناب سیدہ کا گھر جلا دین۔ حضرت علیؑ کو گرفتار کرلائے زبیر کی تلوار چھین لی۔ طلحہ عثمان کو ڈانٹ بتائی۔

جناب امیرؑ کا برتاؤ اپنے تارکین بیعت سے یہہ ہے کہ حضرت عمار سے فرماتے ہین چھوڑدو۔ ابن عمر ضعیف ہے۔ سعد بن ابی وقاص حسدی ہے۔ محمد بن مسلمہ اسوجہ سے ناراض ہے کہ مینے اوسکے بھائی مرحب یہودی کو بروز خیبر قتل کیا۔

دنیا مین جتنے جابر بادشاہ گذرے ہین خواہ نادر ہو یا چنگیز۔ یا عالمگیر سب کا

وانفروا ابالصلوة وتلکوا الزکوة

ووجوب الاداء الی الامام وهم الذین عناهم ابوهریرة فی اخر الحدیث وعرضت لهم الشبهة وناظر فیهم ابابکر حتی قال والله لاقاتلن من من فرق بین الصلوة والزکوة وهذا الصنف علی الحقیقة اهل بغی وانما یدعوا بهذا الاسم فی ذلک الوقت لدخولهم فی غمار اهل الردة فاضیفت الاسم فی الجملة الی الردة اذ کان اعظم الامرین خطبا - ص ۹۵

انہین کے بارے مین عمر کو شبہہ ہوا اور ابوبکر سے مناظرہ کیا اور ابوبکر نے کہا کہ ہم اوس سے ضرور قتال کرینگے جو فرق کرے درمیان نماز ور زکوة یہہ آخری قسم در حقیقت باغی تھے - مگر اسوجہ سے باغی کے نام سے نہ پکارے گئے کہ ایک تو غمار ردہ مین ہی اجمل داخل تھے اور اس وجہ سے مرتد کہے گئے کہ خطب اسکا عظیم تہا" اس تحریر سے بوضاحت معلوم ہوا کہ مرتد دو ہی قسم کے تھے ایک تو وہ جو درحقیقت مرتد تھے اور دوسرے وہ جو درحقیقت باغی تھے - مگر اسوجہ سے مرتد مشہور کیے گئے کہ اس نام سے مسلمانون کا جوش بڑہے اور آمادہ جہاد ہون کہ مرتد ہوگئے -

مگر یہہ تحقیق بہی ناقص ہے کیونکہ ابن حزم کتاب الفصل مین لکھتے ہین -

والمسلمون لما کانوا لا اختلاف بینهم فی شیٔ اصلا انما واحدة ومقاله واحدة الاما حدث فی اخر حیوة رسول الله واول خلافة ابی بکر من ظهور الاسود العنسی فی جهة صنعا و مسیلمة فی جهة الیمامة مدعیان النبوة وهما فی ذلک مقران بنبوة محمد معلنان بذلک ومن انقسام العرب ومن بالیمن من غیرهم اربعة اقسام اثر موته فطائفة ثبتت علی ما کانت علیه من الاسلام لم تبدل شیئا ولزمت طاعة ابی بکر وهم الجمهور

سے اونہون نے مفاتیح شرح مصابیح سے نقل کیا ہے صفحہ

ووجه الجمع بين اول الحديث واخره ودفع شبهة الرافضة ان الذين ارتدوا كانوا صنفين صنف ارتدوا عن الدين وخرجوا عن الاسلام وعادوا الى الكفر وهم الذين عناهم بقوله وكفر من كفر من العرب وهم مسيلمة واصحابه من بني حنيفة والاسود العنسي واصحابه من اهل اليمن وغيرهم وناس آخرون ارتدوا عن الاسلام والايمان وتركوا الشرائع من الصلوة والزكوة وغيرها وعادوا الى ما كانوا عليه في الجاهلية فلم يكن يسجد لله تعالى على بسيط الارض احد الا في مسجد مكة والمدينة ومسجد عبد القيس بالبحرين في قرية يقال لها جواثا وهم الذين عناهم ابو هريرة في اول الحديث والصنف الاخر وهم الذين فرقوا بين الصلوة والزكوة

اور وجہ جمع اول و آخر حدیث مین اور دفع شبہہ روافض مین یہہ ہے کہ جو لوگ مرتد ہوئے وہ دو قسم کے تھے۔ ایک تو وہ جو اسلام سے خارج ہو کر کافر ہو گئے۔ انہین کی نسبت کہا گیا وکفر من کفر من العرب یہہ قسم مسیلمہ تھا اور اوسکے اصحاب اور اسود عنسی اور اوسکے اصحاب اہل یمن سے۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو مرتد ہوئے اسلام سے اور ترک کیا شرائع اسلام نماز اور زکوۃ کو اور عود کیا طرف جاہلیت کے کہ نہ سجدہ کیا جاتا تھا بسیط ارض پر خدا کا بجز مسجد مکہ و مدینہ و قریہ جواثا۔ اسی کی نسبت ابو ہریرہ نے کہا کہ یہہ وہ لوگ ہین جنہون نے تفریق کی نماز اور زکوۃ مین۔ اور دوسری قسم وہ ہے کہ نماز کے تو قائل تھے مگر وجوب زکوۃ اور اداے طرف امام کے منکر تھے انہین کو مراد لیا ہے ابو ہریرہ نے آخر حدیث مین۔

تیسرا طائفہ وہ تھا جس نے کفر ورِدّہ کا اعلان کیا۔ اصحاب طلیحہ وسجاح وغیرہ یہ طائفہ سب سے کم تھا۔ اور ان مین بھی ہر قبیلہ مین بہت سے مسلمین تھے جو انسے جنگ کرتے چنانچہ قوم مسیلمہ مین تمامہ بن آثال حنفی تھے طوائف مسلمین کے ساتھ جو سب مسیلمہ سے لڑ رہے تھے۔ اسی طرح قوم اسود و بنی تمیم و بنی اسد مین بھی جمہور مسلمین سے تھے جو ان مرتدین سے جنگ کرتے۔

چوتھا طائفہ وہ تھا جو نہ ادہر تھا نہ اودہر بلکہ وہ اسکے منتظر تھے کہ کدہر غلبہ ہوتا ہے۔ مالک بن نویرہ وغیرہ اسی طائفہ مین تھے ابوبکر نے ان سب کیطرف لشکر بھیجا مسیلمہ مارا گیا اور اسود عنسی پہلے ہی حیات رسول اللہ مین مارا گیا تھا جسکو فیروز و ذاذویہ فارسی نے قتل کیا تھا سال بھر مین سب رجوع کر آئے اسلام کی طرف۔

اب اس تحقیقات کو مفاتیح شرح مصابیح کی تحقیقات سے ملائیے تو معلوم ہو کہ دو قسم کے باغی نہین تھے بلکہ چار قسم کے تھے جن مین صرف ایک طائفہ بنا بر تحقیقات مذکورہ اتفاقاً مرتد تھا جو بہت ہی قلیل تھا اور باقی سب مسلمان تھے جنکو صرف خلافت ابوبکر سے اختلاف تھا کہ ہم انکو خلیفہ نہین مانتے جسکے لئے اونھون نے زکوۃ دینے اور اطاعت کرنے سے انکار کیا تھا نہ یہ کہ در اصل وہ منکر زکوۃ ہون۔

پھر اسکو دیکھیئے کہ کہان تو تحقیق ابن حزم ان لوگون کی تعداد سب سے کم تھی اور اس مین بھی وہ مسلمین بتعداد کثیر موجود تھے جو ان سے جنگ کیا کرتے مگر صاحب مفاتیح کہتے ہین کہ بسیط ارض پر سجدہ خدا کہین نہ ہوتا تھا بجز مکہ و مدینہ و قریہ جواثا اس سے بڑھکر کیا جھوٹ ہو سکتا ہے کہ محض تعریف ابوبکر کے لئے اسطرح کی حدیث گڑھی گئی اور اسپر مطلق نہ خیال کیا کہ اصل اسلام پر کیسا اعتراض آتا ہے۔

تو اب آپ ہی بتائیے اس قلیل جماعت کا جو تمامی ملک کا چوتھا بلکہ

والاکثر و طائفۃ ثبتت علی الاسلام ایضاً الا انہم قالوا نقیم الصلوٰۃ وشرایع الاسلام الا انود ؟ الزکوٰۃ الی ابی بکر ولا نعطی طاعۃ الاحد ... رسول اللہ وکان ھولاء کثیراً الا انہم دون من ثبت ... طاعۃ۔ وطائفۃ ثالثۃ اعلنت بالکفر و الردۃ کاصحاب طلیحہ وسجاح وسائر من ارتد وھم قلیل بالاضافۃ الی من ذکرنا الاان فی کل قبیلۃ من المومنین من یقاوم المرتدین فقد کان بالیمامۃ ثمامۃ بن اثال الحنفی فی طوائف من المسلمین محاربین لمسیلمہ وفی قوم الاسود ایضاً کذلک وفی بنی تمیم وبنی اسد الجمہور من المسلمین وطائفۃ رابعۃ توقفت فلم تدخل فی احد من الطوائف المذکورۃ وبقوا یتربصون لمن تکون الغلبۃ کمالک بن نویرہ وغیرہ فاخرج الیہم ابو بکر البعوث فقتل مسیلمہ وقد کان فیروز وذادویہ الفارسیان الفاضلان قتلا الاسود العنسی فلم تمض عام واحد حتی راجع الجمیع الاسلام اولہم من اخرہم واسلمت سجاح وطلیحہ وغیرھم صفحہ جلد ۲ یعنی آخر حیات رسول اللہ اور ابتداء خلافت ابوبکر میں اسود عنسی نے صنعا میں اور مسیلمہ نے یمامہ میں ادعائے نبوت کیا۔ مگر اسکے ساتھ وہ حضرت کی نبوت کے بھی قائل تھے۔ اسوقت میں عرب اور یمن وغیرہ چار قسم پر منقسم تھا۔ پہلا طائفہ جو سب سے بڑا اور بزرگ تھا جو جمہور اسلام کا تابع تھا وہ تھا جس نے کسی قسم کا تغیر نہیں دیا اطاعت ابوبکر پر باقی تھا۔ دوسرا طائفہ بھی اسلام پر قائم تھا اور کسی طرح کا اوس میں تغیر نہیں ہوا تھا مگر وہ کہتے تھے کہ ہم کل شرایع اسلام کو بجا لاتے ہیں لیکن ابوبکر کو زکوٰۃ نہیں دینگے اور بعد رسول کسی کی اطاعت قبول کرینگے۔ یہ طائفہ بھی بڑا تھا مگر پہلے طائفہ سے بہت کم۔

کنز العمال مین ہے عن عمر قال لما اجتمع رای المہاجرین وانا فیھم حین ارتدت العرب فقلنا یا خلیفۃ رسول اللہ اترک الناس یصلون ولا یودون الزکوۃ فانھم لو قد دخل الایمان قلوبھم لادوھا
یعنی عمر کہتے ہین کہ تمامی مہاجرین کا اجماع ہوگیا تھا جن مین ہم بھی تھے کہ ان سے جنگ ترک کی جائے جبپر خلیفہ سے کہا کہ چھوڑ دیجئے لوگون کو کہ نماز پڑہین اور زکوۃ نہ دین جب ایمان کو اونکے دلون مین استحکام ہوجائیگا تو زکوۃ بھی دینگے۔
اور ازالۃ الخفا مین ہے کہ بعد از ان در قتال مرتدین مباحثہ واقع شد صدیق اکبر بجد عظیم درین باب منہمک گشت و آن سر قول آنحضرت بود درین فتنہ کہ العصمہ بالسیف
قال عمر یا خلیفۃ رسول اللہ تالف الناس وارفق بہم فقال اجبار فی الجاهلیۃ وخوار فی الاسلام انہ قد انقطع الوحی وتم الدین اینقص وانا حی مذکور فی المشکوۃ معز الرزین صـ۲۸
یعنی اے خلیفہ رسول نرمی کیجئے اور تالیف قلوب فرمائیے تو ابوبکر نے کہا جاہلیت مین تو [illegible] تھا اور اسلام مین آکر ذلیل و خوار ہوا۔ جس سے خلیفہ ناطق بالصواب عمر بن الخطاب کا اس جنگ کو ناجائز سمجھنا بدیہی طور پر ظاہر ہوا جنکے بارہ مین ترمذی مین ہے ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔
اور تاریخ کامل مین ہے قال عبد اللہ بن مسعود لقد قمنا بعد رسول اللہ مقاما کدنا نھلک فیہ لولا ان من اللہ علینا بابی بکر اجمعنا علی ان لا نقاتل علی ابنۃ مخاض وابنۃ لبون وان ناکل قری عربیۃ ونعبد اللہ حتی یاتینا الیقین صـ۱۳۰
یعنی ہم سبکا اجماع ہوگیا تھا اسپر کہ زکوۃ لینے کے لئے جنگ نہ کرین اونٹ کے بچے یا گائے کے بچھڑے پر مگر ابوبکر نے مخالفت کی۔
جس سے جہان یہہ معلوم ہوا کہ وہ سب اہل اسلام سے تھے وہان یہہ بھی معلوم ہوا کہ تمامی صحابہ کا اسپر اجماع بھی تھا کہ ان سے قتال نہ کرنا چاہیے جن مین

آٹھوان حصہ بھی نہین ہے کسقدر آسان ہے کیونکہ اگر لشکر ابوبکر نہ بھی جاتا تو وہی مسلمان جو اون قبائل مین تھے وہی کافی تھے اون کے لئے۔

اب یہان تحریر صدر پر بھی خیال فرمائیے کہ خالد نے جو وحشیانہ سلوک کیا ہے تو اون لوگون کے ساتھ جو یا تو کسی طرح مرتد۔ بلکہ باغی بھی نہ تھے مثل مالک ابن نویرہ وغیرہ۔ یا اون کے ساتھ جو اسلام پر باقی تھے۔ صرف ابوبکر سے باغی تھے اونکو تو جلایا بھونا خاک سیاہ کیا۔ مگر جو اصل مرتد تھا مثل مسیلمہ وغیرہ اوسکے ساتھ اس قسم کی وحشت وغیرہ کچھ نہ دکھائی جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ لڑائی بغاوت کے فرو کرنے کو تھی۔ یا ارتداد کے دفعیہ کے لئے۔

اجماع صحابہ بر عدم قتال مانعین زکوۃ

اب ہم پہلی قسم کے مرتدین کو یہان چھوڑ دیتے ہین جنکو صاحب مفاتیح نے مرتد کہا ہے۔ اور قسم دوم کو دیکھتے ہین جنکو باغی کہا ہے کہ وہ کیسے تھے مرتد تھے یا مسلم کیونکہ انکا اسلام ایسا مسلم الثبوت تھا کہ کوئی اہلسنت سے انکار ہی نہین کرسکتا کیونکہ صحابہ کا اجماع تہا۔ چنانچہ ملل ونحل شہرستانی مین ہے الخلاف السابع فی قتال مانعی الزکوۃ فقال قوم لا نقاتلهم قتال الکفرۃ وقال اخرون نقاتلهم حتی قال ابوبکر لو منعونی عقالا مما اعطوا النبی لقاتلتهم علیه ومضی بنفسه لقاتلتهم ووافقه الصحابه باسرهم وقد ادی اجتهاد عمر فی ایام خلافته الی رد السبایا والاموال الیهم واطلاق المحبوسین منهم ص۲۴

یعنی ساتوان اختلاف مانعین زکوۃ کے قتال مین ہوا کہ ایک قوم نے جماعت صحابہ سے کہا کہ ہم ان ایسی جنگ نہین کرسکتے جیسا کہ کافرون سے جنگ کرتے ہین اور ایک قوم نے قصد قتال کیا ابوبکر نے کہا اگر ہمکو وہ رسیان بھی نہ دینگے جسمین بکریان باندہی جاتین تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے یہانتک کہ خود آمادہ ہوگئے تب سب صحابہ نے موافقت کی۔ مگر عمر کا اجتہاد اپنے زمانہ خلافت مین اسطرف مودی ہوا کہ قیدیونکو واپس کیا اور اونکا مال پھیر دیا اور جو قیدی تھے اونکو آزاد کر دیا

عمر صاحب بھی ہین۔ تو کیا کوئی گمان کر سکتاہے کہ وہ کافر تھے۔
عمر صاحب کا اپنے خیال پر باقی رہنا اور ابوبکر کو اس جنگ مین ناحق پر سمجھنا اس سے بھی ظاہر ہے کہ عمر نے جب خلافت کا چارج لیا تو پہلا کام یہی کیا کہ ابوبکر کے سیف اللہ خالد کو معزول کیا۔ اور جو لوگ قیدی بنائے گئے تھے سبکو آزاد کردیا اور جو مال لوٹا گیا وہ سب واپس کیا۔ تو اب آپ ہی فرمایئے فعل ابوبکر مطابق حق تھا یا فعل عمر جنہون نے برخلاف رائے ابوبکر یہ عمل کیا۔
اب اسپر ترقی دیکھیے کیونکہ ابوبکر کا دل اپنے باغیون کے جلانے اور آگ مین ڈالنے سے سیر نہین ہوا تھا چاہتے تھے کہ اون سے اون لوگون کا خون بہا بھی لین (تاوان جنگ) جو اس لڑائی مین ابوبکر صاحب کی طرف سے مارے گئے تھے مگر عمر صاحب نے نہایت اہتمام سے اس ظلم کو روکا ازالۃ الخفا مین ہے باز حضرت صدیق در مسئلہ ھل [illegible] اذا تابوا [illegible] قتلوا
[illegible]
عن ابی بکر انہ قال لهم [illegible] تدون قتلانا ولا ندی قتلاکم فقال عمر لا ناخذ لقتلانا دیۃ صفحہ ۲۳ مقصد دوم
یعنی ابوبکر نے اون لوگون سے جنہون نے توبہ کیا چاہا کہ اون لوگون کا خون بہا لین جو ابوبکر کی طرف دار اون سے مارے گئے تھے۔ عمر نے کہا کہ ہم اپنے کشتون کا خون بہا نہین لینگے۔
جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ دوم اس جنگ کو بالکل ناجائز جانتے تھے کہ خلیفہ اول نے جو اون سے لڑائی کی تھی وہ لڑائی بالکل ناجائز تھی۔ ورنہ کب ممکن تھا کہ خلیفہ دوم اپنے مقتولین کا اون سے خون بہا نہ لیتے۔
درحقیقت یہہ عجب بات ہے کہ خلیفہ اول نرم دل اور رحیم خلیفہ مشہور ہین مگر خلافت پاتے ہی ایسی سختی مزاج مین آگئی کہ ایک ریسمان کے لیئے مسلمانون کے کشت وخون مین انکو تامل نہین ہوتا قسم قسم پر کہانے

مگر اوسکی قوم جو اوسکے ساتھ تھی یہی کہتی تھی جیسا کہ تاریخ طبری مین ہے فقالوا لا نبایع ابا الفصیل ابدا صلاح۸ مطبوعہ لیڈن

یعنی ہم بکری کے بچہ کے باپ کی بیعت نہین کرتے جس سے معلوم ہوا اونکا انکار صرف بیعت ابوبکر سے تھا نہ صلوٰۃ و زکوٰۃ سے ۔

ابتداء مسیلمہ بوجہ شرکت مہاجرین

بلکہ مین تو یہہ بھی کہہ سکتا ہون کہ اس مسیلمہ کی لڑائی کے باعث اور اوسکو مخالفت اسلام پر آمادہ کرنے والے بھی ایک جلیل القدر صحابی تھے جو مہاجرین سے تھے کہ اونہین نے مسیلمہ کی نبوت کو چمکانا چاہا جس سے اسقدر خونریزی ہوئی۔ چنانچہ تاریخ کامل مین ہے وکان مع مسیلمہ نہار الرجال بن عنفوہ وکان قد ھاجر الی النبی وقرء القرآن وفقہ فی الدین و بعثہ معلما لاھل الیمامہ ولیشغب علی مسیلمہ فکان اعظم فتنۃ علی بنی حنیفہ منہ شہد ان محمدا یقول ان مسیلمہ قد اشرک معہ فصدقوہ واستجابوا لہ وکان مسیلمہ ینتھی الی امرہ صـ۱۳۸

یعنی مسیلمہ کے ساتھ نہار الرجال بن عنفوہ تھا جسنے ہجرت کی تھی رسول اللہ کی طرف۔ اور قرآن کو پڑہا تھا اور رفقہ دین حاصل کیا حضرت نے اوسکو بغرض تعلیم طرف اہل یمامہ کے روانہ کیا تھا پس وہ اعظم فتنہ ہوا بنی حنیفہ کے لیے کیونکہ اوسنے گواہی دی کہ محمد کہتے تھے کہ مسیلمہ شریک کیا گیا ہے۔ پس سبنے اوسکی تصدیق کی اور اوسکا کہا مانا اور خود مسیلمہ ہر امر مین اوسکی طرف رجوع کرتا۔

جس سے معلوم ہوا کہ بنی حنیفہ نے ورنہ [illegible] مسیلمہ کی تصدیق نہین کی تھی نہ اوسکو نبی مانا تھا۔ بلکہ ایک صحابی نے جو مہاجرین سے تھا اوسنے گواہی دی کہ [illegible] سوجہ سے وہ اسکے پیرو ہوئے۔ تو پھر کون کہہ سکتا ہے [illegible] سب اسلام سے [illegible] تھے۔ کیونکہ اہلسنت بھی تو صحابہ کے کہنے پر ایمان لاتے ہین تو پھر اون مین اور ان مین فرق ہی کیا رہا کیونکہ خود مسیلمہ صحابی ہے اور اوسکی تصدیق کرنیوالا اوسپر ایمان لانے والا ایک صحابی ہے جو مہاجر ہے۔ تو پھر

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ کہتے ہین اگر تین باتون کو مین رسول سے پوچھے ہوتا تو سرخ اونٹ سے بھی زیادہ مجھے محبوب تھا۔ ایک تو یہ کہ آپکے بعد خلیفہ کون ہوگا دوسرے یہ کہ جو لوگ کہتے ہین کہ ہم زکوۃ کا اقرار کرتے ہین کہ اپنے مال سے نکالینگے مگر تمکو نہین دینگے۔ کیا ان سے قتال جائز ہے۔ تیسرے یہ کہ معنی کلالہ دریافت کرتے۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر دونو اسکا افسوس کرتے ہین کہ کاش ہم حضرت سے خلیفہ کو پوچھے ہوتے کہ آپکے بعد کون خلیفہ ہوگا۔ مگر اتنی عقل انکو ہی نہین آئی کہ خلافت کو چھوڑکر الگ ہو جاتے جو اسکے اہل اور مستحق تھا سنبھال لیتا آپ کیون اوسپر قابض ہین جب اسقدر یقینی معلوم ہے کہ بحکم رسول آپ خلیفہ نہین بنائے گئے۔

بہر حال اصل بحث قتال مانعین زکوۃ مین ہے کہ اون سے مقاتلہ کرنے کو نہ ابوبکر صاحب جائز سمجھتے تھے نہ عمر صاحب کیونکہ دونو خطا کا بھی اقرار کرتے ہین اور اسکا بھی افسوس کرتے ہین کہ کاش رسول اللہ سے دریافت کئے ہوتے مگر انہیں اون سے جنگ کی اور ایسی جنگ کی جو ہمیشہ یاد گار رہیگی۔

ان سب لڑائیون مین جہان خطا اور ناجوازی کا اقرار ہے وہان بعد فتح و کامیابی اسپر مسرت بھی ظاہر کی جاتی ہے کہ ابوبکر صاحب کامیاب ہوئے اور اس سے اون کا رعب بیٹھ گیا جس سے پھر فتوحات مین خوب ترقی ہوئی۔ مگر افسوس ہے اون عقلون پر کہ کسی مسلمان کے قتل سے کسی کی کامیابی پر مسرت کی جائے۔ کیا کوئی بدلہ اوس شخص کا مل سکتا ہے جو بلا وجہ مارا جائے۔ کیا آپکو نہین معلوم اس لڑائی مین کتنے لوگ فریقین سے مارے گئے کہ اگر وہ سب اس خانہ جنگی مین تباہ نہ ہوتے تو اسلامی فتوحات مین کتنی ترقی ہوتی۔ تاریخ اوٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہو صرف مسیلمہ کذاب کی جنگ مین مہاجرین و انصار مدینہ سے ۳۶۰ آدمی مارے گئے اور غیر اہل مدینہ سے ۳۰۰ اور مسیلمہ کے طرفدارون سے ۲۱ ہزار جو سب مسلمان تھے کیونکہ گو مسیلمہ مدعی نبوت ہوا تھا

رسولؐ ہوا جسکے لئے یہانتک تصریح ہے کہ ہر ہر جزئی امر کی حضرت نے خبر دی تھی اور حکم دیا تھا تو اور بھی کوئی محل اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ جب خود شارعؐ مقدس حکم خاص دے گئے تھے تو اسمیں کسیکو عذر ہی کیا ہے۔

یہہ جواب بر بنا و تسلیم صحت روایت ہے کہ ہم مان لیں یہہ واقعہ ایسا ہی ہوا حالانکہ کوئی ثبوت اسکا کتب شیعہ سے نہیں دیا گیا ہے کہ حضرت نے ایسا کیا تہا اور جو روایت صحیح بخاری مین ہے وہ اسوجہ سے باطل ہے کہ راوی اسکا عکرمہ خارجی ہے جو دشمن جناب امیر تہا اور نہایت کاذب و دروغگو پھر اوسکی روایت پر کون اعتماد کر سکتا ہے۔

ان سب کے علاوہ خود فتح الباری اور عمدۃ القاری مین مرقوم ہے فی روایۃ الحمیدی المذکوران علیاًؑ احرق المرتدین یعنی الزنادقہ وفی روایۃ ابن ابی عمرو محمد بن عباد عند الاسمعیلی جمیعا [illegible] عمرو بن دینار و ایوب و عمار الدھنی اجتمعوا فتذکروا الذین حرقھم علیؑ فقال ایوب فذکر الحدیث فقال عمار لم یحرقھم ولکن حفر لھم حفائر وخرق بعضھا الی بعض ثم دخن علیھم فقال عمرو بن دینار قال الشاعر لترم بی المنایا حیث شاءت ۔ اذا لم ترم بی فی الحفرتین ۔ اذا ما اججوا نارا وحطبا ھناک الموت نقدا غیر دین ۔ انتھی۔ وکان عمرو بن دینار اراد بذلک الرد علی عمار الدھنی فی انکارہ اصل التحریق ثم وجدت فی الجزء الثالث من حدیث ابی طاھر المخلص حدثنا لوین حدثنا سفیان بن عیینہ فذکرہ عن ایوب وحدہ ثم اوردہ عن عمار وحدہ قال ابن عیینہ فذکرتہ لعمرو بن دینار فانکرہ قال فاین قولہ اوقدت ناری ودعوت قنبرا فظھر بھذا صحۃ ما ظننتہ وسیاتی للمصنف فی استتابۃ المرتدین فی اخر الحد ومن طریق حماد بن زید عن ایوب عن عکرمہ قال اتی علیؑ بزنادقۃ فاحرقھم ولاحمد من ھذا الوجہ ان علیاًؑ اتی

کیونکر نہ وہ ایمان لاتے ۔

ان حضرات کو کیا معلوم اس جنگ مین اسلام کا کتنا نقصان ہوا تاریخ کامل مین ہے واشتد القتال ولم یلق المسلمون حربا مثلہ قط وانہزم المسلمون ص۱۱۵

یعنی ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ کبھی مسلمانون کو اس قسم کی لڑائی کا موقع نہ آیا تھا۔ اور اس میں ہزیمت پائی مسلمانون نے ۔

دوسرا نقصان سنئے بعد وقعہ الیمامۃ امر ابو بکر بجمع القران لما رای من کثرۃ من قتل من الصحابۃ لئلا یذھب القران ص۱۴۷

یعنی بعد واقعہ یمامہ ابو بکر نے حکم دیا جمع قرآن کا کیونکہ بہت سے صحابہ اس مین مارے گئے تھے ۔ اسی خوف سے ابو بکر نے جمع قرآن کا حکم دیا کہ پورا قرآن نہ ضایع ہو ۔ جس سے اسقدر تو ضرور معلوم ہوا کہ کچھ حصہ غائب ہوا خوف تھا کہ کہین پورا قرآن نہ غائب ہو جائے ۔ تو کیا کوئی مسلمان ایسی ناجائز لڑائی پر خوش ہو سکتا ہے جس سے اسقدر اسلام کا نقصان ہوتا ۔

مگر ہان اسپر خوش ہو سکتے ہین کہ خیر اس نقصان کے بعد کسی طرح اسلام تو باقی رہا ورنہ جیسا کہ مسلمانون نے شکست کھائی تھی اگر دو ایک شکست اور ہوتی تو بالکل اسلام تباہ ہو جاتا ۔

جواب احراق جناب امیر ہان یہان اہلسنت یہی کہتے ہین کہ جناب امیر نے بھی کچھ لوگون کو جلوایا ہے ۔ لہذا اوسکے متعلق بھی حقیقت حال کو دریافت کر لینا چاہئے کیونکہ سابقاً عبارت فتح الباری اور عمدۃ القاری اور خود صحیح بخاری سے لکھا گیا ہے کہ جناب امیر نے بھی مرتدین کو جلوایا تھا جسکا جواب مطابق اصول شیعہ تو یہ ہے کہ اگر حضرت نے فی الواقع جلوایا تھا تو کسی طرح اسپر اعتراض نہین ہو سکتا ۔ کیونکہ امام ہمیشہ معصوم ہوتا ہے اور جناب امیر کی عصمت اور کل ائمہ اطہار کی عصمت باتفاق فریقین ثابت ہے ۔ پھر قول یا فعل معصوم پر کوئی اعتراض ہی نہین ہو سکتا اور چونکہ یہہ بھی روایات اہلسنت سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت کا جو فعل تھا حکم

وثوق نہین اوسکی تصدیق اس سے بھی بخوبی ظاہر ہوئی کہ عمار دہنی نے اوسکی تکذیب کی۔

اور اس سے بھی زیادہ مزہ دار یہ ہے کہ بخاری نے جو خود بھی خارجی ہین اس حدیث کو ناقص وارد کیا کیونکہ خود ابن حجر لکھتے ہین زاد اسمعیل بن علیہ فی روایتہ فبلغ ذلک علیاً فقال ویح ام ابن عباس کذا عند ابی داؤد وعند الدارقطنی فحذف امرہ ویحتمل انہ لم یرض بما اعترض بہ ورای ان النہی للتنزیہ کما تقدم بیان الاختلاف فیہ ص۲۲۴ جلد ۱۲

یعنی اسمعیل بن علیہ نے اپنی روایت مین زیادہ کیا ہے کہ حضرت علیؑ کو یہ خبر پہونچی اور آپ نے فرمایا ابن عباس کو یہ زیادتی بروایت ابی داؤد ہے اور دارقطنی کی روایت مین ... معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ ابن عباس ... راضی نہ تھے اور وہ اس نہی کو بھی تنزیہی پر محمول کرتے جیسا کہ بیان ہوا۔

افسوس ہے بخاری پر کہ اونہون نے اپنی ناصبیت سے روایت کو ناقص لکھا جس سے ابن عباس کا اعتراض قایم رہے حالانکہ ابوداؤد و دارقطنی وغیرہ مین یہہ بھی موجود ہے کہ جناب امیر نے اپنی ناراضی ظاہر کی اعتراض ابن عباس پر کہ یہ اعتراض اون کا غلط ہے اور واقعاً غلط ہے کیونکہ امام معصوم سے کبھی غلطی ہو نہین سکتی۔

اب اس سے بھی بڑھکر اگر جواب لاجواب چاہتے ہو تو عمدۃ القاری شرح بخاری عینی ملاحظہ ہو کہ لکھتے ہین۔ ان علیاً رض بلغہ ان قوماً ارتدوا عن الاسلام فبعث الیہم فاطعمہم ثم دعاہم الی الاسلام فابوا فحفر حفیرۃ ثم اتی بہم فضرب اعناقہم ورماہم فیہا ثم القی علیہم الحطب فاحرقہم ثم قال صدق اللہ ورسولہ ص۲۳۵ جلد ۱۱

یعنی حضرت کو ایک قوم کے ارتداد کی خبر پہونچی آپنے اونکو بلوا بھیجا پہلے کھانا کھلایا پھر اسلام کی طرف دعوت کی اونہون نے انکار کیا تو حضرت نے ایک گڑھا

بقوم من هؤلاء الزنادقة ومعهم كتب فامر بنار فاججت ثم احرقهم وكتبهم وروى ابن ابى شيبة من طريق عبد الرحمن بن عبيد عن ابيه قال كان ناس يعبدون الاصنام فى السر وياخذون العطاء فاتى بهم على فوضعهم فى السجن واستشار الناس فقالوا اقتلهم فقال لا بل اصنع بهم كما صنع بابينا ابراهيم فحرقهم بالنار ص۱۱ جلد ۱۲

خلاصہ یہہ کہ حمیدی نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے جلایا تھا مرتدین کو یعنی زنادقہ کو روایت ابن ابی عمر مین یہ ہے کہ عمار دہنی نے کہا حضرت علی نے آگ سے نہین جلایا بلکہ دو گڈہے کھودے گئے جنمین سوراخ کردیا گیا آگ کے دہوین سے ہلاک کئے گئے۔ عمرو بن دینار نے ایک عربی شاعر کا شعر پڑھا جس سے مقصود رد تہا عمار دہنی کا۔ ابن عیینہ کہتے ہین کہ ہمنے عمار دہنی کا قول عمرو بن دینار سے بیان کیا تو اوسنے انکار کیا اور کہا کہ پہر حضرت کا وہ قول کیا ہوا کہ مینے آگ روشن کرایا اور قنبر کو بلوایا۔ اور قریب ہے کہ مصنف آخر کتاب حدیث مین یہ روایت لائے کہ حضرت علیؓ نے زنادقہ کو اور اون کی کتابون کو جلوا دیا۔ ابن ابی شیبہ کی روایت مین ہے کہ یہ لوگ دراصل بت پرست تھے کہ پوشیدہ طور پر بت پرستی کرتے اور بظاہر مسلمان بنکر عطیہ لیتے پہلے اونکو حضرت علیؓ نے قید کیا پہر لوگون سے مشورہ لیا کہ کیا کیا جائے تو لوگون نے کہا قتل کر ڈالئے اوس کے جواب مین حضرت نے کہا بلکہ جس طرح ہمارے جد ابراہیم خلیل اللہ کو انہون نے جلایا تہا اوسی طرح جلائینگے پس جلا دیا اونکو۔

اس روایت سے بوضوح تمام ظاہر ہے کہ اسمین اختلاف ہے کہ آیا حضرت نے جلایا یا نہین کیونکہ دوسری روایت اسکی معارض ہے جسمین یہ بیان کیا گیا ہے کہ گڈہے کھودے گئے تھے اور وہ دہوین سے اوسکے ہلاک کئے گئے جس سے عذاب بالنار کا الزام نہین قایم ہوسکتا۔

ہان ہمنے جو ابتدا مین لکھا ہے کہ یہ روایت عکرمہ سے ہے جو خارجی ہے اور قابل

شیخین تھے جنکی حکومت ہر طرح مسلم تھی۔ لہذا ضرور ہوا کہ یہ فساد عقیدہ ونکا اون معجزات وکرامات سے پیدا ہوا جو حضرت کے مخصوصات سے تھا کہ بعد رسولؐ بھی ایسے صدہا کرامات اسی قسم کے ظاہر ہوئے۔ اور بعد خلافت ظاہری تو ایسے معجزا ہوئے جنسے عقلیں حیران ہو گئیں۔

یہی باعث ہوا اسکا کہ وہ اس عقیدہ فاسدہ مین مبتلا ہوں کیونکہ دیکھ رہی ہین خلیفہ آپ کے قبل تین ہو چکے جنکی خلافت وحکومت تمام عالم پر مسلم تھی۔ مگر خارق عادت کیسی۔ ایسی بھی کوئی بات اون سے نہ دکھائی دی جس مین ذرہ برابر حیرت ہوتی۔ بلکہ جو بات ہوتی بے عقلی کی بے فہمی کی جہالت کی جسکو ادنے ادنے اشخاص درست کرتے تھے اور خلیفہ سر جھکا دیتے تھے اپنی نادانی وبے عقلی کا اعتراف کرتے تھے۔

حضرت نے اون لوگون کی فہمائش کی اور بتایا کہ ہم بھی ایک مخلوق خدا ہین۔ کسی طرح قابل پرستش نہین ہین۔ جب کسی طرح اونہوں نے نہ مانا اور راہ حق کو نہ قبول کیا۔ تو اب حضرت مجبور ہوئے اون کی سزا پر۔

سزا کی انتہائی حد یہی قتل ہے جو بہت سی حالات مین جاری ہوتی ہین کسیکو قتل کر ڈالے یا چند مرتبہ حد کے بعد چوری کرے اور شراب پینے مین بھی یہی حد ہے۔ پس اگر یہی سزا دیجاتی تو یہ جرم بھی اوسی درجہ کا قرار پاتا جو اور جرایم کی شان تھی کہ روزمرہ قتل ہوتا ہے شراب پی جاتی ہے زنا ہوتا ہے۔

لہذا عقلی طور پر ضرور تھا کہ اس جرم عظیم کی سزا بھی عظیم دیجائے ورنہ یہ جرم بھی عام جرایم کی طرح رائج وجاری ہوتا۔ کیونکہ یہ جرم ایسا تھا کہ آجتک اسلام مین اس جرم کا وجود بھی نہین ہوا تھا۔ اور جرایم کا عام قاعدہ یہی ہے کہ ایک کو دیکھکر دوسرا بھی اوسکا ارتکاب کرتا ہے۔ اگر پوری انسداد کر دی جائے تو ممکن ہے وہ بات نہو اسی کی طرف خداوند عالم اشارہ فرماتا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ کہ قصاص انتقام مین تمہاری زندگی ہے کیونکہ اگر ایک شخص قتل ہوتا ہے

کھدوادیا اور سب کو قتل کرایا بعد اوسکے اونکو گڑہے مین ڈلوادیا اور آگ دلوادی
اوسکے بعد کہا صدق اللہ ورسول
ابتو معلوم ہو گیا کہ حضرت کو اسکا خاص اور حکم خاص تہا جسپر اپنے صدق اللہ
ورسولہ فرمایا تو اب اسپر اعتراض کرنا خاص حکم رسول اللہ پر اعتراض کرنا ہوا۔
افسوس کہ بحث خارج عن المبحث ہے کہ ہم یہان اسکو ثابت کرین کہ حضرت کی
جتنی لڑائیان تہین اور جتنی کارروائیان وہ سب بحکم خاص رسول اللہ تہین
جسکو خود علمائے اہلسنت نے نہایت تصریح سے ثابت کیا ہے۔

فرق احراق جناب امیرؑ وابوبکر

اب ہم اس سے بہی درگذر کرین اور روایتون کی صحت کو بہی تسلیم کرلین تو بہی دونون احراق مین ایسا فرق ہے جسکو ہر ایک عاقل بہی قبول کرسکتا ہے کہ ان دونون مین کس قدر فرق ہے۔ کیونکہ ابوبکر صاحب نے اپنے باغیون کو جلایا تہا جنہون نے ان کی اوس خلافت کو نہ قبول کیا جو خلاف حکم خدا ورسول قایم ہوئی تہی۔ اور جناب امیرؑ نے اون لوگون کو جلایا جو اسلام سے مرتد ہوئے تھے زندیق تھے چنانچہ خود بخاری مین ہے قال اوتی علی بزنادقۃ اور شرح عینی مین ہے ان علیا اتی بناس من الزط یعبدون وثنا فاحرقہم ص ۲۳۵
اور تصریح ابن حجر سے بھی اون کا زندیق ہونا مذکور ہوا پس اگر حضرت علیؑ نے جلایا تو بوجہ ارتداد و کفر و زندقہ اور ابوبکر صاحب نے جلایا تو اپنے مخالفون کو نہ کسی کافر کو یا مشرک کو۔
یہین سے عینی کی غلطی بھی ظاہر ہوئی جو پہلے انہون نے لکہا تہا دتحریق علی الخوارج بالنار کیونکہ یہان خود تصریح کی ہے کہ وہ سب زنادقہ تھے نہ خوارج۔
اب یہان یہ امر قابل غور ہے کہ وہ لوگ اس عقیدہ فاسدہ کے کیون قایل ہوے ہا کیونکہ اگر ظاہری حکومت پہ خیال کیا جائے تو حضرت کو کسی وقت بہی یہ بات نہین حاصل ہوئی اور اگر حکومت سے یہ عقیدہ پیدا ہوتا تو اسکے مستحق زیادہ تر

سکتے ہین۔

آپ تحقیقات صدر مین دیکھ چکے ہین وقد احرق ابوبکر البغاۃ بالنار بحضورۃ الصحابۃ ص۱۵۰

ابوبکر نے اپنے باغیون کو آگ مین جلایا ہے صحابہ کے سامنے جس سے معلوم ہوا کہ اونکا فعل محض نفسانیت کے لحاظ سے تہا نہ از راہ خدا ترسی۔ اور جناب امیر نے حسب روایات اہلسنت اون لوگون کو جلایا جو قایل بہ الوہیت جناب امیر ہوئے تھے نہ اون لوگون کو جو باغی تھے۔ تو اب آپ ہی فرمایئے کس کا فعل مطابق حق وصواب تہا۔

استدلال مانعین زکوۃ بہر حال یہ جملہ معترضہ تھا جس سے صرف یہ دکہانا مقصود تہا کہ اگر جناب امیر نے کچہہ لوگون کو جلایا تو کس طرح کہ بتحقیق علامہ عینی بعد قتل حضرت کے اون لوگون کو جلوایا ہے اور وہ بھی بحکم خاص رسول جسکا حضرت حکم دے گئے بخلاف ابوبکر کے کہ نہ خود خلافت انکی بحکم رسول اللہ تھی۔ نہ کبھی انکو کسی قسم کی دینی خدمت تفویض ہوئی تھی نہ اونکو کوئی حکم خاص یا عام ملا تہا۔ اسپر انہون نے اس طرح کی آگ لگائی کہ تمام عرب کو بھون دیا۔

سب اسکے ساتہہ کہ وہ سب مسلمان تھے۔ صحابی تھے بجز اسکے کہ ابوبکر کے ہاتہہ مین زکوۃ دینے سے مانع تھے اور کوئی قصور نہ تھا۔ صرف باغی تھے۔ مگر مسلمانون کے بھڑکانے کو مرتد کا خطاب اونہین دیا گیا۔ اسکو بھی ملاحظہ فرمایئے کہ اون کی کیا دلیل تھی اور کس وجہ سے منکر زکوۃ تھے تاکہ معلوم ہو وہ دراصل مرتد تھے یا نہین۔ اور یہ کہ اونکا قتل جائز تہا یا نہین۔

تفسیر کبیر مین بذیل تفسیر آیہ خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بہا وتزکیھم وصل علیھم ان صلوٰتک سکن لھم لکہتے ہین احتج مانعوا الزکوۃ فی زمان ابی بکر بھذہ الایۃ وقالوا انہ تعالیٰ امر الرسول باخذ الصدقات ثم امرہ ان یصلی علیھم وذکر ان صلوتہ سکن لھم فکان وجوب الزکوۃ مشروطا بحصول ذلک السکن ومعلوم ان غیر الرسول لا یقوم مقامہ فی حصول ذلک السکن فوجب ان لا یدفع الی احد غیر الرسول ص۲۷۹ جلد

تو دوسرون کو عبرت ہوتی ہے۔

اسی کی طرف علامہ محمد بن اسمعیل بن صلاح امیر روضہ ندیہ مین اشارہ کرتے ہین فان قیل کیف حرقهم امیر المومنین وقد نهی رسول الله عن ذلک وهو ثابت فی الاحادیث قلت لعله ع طمع بایقاد النار والهابها وهم یشاهدون ذلک فی ان یکون داعیا لهم الی الرجوع والتوبة فلما اصروا علی ذلک رای استحقاقهم لاعظم العقوبات لعظم ماجاؤا به وانه فهم من النهی انه لایحرق بالنار اذا لم یبلغ الذنب الموجب لمثل ذلک وانه ع کان عنده من الرسول اعلام باحراقهم مخصصا للنهی وسیاتی زیادة فی البحث فی شرح بیت الامر بمحبته ع والنهی عن بغضه انتہٰی ص۵۸

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ حضرت نے کیونکر اون لوگون کو جلایا حالانکہ رسول اللہ نے اس سے منع کیا ہے۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ شاید حضرت نے آگ روشن کرنے سے اسکی امید کی ہو کہ جب وہ آگ کے شعلون کو دیکھین گے تو رجوع اور توبہ کرینگے جب اسپر بہی اون کا اصرار نہ گیا اور اپنی ضد پر قایم رہے تو حضرت نے مناسب سمجھا کہ سخت ترین سزا دی جائے۔ کیونکہ نہایت ہی امر عظیم کا ارتکاب کیا تھا اور حضرت نے احادیث نہی سے یہ سمجھا کہ یہ نہی مخصوص ہے اون جرایم سے جسکی عظمت اس حد تک نہ پہونچے جسپر جلانا اون کا ضروری ہے۔ اور حضرت کو اس بارہ مین خاص علم تھا رسول اللہ سے اون کو جلانا چاہیے لہذا یہ حکم مخصص تہا اوس حکم عام کا۔

افسوس ہے حضرات اہلسنت پر جو عداوت جناب امیر مین اسدرجہ سرشار ہین کہ اون کو یہی نہین معلوم ہوتا کہ ہم کس پر اعتراض کر رہے ہین حالانکہ دیکھ رہے ہین حضرت جو کام کرتے ہین تعلیم خاص رسول اللہ جس سے ہر امر پر آپ صدق اللہ ورسولہ فرماتے ہین جس سے بدیہی طور پر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جبتک خدا اور رسول نے کوئی بات کہی نہو اور اوسکے مطابق وقوع مین نہ آیا ہو صدق اللہ ورسولہ کیونکر کہہ

نہ ہوتا چنانچہ تاریخ اضمحلال اسلام میں بتفصیل لکھ چکا ہوں۔ یہاں صرف ایک واقعہ
لکھتا ہوں جس سے معلوم ہو کہ عرب کے خیالات کیا تھے تاریخ اعثم کوفی میں ہے صحفہ
مرتد شدن اہل حضرموت وکندہ وقبایل ایشان چنین گویند کہ حضرت رسول خدا صلعم
امارت حضرموت وکندہ واستخراج صدقات ایشان زیاد بن لبید انصاری
را فرمودہ بود در حیات آنحضرت صلعم وے مقیم آن بلاد بود چون خبر وفات آن
حضرت وکیفیت خلافت ابوبکر آنجا شایع شد زیاد اکابر واشراف آن دیار را
حاضر کرد وصورت حال باز نمود واز جہتہ صدیق رض بیعت خواست اشعث بن
قیس کہ از بزرگان آن قبایل بود در جواب گفت کہ اے زیاد سخن تو شنیدیم
ودعوی کہ میکنی معلوم کردیم چون ہمگنان بر خلافت ابوبکر رض اتفاق کنند ما نیز
موافقت نمائیم زیاد گفت اعتبار اتفاق مہاجر وانصار را باشد اشعث گفت
نتوان دانست کہ بعد ازین کارہا چگونہ شود بعد ازان امراء القیس بن عباس
پسر عم اشعث در سخن آمد وگفت اے اشعث خدای ورسول وایمان وقرآن
را بتو شفیع میآورم کہ خلاف مسلمانان را نہ اندیشی واز اسلام برنگردی کہ اگر
تو درین کار ابتدا کنی واین قبائل متابعت تو نمایند وخدای دین محمدی را
نصرت روزی کند وقایم مقامی بجائے او نشیند آنگاہ اندیشہ تو سبب ہلاکت
جہانی گردد و تو شنیدہ کہ ہمہ درین نزدیکی با دیگر کوتہ اندیشان وبدسگالان
چہ رفت اشعث گفت اے ابن عباس محمد از جہان برفت وعرب بر سر پرستیدن
خدایان پدران خویش شدند وما از عرب برکرانہ ایم ولشکر ابوبکر بما نرسد وابوبکر
با ما رزم نکند امراء القیس گفت اے اشعث یقین دان کہ ابوبکر رض چنانکہ
بدیگر مخالفان لشکر فرستاد بما ہم فرستد واین زیاد بن لبید کہ درمیان ماست
رہا نکنند کہ کس بر خلاف وی زند اشعث بخندید وگفت آخر زیاد بدین قانع نباشد
کہ با تعرض او نکنیم واو درمیان ما بسلامت باشد امراء القیس گفت نکو خواہان
دہند پند ولیک نیک بختان بوند پند پذیر این بگفت وبگشت قائل کندہ

یعنی مانعین زکوٰۃ نے بعہد ابوبکر اسی آیہ سے استدلال کیا تھا کہ خدا نے اپنے رسول کو
حکم دیا یہ اخذ صدقات پھر اسکا حکم دیا کہ صلوٰۃ بھیجین اونپر اور یہ بھی فرمایا کہ صلوٰۃ رسولؐ
موجب سکون نفس ہے اون کیلیے پس گویا کہ وجوب زکوٰۃ مشروط ہے حصول سکون کے
ساتھ اور معلوم ہے کہ غیر رسول اس سکون مین قایم مقام نہین ہوسکتا تو پھر غیر رسول
کو زکوٰۃ بھی نہین دی جا سکتی ۔ اور شرح قسطلانی مین ہے وقالوا انھا خاصۃ
بالزمن النبوی لانہ تعالیٰ قال خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم بھا وتزکیھم
وصل علیھم الآیہ فغیرہؐ لا یطھرھم ولا یصلی علیھم فیکون صلوتہ
سکنا لھم یعنی اون کا دعوی یہ تھا کہ حکم اخذ زکوٰۃ مخصوص ہے زمانہ نبیؐ سے
کیونکہ خدا فرماتا ہے لو اون کے اموال سے صدقہ کہ طاہر کرو اونکو بسبب اوسکے اور تزکیہ
تزکیہ کرو اون کا اور صلوٰۃ بھیجو اونپر کہ صلوٰۃ تمہاری موجب سکون ہے اون کیلیے
پس غیر نبی نہ اونکو طاہر کر سکتا ہے نہ صلوٰۃ بھیج سکتا ہے جو موجب سکون ہو۔

اس تقریر سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ اصلی مطلب اونکا کیا تھا کیونکہ نہ وہ وجوب زکوٰۃ
کے منکر ہین نہ کسی امر شریعت سے اونکو انکار ہے ۔ بلکہ وہ چاہتے ہین کہ جن اوصاف
وصفات کا نبی تھا وہ نہین اوصاف کا مالک اونکا خلیفہ ہو کیونکہ وہ کہہ رہے
ہین حضرت کو حکم تھا کہ ہمسے زکوٰۃ لیکر ہماری تطہیر کرین ۔ غیر نبی کیونکر یہ کام کر سکتا ہے
کیونکہ جو لوگ حضرت کی طرف سے عامل مقرر ہوتے وہ نایب خاص تھے جنکے ہاتھہ مین
زکوٰۃ دینا وہی فوائد حاصل کرتا ۔ جو نبی کے ہاتھ مین دینے سے فوائد حاصل ہوتے ۔
اسلیے اونکو زکوٰۃ دینے مین کبھی عذر نہین ہوا اور ابوبکر صاحب کو تو سب جانتے
تھے نہ کبھی یہ عامل صدقات ہوئے نہ رسولؐ نے ان سے کوئی دینی کام لیا نہ اونکو خلیفہ
کیا ۔ پھر انکو زکوٰۃ دینا کیونکر جایز ہوگا ۔ یہی وجہ بغاوت ومخالفت تھی ۔

مناظرہ مخالفین ابوبکر افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ ہم اس کو
بخوبی دکھاتے کہ یہ ساری لڑائیان صرف اسوجہ سے ہوئین کہ خلافت ابوبکر قایم کی گئی
ورنہ اگر حسب ارشاد رسول خلافت خاندان رسالت مین رہتی تو کوئی فساد

با یاران خویش راہ مدینہ را پیش گرفت از دو منزل شعری در تہدید و وعید باز پس فرستاد
چون شعر باشعث بن قیس رسید او و جملگی قبائل کندہ متاثر شدند و گفتند ای قبایل
اگر رایہای شما برین جملہ قرار گرفت و عزمہا درست شد اکنون اطراف فراہم گیرید و شرایط
احتیاط بجا آرید و شہرہا و ولایات خود را از دشمنان نگاہ دارید کہ مرا یقین حاصل است
کہ تقدیم قبیلہ ابوبکر یعنی تیم بن مرہ تن در نہند و ترک مہتران بطحا یعنی بنو ہاشم نگیرند
کہ معدن رسالت و شایان امامت ایشانند و اگر رواستی کہ خلافت بیرون ہاشم
کسی را باشد ہیچکس بدان منصب سزاوار تر از ما نیست کہ پدران ما ملوک این زمین
بودہ اند پیش از ان کہ در جہان نہ قرشی بود نہ بطحی پس درین باب شعری بگفت
و عزائم ایشان بر خلاف مقرر شد پس زیاد بن لبید بقبیلہ از قبایل کندہ رفت
کہ آنرا بنی زہد خوانند و با ایشان از بنی کندہ شکایت کرد و ایشان را باطاعت
ابوبکر رضـ خواند ایشان گفتند اے زیاد ما را چرا باطاعت کسی میخوانی کہ رسول ؐ
باطاعت او کسی را وصیت نکردہ و در کار او مثالے ندادہ زیاد گفت راست
میگوئی ولیکن جماعت مسلمان باتفاق او را اختیار کردہ اند گفتند چون اجتہاد
میکردند چرا اہل بیت رسول ؐ را از میان بیرون نہادند و این کار حق ایشان
بود بقول خدای عزوجل آنجا کہ فرمودہ اولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض
فی کتاب اللہ زیاد گفت مہاجر و انصار در کار مسلمانی از شما دانا تراند گفتند
بخدا کہ حسد کردند و حق از مستحق بردند و ما را یقین است کہ رسول ؐ از دنیا
بیرون نرفت تا امت را مقتدائے از اہل بیت خویش قبض نکرد اکنون اے
زیاد از قبیلہ ما بیرون شو کہ دعوت تو برقرار نیست و سخنان ترا در حق خویش
قبول نخواہیم کرد ۔ ص ۱۳ مطبوعہ بمبئی

دیکھئے یہ واقعہ آپکو صاف بتا رہا ہے کہ نہ کوئی منکر زکوۃ تھا نہ مرتد بلکہ خود
ان مسلمانوں کو جو خلافت ابوبکر کے طرفدار تھے کہ رہا ہے برعب برسر پرستیدن
خدایان پدران خویش شدند یعنی جو لوگ خلیفہ بنا رہے ہین وہی مرتد ہین ۔

قبائل کنده و اهالی حضرموت دو فرقه شدند جماعتی با نیت هائے صاف و اعتقاد
هائے درست عزائم خود را بر اداء نماز و زکوٰة مصمم کرده و قومی در سر گشتگی و ضلالت
افتاده زیاد ابن معنی اندیشه مندمی بود و بخلاص و نجات خورسند چون
روزے چند بر آمد یک روز منادی کرد مردمان را و گفت اے مسلمانان صدقات
دراهم آرید که نزدیک صدیق بفرستم که لشکر انبوه است و اخراجات بسیار
و خدائے عزوجل شعر اهل رده را کفایت کرد مردمان ادای صدقات آغاز نهادند
بعضی از جان و دل و قومی باکراه و زیاد اموال بنرمی و تندی میگرفت
تا که روزے شتری از ان جوانی را داغ صدقات نهاده در گله بیت المال
حواله کرد جوان آمد و گفت این شتر را دوست دارم از این دست بدار و دیگرے
بهتر از این بعوض این میدهم زیاد این سخن را اجابت نکرد جوان که نام او
یزید بن معویه القری بود نزدیک حارث بن سراقه آمد که یکی از سادات
آن بلاد بود و گفت حال زیاد با من چنین است طمع دارم که بشفاعت
این کار کنی تا آن شتر بمن دهد و دیگری از من بستاند که من با آن بسے
الفتے دارم حارث نزد زیاد بن لبید آمد و این معنی اظهار و التماس نمود که
کار این شتر سهل است عوض آن شترے دیگر میدهد بگیر و آن شتر را باو باز ده
زیاد انکار کرد که آن شتر بداغ صدقات موسوم شده است باز دادن روا
نباشد پسر سراقه در خشم شد و نزدیک گله شتران آمد و آن جوان را گفت شتر
خویش را باز کن و ببر بحضور من بسلامت در خانه رود اگر کسی سخنی گوید بشمشیر
رعونت مغز از دماغ او بیرون کنم ما بفرمان خدای رسول او را مطیع بودیم
تا صاحب شریعت بجای بود چون او را فرمان حق رسید اگر از اهل بیت او
کسی بجاے او نشستے آنکس را اطاعت داریم پسر بو قحافه را با ما چه فرمان رسد
و با ما چه کار دارد و درین معنی شعری انشا کرد و در التجا و انتها بخاندان مصطفی
و تبرا از ابوبکر و بر زیاد فرستاد زیاد چون این شعر بشنید هراسان و ترسان

النبی او الولی الذی یبعثهم علی القیام بامر الله ویذهب عنهم
مذمومات الاخلاق ویاخذهم بمحمودها ویولف کلمتهم لاظهار
الحق تم اجتماعهم وحصل لهم التغلب والملك وهم مع ذلك اسرع
الناس قبولا للحق والهدی لسلامة طباعهم من عوج الملکات و
براءتها من ذمیم الاخلاق الاما کان من خلق التوحش القریب المعانا
المتهیئ لقبول الخیر ببقائه علی الفطرة الاولی وبعده عما ینطبع فے
النفوس من قبیح العوائد وسوء الملکات فان کل مولود یولد علی
الفطرة کما ورد فی الحدیث وقد تقدم یعنی عرب کو ملک اوسیوقت حاصل
ہوسکتا ہے جب وہ کسی دینی اثر کے تابع ہوں یا بادشاہ اونکا صاحب ولایت ہو
یا اثر عظیم دین مین رکھتا ہو کیونکہ خلقی طور پر چونکہ وہ وحشی ہین اسلیئے سرکشی زیادہ
ہے ۔ ہمت سبکی بڑہی ہوئی ہے منافست کا مادہ زیادہ ہے لہذا اون کی رائیں نہیں
مجتمع ہوسکتی ہے ۔ ہان جب نبوت یا ولایت ہوگی تو دینی حیثیت سے وہ اوسکے
مطیع ومنقاد ہونگے کبروغرور کا مادہ دفع ہوگا تو وہ اطاعت کرینگے کیونکہ
دین کا خیال اون کی سب سختیون اور رعونتونکو دفع کردیگا جس سے وہ
تحاسد وتباغض سے محفوظ رہینگے پس جب اون مین نبی ہوگا یا ولی جو منجانب
اللہ قایم ہوگا اونکے امور کے ساتہہ جس سے اون کے اخلاق قبیحہ کو دفع کرے
اور اخلاق حسنہ کی تعلیم دے اور اتفاق واتحاد کی راہین بتائے تو اونکا اجتماع
پورا ہوگا اور غلبہ حاصل ہوگا کیونکہ عرب باوصف وحشت بہت جلد قبول
کرنے والے ہین امر حق کے اور ہدایت کے کیونکہ طبیعتین اونکی سالم ہین کجی سے

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عرب نے جسقدر ابوبکر سے سرکشی کی اور تمام
بغاوت پھیلی اسی وجہ سے کہ وہ جانتے تھے یہ دینی حیثیت سے نہ خلیفہ ہین نہ حاکم
اسیوجہ سے زکوۃ بھی روکا جہاد بھی کیا یہانتک کہ وہ مغلوب ہوئے اوسوقت
جاکر اطاعت قبول کی کیونکہ جو لوگ ابوبکر کی طرف سے جنگ کیلیئے مامور ہوے

پھر کہ رہا ہے کہ ہم احکام رسول خدا کے تابع فرمان ہین اگر خاندان رسول سے کوئی خلیفہ ہوتا ہم اوسکی فرمانبرداری کرتے۔ ابوبکر سے ہمکو کیا مطلب اوسکو کیا حق ہے کہ ہمپر حکومت کرے۔

اگر خاندان رسالت سے باہر خلافت جاسکتی ہے تو اوسکے مستحق ہم ہین کیونکہ ہمارے آبا و اجداد ہمیشہ بادشاہ رہے ہین۔ اگر یہ صحابہ مسلمان ہوتے تو کبھی خلافت کو خاندان رسالت سے باہر نہ لیجاتے کیونکہ خدا فرماتا ہے اولوا الارحام بعضہم اولی ببعض۔

اس مناظرہ سے آپنے سمجھ لیا ہوگا کہ جن لوگون کو مرتد کا خطاب دیا گیا وہ کیسے قرآن دان تھے اور کس طرح قرآن سے استدلال کرتے کہ کوئی جواب اوسکا نہ بن پڑا۔

تو اب اچھی طرح معلوم ہوا کہ اونکا استدلال آیہ خذ من اموالهم صدقة تطهرهم اسی بنیاد پر تھا کہ خلاف حکم خدا و رسول جو شخص خلیفہ مقرر ہوا وہ کیونکر قایم مقام رسول ہوسکتا ہے اور کیونکر زکوۃ لے سکتا ہے۔

یہ خیال صرف ایک قبیلہ کا نہ تھا بلکہ یہی **فطرت** عرب تھی کہ وہ کبھی ایسے شخص کے مطیع و منقاد نہین ہوسکتے تھے جو روحانی اور دینی حیثیت سے لیاقت مقتدائی نہ رکھتا ہو چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ مین اپنے لکھتے ہین صفحہ ۱۴۳

فصل فی ان العرب لا یحصل لهم الملك الا بصبغة دینیة من نبوة او ولایة او اثر عظیم من الدین علی الجملة۔ والسبب فی ذلك انهم لخلق التوحش الذی فیهم اصعب الامم انقیادا بعضهم لبعض للغلظة والانفة وبعد الهمة والمنافسة فی الریاسة فقلما تجتمع اهواؤهم فاذا کان الدین بالنبوة او الولایة کان الوازع لهم من انفسهم وذهب خلق الکبر والمنافسة منهم فسهل انقیادهم واجتماعهم وذلك بما یشملهم من الدین المذهب للغلظة والانفة الوازع عن التحاسد والتنافس فاذا کان فیهم

تم کسی طرح اس کام کے لئے مقرر نہین کئے گئے ہو نہ وہ شرطین تم مین پائی جاتی ہین تو پھر تم کس استحقاق سے زکوٰۃ کا مطالبہ کرتے ہو۔

اگر خلفاے اہلسنت یا علمائے اہلسنت مین ذرہ برابر بھی انصاف کا مادہ ہوتا تو سمجھتے یہ صحابہ جو مانع زکوٰۃ ہین کسدرجہ کے عالم تھے اور کیسے فاضل کہ ایسا استدلال کیا کہ آجتک علمائے اہلسنت سے اوسکا جواب نہو سکا اور اگر تمامی روایات اہلسنت مین غور کیا جاے تو خلفائے ثلثہ کی روایات وحالات مین ایسا استدلال باریک نظر ہی نہ آئیگا جس سے بخوبی ظاہر ہے کہ جن صحابہ نے زکوٰۃ کو روکا تھا اور خلیفہ کو ناجائز خلیفہ جانتے تھے وہ کیسے با ایمان اور صاحب علم تھے کہ خلیفہ اول ایسے شخص سے بھی اوسکا جواب نہ چل سکا بجز اسکے جھٹ قسم کہانے لگے اگر ہمکو وہ رسی بھی نہ دینگے جس سے بکریان زکوٰۃ کی باندہی جاتین تو ضرور مین لڑونگا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ کے پاس اس استدلال کا کوئی جواب نہ تھا بجز اسکے کہ قسم کھائین۔

فخر رازی جو اہلسنت مین عام طور پر امام کہلاتے ہین اونکو اسپر بہت غیرت آئی اور چاہا کہ پانچ چھ سو برس بعد اپنے ہمدان خلیفہ کے سر سے اس الزام کو رفع کرین کہ مانعین زکوٰۃ کا جواب کچھ نہو سکا۔ چنانچہ لکھتے ہین اس استدلال کے جواب مین واعلم انہ ضعیف لان سائر الایات دلت علی ان الزکوٰۃ انما وجبت رفعا لحاجۃ الفقر کما فی قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء وکما فی قولہ وفی اموالہم حق للسائل والمحروم

صفحہ ۲۰۹ جلد ۴

یعنی یہ استدلال اونکا ضعیف ہے (مگر باطل نہین ہے) کیونکہ تمامی آیات دلالت کرتی ہین اسپر کہ زکوٰۃ اسلئے واجب ہے کہ حاجت فقر الرفع ہو جیسا کہ خدا فرماتا ہے صدقات فقرا کے لئے ہے پہر دوسری آیہ مین فرماتا ہے کہ اون کے مال مین حق ہے سائل و محروم کا۔

وہ جہاں جنگ کرتے اسکی بھی فہمایش کرتے کہ یہ خلافت بحکم خدا و رسول ہے جس سے خواہی نخواہی وہ لوگ مغلوب ہوجاتے جسکی ظاہری علامت اونکو یہ بھی نظر آتی کہ خاندان رسالت سے کوئی مخالفت نہیں ہورہی ہے نہ ادہرسے فوج کشی ہے نہ سامان حرب۔

میرے اس کلام کی "کہ عوام پر ثابت کیا جاتا کہ یہ خلافت بحکم خدا و رسول ہے" تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ ازالۃ الخفا مین ہے فلولا مقالۃ قال عمر عند وفاتہ لم یشک المسلمون ان رسول اللہ قد استخلف ابابکر ولکنہ قال عند وفاتہ ان استخلف فقد استخلف من ھو خیر منی وان اترکھم فقد ترکہ من ھو خیر منی تعرف الناس ان رسول اللہ لم یستخلف احدا فکان عمر غیر متہم علی ابی بکر صفحہ ۲۲۰

یعنی اگر عمر اپنے مرتے وقت یہ نہ کہہ جاتے کہ اگر ہم خلیفہ کرین تو اوسنے بھی خلیفہ کیا جو ہمسے بہتر تھا اور اگر نہ کرین تو اوسنے بھی ترک کیا جو ہمسے بہتر تھا۔ تو پھر مسلمانون کو کسی طرح کا شک ہی اس مین نہ رہتا کہ ابوبکر بحکم رسول خلیفہ مقرر ہوے۔ مگر چونکہ عمر نے مرتے وقت یہ کلمہ کہہ دیا لہذا لوگون کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ نے کسی کو خلیفہ نہین مقرر کیا۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ آجتک جو سکہ خلافت کا قایم تھا اسی خیال کہ یہ خلافت بحکم رسول اللہ ہے اور جیسے یہ یقینی طور پر معلوم ہوگیا تو پھر جو نتیجہ عثمان کو اوٹھانا پڑا سب اوس سے واقف ہین۔

غرض یہ تقریر بطور جملہ معترضہ تھی ورنہ آپنے حالات صدر سے اچھی طرح معلوم کیا کہ جو لوگ حقیقت حال سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ ابوبکر کسی طرح سے منجانب خدا و رسول اس کام کیلئے نہین مقرر ہوئے اونہون نے برابر مخالفت کی اور کسی طرح اطاعت نہ قبول کی جب تک اوسی درجہ مجبور نہ ہوئے۔

اسی اصول پر یہ اعتراض تہا اور اس آیہ کریمہ سے استدلال کرتے کہ جب

وقد قال رسول اللہ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ فمن قالہا فقد عصم منی ماله ونفسه الا بحقه وحسابه علی اللہ فقال واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ فان الزکوۃ حق المال واللہ لو منعونی عقالا کانوا یودونہا الی رسول اللہ لقاتلتہم علی منعہا قال عمر فواللہ ما ھو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انه الحق

جس سے معلوم ہوا کہ جب عمر نے حدیث سے استدلال کیا کہ حضرت فرما گئے ہین جو شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے اوسکی جان اور مال محفوظ ہوتا ہے پھر تم اون سے کیونکر قتال کر سکتے ہو تو ابو بکر نے قسم بخدا اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جس مین بکریان باندہی جاتی تہین اور وہ دیتے تھے تو ہم ضرور اون سے قتال کرینگے کیونکہ زکوۃ حق مال ہی اور جو فرق کرے درمیان نماز و زکوۃ کے اوس سے ہم ضرور قتال کرینگے جس سی معلوم ہوا کہ بجز قسم کھانے کے ابو بکر صاحب نے بمقابلہ حضرت عمر نہ کوئی دلیل پیش کی قرآن سے نہ حدیث سے۔ تو بھلا مانعین زکوۃ کے سامنے وہ کون سی دلیل پیش کر سکتے تھے کیونکہ عمر کا استدلال اگر حدیث سے تھا تو مانعین زکوۃ کا قرآن سے۔ جس سے اون لوگون کی قرآن فہمی اعلی درجہ پر نمایان ہے۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے ابو بکر صاحب کا یہ مقاتلہ کسی طرح جائز تہا جبکہ اون کے شبہہ کا کسی طرح بھی جواب نہ دے سکے۔

امام نووی شارح صحیح مسلم نے درمیان ابو بکر و عمر صاحب خوب فیصلہ کیا ہی لکھتے ہین فاجتمع فی هذه القصة الاحتجاج بالعموم من عمر ومن ابی بکر بالقیاس

یعنی اس قصہ مین عمر صاحب کا استدلال تو عموم حدیث سے تہا اور ابو بکر کا استدلال قیاس سے کہ نہ اون کے پاس کوئی حدیث تہی عام یا خاص نہ آیت تھی بلکہ صرف قیاس پر انکی ساری زور آوری کا مدار تھا حالانکہ حدیث مین ہے اول من قاس ابلیس یعنی سب سے پہلے قیاس کرنیوالا شیطان ہے۔ پھر

مگر اولاً یہ جواب تو مصداق مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد۔ ہے کیونکہ آپ پر لازم تہا کہ پہلے ابوبکر کا جواب دکہاتے کہ اونہوں نے اس استدلال کا کیا جواب دیا تا کہ معلوم ہوتا اون کی لڑائی بعد اتمام حجت تھی یا بلا اتمام حجت

ثانیاً یہ جواب ایسا لغو ہے کہ اسکا جواب علامہ ابن ابی الحدید معتزلی دیتے ہیں وهذه الشبهة لا تنافي كون الزكوة معلوما وجوبها ضرورة من دين محمد لانهم ما جحدوا وجوبها ولكنهم قالوا ان وجوبه مشروط وليس يعلم بالضرورة انتفاء كونها مشروطة وانما يعلم ذلك بنظر كما في التشئيد ص۳۵

یعنی یہ شبہہ جو مانعین زکوۃ نے کیا تہا۔ اسوجہ سے نہیں رفع ہوسکتا کہ وجوب زکوۃ بطور ضروری دین معلوم تھا کیونکہ وہ منکر وجوب زکوۃ نہیں تھے بلکہ وہ یہ کہتے تھے کہ وجوب زکوۃ مشروط ہے اس شرط کے ساتہہ اور بحیثیت ضروری دین یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ وجوب زکوۃ بلا شرط ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ فخر رازی نے جو اس دعوی امامت کے ساتھ یہ جواب دیا کیسا لغو ہے۔ کیونکہ اونکا مطلب یہ ہے کہ وجوب زکوۃ ضروری دین ہے۔ جو سبکو معلوم تھا لہذا یہ استدلال بیکار تہا۔ اسکا جواب ابن ابی الحدید نے یہ دیا کہ وہ منکر وجوب زکوۃ نہیں تھے بلکہ اس آیہ کے مطابق وہ مشروط سمجھتے تھے اور اسپر کوئی دلیل ظاہر نہیں قائم ہے کہ خیال مشروطیت بداہتہً باطل ہو اور ہمارا مطلب یہ ہے کہ جب مانعین زکوۃ نے یہ شبہہ پیش کیا تھا اگرچہ بقول رازی وہ شبہہ ضعیف ہی ہو تو خلیفہ کا فرض تہا کہ پہلے وہ اس شبہہ کو آیات و احادیث سے یا دلیل عقلی سے باطل کرتے تب مطالبہ کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ ابوبکر صاحب نے صرف قسم کھایا کہ اگر وہ رسی بھی نہ دینگے تو ہم اون سے قتال کرینگے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے لما توفي رسول الله وكان ابوبكر وكفر من كفر من العرب فقال عمر كيف تقاتل الناس

اله الا الله وان محمدا رسول الله ويقيموا الصلوة ويوتوا الزكوة فاذا فعلوا ذلك عصموا منى دماءهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم على الله صث

یعنی ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا ہمکو حکم دیا گیا ہے کہ قتال کرین آدمیون سے اوسوقت تک کہ وہ لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کہین اور نماز کو قائم کرین اور زکوۃ دین جب ایسا کرینگے تو اونکا خون اور اون کا مال ہمسے محفوظ رہیگا الا بحق اسلام اور حساب اون کا خدا پر ہے -

دیکھئے اس حدیث مین کیسی طرفداری ابوبکر ہے کہ اون کی اس خونریزی کے صحیح کرنے کے لئے یہ حدیث نکالی گئی کہ حضرت نے چار امرون کے لئے جہاد کو ضروری قرار دیا اقرار شہادتین و اقامت صلوۃ و ادائے زکوۃ کے لئے -

حالانکہ یہ ایسی حدیث ہے کہ خود حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین -

اقرار بموضوعیت حدیث

وقد استبعد قوم صحته بان الحديث لوكان عند ابن عمر لما ترك اباه ينازع في قتال مانعي الزكوة ولوكانوا يعرفونه لما كان ابوبكر يقر عمر على الاستدلال بقوله امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله وينتقل عن الاستدلال بهذا النص الى القياس اذ قال لاقاتلن من فرق بين الصلوة والزكوة لانها قرينتها في كتاب الله **الجواب** انه لا يلزم من كون الحديث المذكور عند ابن عمر ان يكون استحضره في تلك الحالة ولوكان مستحضرا له فقد يحتمل ان لا يكون حضر المناظرة ولا يمتنع ان يكون ذكره لهما بعد - ولم يستدل ابوبكر في قتال مانعي الزكوة بالقياس فقط بل اخذه ايضا من قوله في الحديث الذي رواه الا بحق الاسلام قال ابوبكر والزكاة حق الاسلام ولم ينفرد ابن عمر بالحديث المذكور بل رواه

بتائیے ابوبکر صاحب کی یہ جنگ جوئی اور خونریزی کیسی ہوئی جب اون کے پاس کوئی دلیل ہی نہ تھی بجز قیاس کے۔

امام نووی کا یہ کہنا کہ ابوبکر کا استدلال قیاس سے تھا یہ بھی ایک طرح کی سرپرستی ابوبکر ہے کیونکہ قیاس مین مقیس علیہ ہونا ضروری ہے یہان کوئی مقیس علیہ نہین۔ کیونکہ حدیث من قال لا اله الا الله عصم منی ماله ونفسه الا بحقه ایسی صحیح اور صریح حدیث ہے کہ کسی طرح اوس کا مقابلہ قسم سے نہین ہوسکتا واللہ لو منعونی عقالا لقاتلتهم جسمین صرف قسم ہی قسم ہے کہ ہم ضرور اون سے جنگ کرینگے۔

جس سے معلوم ہوا کہ یہ قتال ابوبکر بوجہ مخالفت کتاب وحدیث واجماع باطل ٹھیرا تو اب اگر اونکے پاس تنہا قیاس بھی مانا جائے تو کیا فائدہ۔

نووی نے ایک اور غضب کیا کہ استدلال ابوبکر وعمر کی نوعیت تو بیان کی کہ عمر کا استدلال عموم حدیث سے ہے اور ابوبکر کا استدلال قیاس فاسد الاساس سے مگر اون صحابہ کبار مانعین زکوٰۃ کے استدلال کی نوعیت نہ بتائی کہ کس نوع سے ہے کیونکہ وہ خصوص آیہ سے ہے جو بہ نسبت عموم حدیث بھی قوی ہے اور ایسا قوی استدلال ہے کہ کوئی جواب ہی اوسکا آجتک نہوسکا کیونکہ یہ آیہ سورہ توبہ ہے جو نزولاً متاخر ہے جس سے یہ آیہ ناسخ یا مخصص ہوتا ہے عموم آیات سابقہ کا بشرط تسلیم

وضع حدیث

اب سنئے کہ علمائے اہلسنت نے جب دیکھا کہ ابوبکر صاحب کی یہ ساری محنتین رائگان جاتی ہین مرتدین ومانعین زکوٰۃ کے قتال سے اولٹا الزام مخالفت حدیث واجماع قایم ہوتا ہے۔ تو میان بخاری نے جھٹ سے یہ حدیث داخل صحیح بخاری کردی چنانچہ لکھتے ہین باب فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فخلوا سبیلهم حدثنا عبد الله بن محمد المسندی قال حدثنا ابو روح الحرمی بن عمارہ قال حدثنا شعبة عن واقد بن محمد قال سمعت ابی یحدث عن ابن عمر ان رسول الله قال امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا

یہ حدیث اوسوقت یاد بھی پڑی ہو ممکن ہے کہ ابن عمر بھول گئے ہوں لہذا اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ ابن عمر کے پاس یہ حدیث نہو۔"

مگر یہ ایسا جواب ہے کہ جسپر جسقدر مضحکہ کیا جائے کم ہے کیونکہ یہ معرکہ کوئی معمولی معرکہ نہ تھا سب صحابہ ایک طرف تھے سب کا اجماع ہے کہ یہ اہل اسلام سے ہیں ان سے جنگ نہ کرنی چاہیئے پھر کیونکر ممکن تھا کہ ابن عمر کو یہ حدیث معلوم ہو اور منہ سے نہ بولیں حالانکہ یہ ایسا اہم معاملہ تھا کہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ہے فقال الناس لعمر اخل بہ فکلمہ لعلہ یرجع عن رایہ ھذا فیقبل منہم الصلوٰۃ ویعفیہم عن الزکوٰۃ فخلا بہ عمر نھارہ اجمع صفحہ ۲۹

یعنی سب نے عمر سے کہا کہ تم تخلیہ میں جاکر ابوبکر کو سمجھاؤ شاید وہ اپنی رائے سے رجوع کریں اور نماز کو قبول کریں اور زکوۃ سے معافی دیں۔ عمر نے پورے دن بھر سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔

تو آپ ہی غور کیجئے کہ یہ کیسا اہم مسئلہ تھا۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ ابن عمر کو یہ حدیث معلوم ہو اور وہ سکوت کریں۔

دوسرا جواب ابن حجر یہ دیتے ہیں کہ ممکن ہے ابن عمر کو یہ حدیث یاد ہو مگر اوسوقت یہ موجود نہ ہوں جو سمجھاتے اور بعد اوسکے سمجھ لیا ہو (مگر یہ ایسا جواب ہے کہ اس طرح کی تاویل ہر جگہ چل سکتی ہے کیونکہ اسکے قبل کوئی معرکہ ایسا پیش نہیں آیا تھا جو وہ کہیں باہر گئے ہوں وفات رسولؐ کے دسویں روز کا معاملہ ہے۔ پھر اگر ابن عمر نے یہ حدیث کسی وقت پیش کیا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا کہ ابن عمر نے کسی وقت اس حدیث کو پیش کیا جب کسی حدیث سے ایسا نہیں معلوم ہوتا تو معلوم ہوا یہ کارروائی بعد کی ہے)

تیسرا جواب یہ دیتے ہیں کہ ابوبکر نے صرف قیاس ہی سے نہیں استدلال کیا بلکہ حدیث کے فقرہ الا بحق الاسلام سے بھی استدلال کیا (مگر یہ جواب بھی لغو ہے کیونکہ جسطرح یہ حدیث بنالی گئی اوسی طرح یہ بھی موضوعات سے ہو سکتی ہے ورنہ

ابو ھریرۃ ایضاً بزیادۃ الصلوۃ والزکوۃ کما سیاتی الکلام علیہ انشاء اللہ فی کتاب الزکوۃ وفی القصۃ دلیل علی ان السنۃ قد تخفی علی بعض اکابر الصحابۃ ویطلع علیھا احادھم ولھذا لایلتفت الی الاراء ولو قویت مع وجود سنۃ تخالفھا ولا یقال کیف خفی ذا علی فلان واللہ الموفق ص۷۲ جلد اول

کہ ایک قوم نے اس حدیث کی صحت سے استبعاد کیا ہے (یعنی وضعی جانا ہے) کیونکہ یہ حدیث (۱) اگر ابن عمر کے پاس ہوتی (یعنی انکو معلوم ہوتا) تو اپنے باپ کو ابوبکر سے دربارہ قتال مانعین زکوۃ منازعت کرنے نہ دیتے (جس سے معلوم ہوا کہ عمر صاحب ابوبکر سے اس بارہ میں منازعت کرتے تھے اور کسی نے یہ حدیث نہیں پیش کی لہذا معلوم ہوا یہہ حدیث وضعی ہے)

(۲) اگر وہ لوگ اس حدیث سے واقف ہوتے تو ابوبکر عمر کو اس حدیث سے استدلال نہ کرنے دیتے جو وہ اس حدیث سے استدلال کرتے تھے کہ حضرت نے فرمایا ہمکو حکم قتال اوسوقت تک ہے کہ لا الہ الا اللہ کہیں (جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ابن عمر اوس حدیث کی معارض ہے جس سے عمر نے استدلال کیا تھا اور ابوبکر نے اسکو پیش نہیں کیا لہذا معلوم ہوا یہ حدیث وضعی ہے)

(۳) اگر یہ حدیث معلوم ہوتی تو ابوبکر اس حدیث کو چھوڑ کر قیاس سے استدلال نہ کرتے کیونکہ ابوبکر نے یہ قیاس کیا تھا کہ قرآن میں زکوۃ وصلوۃ ایک ساتھ ہے لہذا معلوم ہوا کہ جو حکم ترک صلوۃ ہے وہی حکم ترک زکوۃ بھی ہے (تو اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ حدیث وضعی ہے کیونکہ اگر یہ حدیث ہوتی تو ابوبکر صاحب اس سے استدلال کرتے)

اس تقریر سے صاف معلوم ہوا کہ بہت سے علماء اہلسنت اس حدیث کو بالکل وضعی جانتے ہیں اور کسی طرح اسکی صحت کے قائل نہیں ہیں۔

ابن حجر اسکا یہ جواب دیتے ہیں کہ (۱) یہ ضرور نہیں ہے کہ ابن عمر کو

مگر ہماری غرض یہان صرف اسقدر ہے کہ مانعین زکوۃ نے جو استدلال کیا تھا اوسکا کوئی جواب نہین دیا نہ اونکا شبہہ کسی طرح رفع کیا گیا۔ پھر بتایئے ابوبکر صاحب کی جنگ اون سے جنگ ناجائز ہوئی یا نہین۔ کیونکہ نبی یا امام کا عام قاعدہ یہی ہے کہ پہلے وہ سمجھاتے ہین اونکے شبہات کو دفع کرتے ہین حجت تمام کرتے ہین تب جاکر جہاد کرتے ہین۔

سیرۃ رسول و جناب امیرؑ دربارہ اتمام حجت

رسول اللہ ص نے جسقدر افہام و تفہیم کیا اور اتمام حجت فرمایا اوس سے تو تمامی اہل اسلام واقف ہین کہ کبھی حضرت نے جہاد نہ فرمایا جبتک اتمام حجت نہ کرلیا۔

اسلئے جناب امیرؑ کی سیرت و رفتار کو مختصر طور پر عرض کرتا ہون جس سے تمام عالم واقف ہے کیونکہ حضرت کو بعد قبول خلافت تین لڑائی پیش آئی ہے جنگ جمل جسمین طلحہ زبیر عائشہ سے لڑائی ہوئی۔ دوسری صفین جسمین معویہ سے لڑائی ہوئی۔ تیسری خوارج نہروان سے تینون مین حضرت نے کس طرح اتمام حجت کیا۔

جنگ جمل۔ روضہ ندیہ شرح تحفہ علویہ مین ہے عن بشر الشیبانی فی قصۃ حرب الجمل قال فاجتمع بالبصرۃ فقال علیؑ من یاخذ المصحف ثم یقول لهم ماذا تنقمون منا و یسفکون دماءنا و دماءکم فقال رجل انا یا امیر المؤ قال انك مقتول قال لا ابالی فاخذ المصحف فذهب به الیهم فقتلوه ثم قال من الغد مثل ما قال من الامس فقال رجل انا فقال انك مقتول کما قتل صاحبك قال لا ابالی فذهب فقتل ثم قال اخر کل یوم واحد قد حل لکم قتالهم لان نحن نعذر هو لاء عند الله هو لاء فاقتلوا قتالا شدیدا فرد علیهم ما کان فی المعسکر حتی القدر

یعنی جب جنگ جمل مین لشکر عائشہ آمادہ قتال ہوا تو حضرت نے اپنے لشکر سے فرمایا کون ہے تمسے جو قرآن لیکر اونکے پاس جائے اور پوچھے کیون تملوگ مخالفت

نووی اور اتنے علما یہ کیون لکھتے کہ ابوبکر کا استدلال صرف قیاس سے تہا۔
چوتھا جواب یہ دیا کہ اس حدیث کے راوی صرف ابن عمر ہی نہین ہین بلکہ
ابوہریرہ بھی ہین (مگر اس جواب کا جواب بھی کتاب الزکوۃ مین مذکور ہوگا جہاں
آپ وعدہ کر رہے ہین لیکن یہان اسیقدر سمجھ لیجئے کہ اس تقریر سے وہ استدلال
نہین اٹھ سکتا جو علماے اہلسنت نے کہا کہ اگر یہ حدیث ابن عمر کو معلوم ہوتی تو
ضرور اوسوقت بیان کرتے کیونکہ اب یہ الزام مضاعف ہو جاتا ہے کہ ابن عمر کے
ساتھہ ابوہریرہ پر بھی اتہام کیا گیا)

رہا یہ افادہ جدیدہ کہ اکابر صحابہ کو بہت سی حدیثین نہین معلوم تہین اور
احاد ناس کو معلوم تہین۔ اسمین کسیکو عذر نہین خود حضرت عمر فرماتے ہین کل
الناس افقہ من عمر حتی المخدرات فی الحجاب۔ مگر کیا ایسے جہال اس قابل
ہو سکتے ہین کہ خلیفہ رسول مانے جائین۔

بہرحال یہ تقریر یہان ضمناً آگئی اور انشاء اللہ آیندہ بتفصیل اسکی شرح مذکور
ہوگی کیونکہ یہان اس حدیث کی شرح سے کوئی غرض نہین ہے ورنہ ہم بتا دیتے
کہ خود الفاظ حدیث بتا رہے ہین کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ نہ زکوۃ مثل صلوۃ
ہر شخص پر واجب ہے جو مشروط ہے بنصاب نہ حضرت نے کبھی صلوۃ و زکوۃ کیلئے
کہین جہاد کیا پھر یہ حدیث کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عمر صاحب ابوبکر کے اس قتال کو تا دم مرگ ناجائز سمجھتے رہے جیسا کہ
پہلے ملل و نحل سے مذکور ہوا کہ عمر نے اپنے زمانہ خلافت مین اون کل قیدیونکو آزاد
کر دیا جنہین ابوبکر صاحب نے اس فتنہ ردہ مین قید کیا تھا۔ اور خود عمر صاحب
اسپر افسوس کرتے ہین کہ کاش رسول اللہ سے پوچھے ہوتے کہ ان سے قتال کرنا چاہئے
یا نہین جس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث بالکل وضعی ہے جو بسر پرستی خلیفہ اول
وضع کی گئی [illegible] کیونکر ممکن تہا عمر صاحب اپنے عہد خلافت مین اوسکی مخالفت
کرتے۔

ان یبدؤک بحق تلقاھم فتدعوھم وتسمع منھم ولا یحملک بغضھم علی قتالھم قبل دعائھم والاعذار الیھم مرة بعد مرة صا۱۲ تاریخ کامل جلد۳
یعنی اے اشتر ہرگز تو لڑائی مین ابتدا نہ کرنا جب تک وہ ابتدا کرین۔ اور جب ملاقات ہو تو پہلے اونکو بلا امر حق کی طرف اور سن اون کی باتون کو ایسا نہ ہو کہ تمکو جو اوس قوم سے بغض ہے تو اسوجہ سے تو اونپر حملہ کرے قبل از دعوت و نصیحت بلکہ اونکی باتون کو سنو اور اوسکا جواب دو ایک دفعہ نہین بلکہ بکرر۔

مین نے یہان مالک اشتر اور اس خط کو اس غرض سے منتخب کیا ہے کہ آپ جناب امیرؑ اور ابوبکر مین موازنہ کرین۔ کیونکہ ابوبکر نے جو خط خالد بن ولید کو لکھا تھا وہ دیکھ چکے ہین۔ یہ خط جناب امیرؑ ہے بنام مالک اشتر کس کس خدا ترسی سے بھرا ہوا کہ ایسا نہ ہو سابق کی کدورتون سے تم بے سمجھا ئے اونپر حملہ کر بیٹھو۔

اب اسکے بعد اسکو دیکھیے کہ جناب امیرؑ نے۔ ابو عمر۔ بشیر بن عمرو بن محصن انصاری سعید بن قیس ہمدانی کو جو سب صحابہ ہین فہمایش معویہ کے لئے روانہ کیا ہے اور بہت گفتگو ہوئی ہے ہر طرح حجت تمام کی گئی مگر اوسنے نہ مانا ملاحظہ ہو تاریخ کامل صا۱۲۳ جلد۳

تاریخ ابو الفدا مین ہے ثم دخلت سنة سبع وثلاثین والجیشان بصفین ومضی المحرم ولم یکن بینھم قتال بل مراسلات یطول ذکرھا ولم ینتظم بھا امر فلما دخل صفر وقع بینھما القتال منہ صا۱۷۵
یعنی پھر داخل ہوا ۳۷ھ اور دونو لشکر صفین مین تھے محرم تمام ہوا اور دونون مین جنگ نہین ہوئی بلکہ دونون مین مراسلات ہوتے رہے جسکا بیان طولانی ہے اور کوئی بات طے نہین ہوئی جب ماہ صفر آیا تب لڑائی شروع ہوئی۔

کرتے ہو اور اپنا بھی خون کرتے ہو ہمارا ابھی ایک شخص نے کہا ہم جا ئینگے حضرت فرمایا مگر یہ سمجھہ رکھو وہان جا کر قتل ہو گے اوسنے کہا کوئی پروا نہین۔ آخر وہ گیا اور قتل ہوا دوسرے روز اسی طرح دوسرا آدمی گیا اور مارا گیا تیسرے روز تیسرا۔ تب حضرت نے فرمایا اب تمکو قتال انکا حلال ہوا۔ اسکے بعد لڑائی ہوئی اوسکے بعد حضرت نے فریق مخالف کا جو کچھہ مال لوٹا گیا تھا وہ سب واپس کیا یہانتک کہ دیگچی تک۔

اب اہل اسلام انصاف کرین جناب امیر کس طرح اتمام حجت کر رہے ہین کس طرح خونریزی سے بچا رہے ہین سمجھا رہے ہین نصیحت کرتے ہین قرآن لیکر بھیجتے ہین کہ کچھہ بھی وہ سمجھینگے جب کسی طرح نہ مانا بلکہ اون حاملان قرآن کو قتل کیا جو سفیر بنکر گئے تھے حالانکہ ایلچی کسی مذہب مین قتل نہین ہوتا یہانتک کہ رسول اللہ صلعم نے مسیلمہ کذاب کے ایلچی کو بھی نہین قتل کیا۔ تو پھر بجز جنگ کیا چارہ تہا۔

کیا ابوبکر صاحب اگر مسلمان ہوتے تو اونپر یہ نہین لازم تھا کہ اتمام حجت کرتے اون کے شبہات کا دفعیہ کرتے قرآن کو بیچ مین دیتے۔ مگر وہان تو خلافت کا نشہ سوار تھا کیسا اتمام حجت کیسی فہمایش دن بھر بیچارہ عمر سمجھاتا رہا مگر ایک کی نہ سنی اور ہزارون لاکھون مسلمانون کو جو سب صحابی رسول تھے آگ مین رکھکر بھون دیا حالانکہ وہ اپنی حقیت پر قرآن سے استدلال کرتے ہین۔ مگر کون سنتا ہے قرآن کون سنتا ہے حدیث اپنے قیاس بے اساس کے سامنے۔ کسی کی پروا نہ کی۔

جنگ صفین مین سب جانتے ہین معویہ منافق تھا اوسکی جنگ کسی شبہہ پر مبنی تھی نہ کسی غلط فہمی پر بلکہ محض تحصیل خلافت منظور تہا۔ اسمیں بھی حضرت نے کس طرح اتمام حجت فرمایا ہے۔ جب حضرت لشکر روانہ کر چکے ہین تو مالک اشتر کو خط لکھتے ہین وایاک ان تبدء القوم القتال الا

نظر ثانی برجواب رازی فخر رازی نے یہ جواب تو دیدیا کہ زکوۃ کا وجوب بطور ضروری دین معلوم تھا مگر انکو یہ بھی نہیں معلوم کہ زکوۃ کس زمانہ مین واجب ہوئی جس سے وہ سمجھتے کہ ایسا حکم کس طرح ضروری دین کی طرح معلوم ہوسکتا ہے۔

وقت وجوب زکوۃ فتح الباری مین ہے اختلف فی اول وقت فرض الزکوۃ فذهب الاکثر الی انه وقع بعد الهجرة فقیل کان فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان اشار الیه النووی فی باب السیر من الروضة وجزم ابن الاثیر فی التاریخ بان ذلک کان فی التاسعة صـ۱۱ جلد ۳

یعنی اول وقت وجوب زکوۃ مین اختلاف ہے اکثر تو اسکے قائل ہین سنہ ۲ ہجری مین واجب ہوئی مگر ابن اثیر نے تاریخ مین اسکا جزم کیا ہے کہ ۹ھ مین زکوۃ فرض ہوئی۔ پس جب ۹ھ مین یہ حکم نازل ہوا تو پھر کیونکر کہ سکتے ہین کہ یہ مسئلہ ایسا ضروری دین تھا کہ سبکو اسکے احکام معلوم ہون۔

یہ قول ابن اثیر ایسا ہے کہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہین وقوی بعضهم ما ذهب الیه ابن الاثیر بما رفع فی قصة ثعلبه بن حاطب صـ۱۱

یعنی ابن الاثیر کا جو قول ہے کہ ۹ھ مین زکوۃ واجب ہوئی اوسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو قصہ ثعلبہ بن حاطب مین ہے کہ حضرت نے فرمایا صدقہ خواہر جزیہ ہے۔ اور حکم جزیہ ۹ھ مین نازل ہوا تو زکوۃ کا حکم ضرور ہے اوسکے بعد ہو۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے۔

منع زکوۃ بعہد رسول اللہ کہ وہ ایسا ضروری دین تھا کہ سبکو معلوم تھا حتی کہ اعراب کو بھی۔ اب اسکو بھی جانے دیجئے خود حضرت کے عہد مین زکوۃ روکی گئی ہے مگر نہ اسپر جہاد ہوا نہ جنگ چنانچہ خود صحیح بخاری مین ہے عن ابی هریرۃ قال امر رسول اللہ بصدقة فقیل منع ابن جمیل وخالد بن الولید وعباس بن عبد المطلب فقال النبی ما ینقم ابن جمیل الا انه کان فقیرا فاغناه اللہ ورسوله واما خالد فانکم تظلمون خالد اقد احتبس

دیکھئے اسکا نام ہے اتمام حجت کہ اواخر ۳۶ھ مین جناب امیر یہان تشریف لائے اور ۳۷ھ کا پورا محرم فہمایش و افہام و تفہیم مین تمام ہوا مگر حضرت نے جنگ نہ کی۔ اور ابو بکر صاحب نے اتنی مہلت بھی نہ دی کہ اونکی بات سنتے اوسکا جواب تو دیتے۔ مگر اونکو نہ اسلام سے کام تھا نہ اتمام حجت سے صرف اپنی خلافت جمانا تھا کیسی ہی خونریزی کیون نہو۔ اوسکو انجام دیا۔

جنگ نہروان اگرچہ جنگ جمل و صفین کے بارے مین صدہا روایتین اہلسنت کے یہان موجود ہین کہ حضرت کو بالخصوص ان سے جنگ کا حکم تھا۔ مگر جنگ خوارج مین توکسیکو عذر ہی نہین کہ رسول اللہؐ کا خاص اس بارہ مین حضرت کو حکم تھا۔ تاہم جناب امیرؑ نے اسمین بھی اسطرح اتمام حجت فرمایا کہ پہلے قیس بن سعد کو فہمایش کے لئے بھیجا پھر ابو ایوب انصاری کو پھر ابن عباس کو پھر خود تشریف لائے ملاحظہ ہو ص۱۴۳ تاریخ کامل جلد ۳

ان سب امور کے بعد حضرت نے حکم جہاد دیا جسمین دس ہزار خوارج سے صرف نو آدمی بچے اور جناب امیرؑ کے لشکر سے صرف نو آدمی شہید ہوئے۔

غرض انبیا اور اوصیا کا ہمیشہ یہی طریقہ رہا ہے کہ پہلے نصیحت کی فہمایش کی حجت تمام کی شبہات کو دفع کیا تب تلوار سے فیصلہ کیا اور یہان ابو بکر صاحب نے نہ اونکے استدلال کا جواب دیا نہ اونکے شبہہ کو رفع کیا۔ پھر بتائیے یہ کیسا جہاد تھا۔

طرہ تو یہ ہے کہ خود ابو بکر صاحب دربارہ خالد تاول فاخطاء کہتے ہین یعنی جب عمر وغیرہ ابو بکر سے کہتے ہین کہ خالد کو قتل کرو یا سنگسار کرو یا معزول کرو۔ تو اوسکی طرف سے جواب دیتے ہین کہ خطائے اجتہادی ہوا مگر ان مخالفین خلافت کے بارہ مین حالانکہ سب صحابی ہین اور استدلال قرآن سے کرتے ہین سارے صحابہ کا انکے اسلام و ایمان پر اجماع ہے مگر نہ اونکی حجت سنتے ہین نہ اوسکا جواب دیتے ہین بلکہ ایک خونخوار کی طرح اونکی خونریزی پر طیار ہین۔

کرے اور تصرف کرے جو دیا بذریعہ نائب خاص اوسوقت اگر کوئی منع کرے روکے تو زبردستی لینا چاہیئے۔

پھر بتائے ابوبکر کس حق سے وصول کرتے تھے کہ نہ وہ امام تھے نہ نائب خاص امام تو وہ لوگ کس قاعدہ سے زکوۃ دیتے۔

یہین سے آپکو اسکی بھی وجہ معلوم ہوگی کہ عمر صاحب کو جو اسقدر کد تھی مخالفت ابوبکر مین اوسکی کیا وجہ تھی کیونکہ جو روایت ابھی ممانعت خالد وغیرہ کی مذکور ہوئی اسکا تعلق عمر ہی صاحب سے ہے کیونکہ فتح الباری مین ہے قال قال عمر۔ اوسکے بعد یہ ہے کہ بعث رسول اللہ عمر ساعیا علی الصدقۃ کہ حضرت نے عمر ہی کو وصول صدقہ کے لئے بھیجا تھا اور اونہین نے آکر رسول اللہ سے اسکی چغلی کہائی تھی کہ یہ لوگ زکوۃ نہین دیتے قائل ذلک عمر کما سیاتی۔
جس سے معلوم ہوا کہ یہی واقعہ اونکے پیش نظر تھا جس سے وہ جانتے تھے کہ زکوۃ لینے مین اس طرح کا تشدد جو ابوبکر کر رہے ہین ناجائز ہے۔ اسلئے ہمیشہ وہ قبل از واقعہ سمجھاتے رہے۔ اور بعد واقعہ بھی اس جنگ ابوبکر کو ایسا ناجائز سمجھا کہ خلافت پاتے ہی اون سب قیدیون کو رہا کر دیا جو عہد ابوبکر سے اس جرم مین مقید تھے اور خالد کو سپہ سالاری سے معزول کیا۔ بلکہ قید کیا۔ اور نصف مال اوسکا لے لیا جسکے صدمہ سے وہ خانہ نشین رہا اور مدینہ ہی مین مرا۔

قوت استدلال مانعین زکوۃ اسی سے ظاہر ہے کہ خود صحیح بخاری مین ہے عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبیؐ اذا اتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علی ال فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللھم صل علی ابی اوفی صـ۳۸ فتح الباری۔
یعنی عبد اللہ بن اوفی سے روایت ہے کہ حضرت کے پاس جب کسی قوم کا صدقہ آتا تھا تو آپ فرماتے تھے اللھم صل علی آل ابی فلان چنانچہ ابن ابی اوفی لائے تو حضرت نے فرمایا اللھم صل علی ابی اوفی۔

ادراعه واعتده فی سبیل الله واما العباس بن عبد المطلب فعم
رسول الله فهی علیه صدقة ومثلها معها باب الزکوة ص۲۴۴ فتح الباری جلد۳
یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حکم دیا زکوۃ کے وصول کرنیکا تو حضرت سے
کہا گیا (یعنی عمر نے آکر بیان کیا جیسا کہ فتح الباری مین ہے) کہ ابن جمیل وخالد بن الولید
وعباس بن عبد المطلب انکار کرتے ہین زکوۃ دینے سے حضرت فرمایا ابن جمیل کیون انکار
کرتا ہے حالانکہ وہ فقیر تھا خدا اور رسول نے اوسکو غنی کر دیا۔ اور خالد پر تم لوگ ظلم کرتے ہو
کہ اوسنے اپنی ذرہ کو راہ خدا مین حبس کیا ہے۔ اور عباس تو عم رسول ہین اونپر
صدقہ ہے اور مثل اوسکا۔

اس حدیث سے ہمکو معلوم ہوا کہ ان صحابہ نے جو باتفاق اہلسنت اکابر صحابہ سے ہین
خود عہد رسول اللہ مین زکوۃ دینے سے انکار کیا۔ مگر نہ حضرت نے اونپر حکم کفر جاری کیا
نہ حکم جہاد دیا۔ بلکہ صرف ابن جمیل پر تو کچھ ناراضی ظاہر کی کیونکہ وہ بتصحیح ابن حجر
منافق تھا اما ابن جمیل فقد قیل انه کان منافقا ثم تاب ص۲۴۳ جلد۳
اور خالد بن الولید وحضرت عباس پر تو کچھ اعتراض بھی نہین کیا بلکہ حضرت نے اونہین
لوگونپر ناراضی ظاہر کی جو اون سے زکوۃ لینے گئے تھے پھر مانعین زکوۃ نے اب کیا قصور
کیا تھا اس طرح مورد عتاب ہوئے کہ ہزارہا مسلمان آگ مین جلا دیے گئے۔

اس روایت سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ مانعین زکوۃ کا استدلال کیسا قوی تھا
کیونکہ اولاً سیرت صحابہ سے اونکو معلوم تھا کہ زکوۃ کا روکنا کوئی بڑا بھاری جرم نہین ہے
تاکہ رسول اللہ اسپر زیادہ ناراض نہین ہوئے
ثانیاً وہ شرائط نہین پائے گئے جس سے انکو اخذ زکوۃ جائز ہوتا کیونکہ خود ابن حجر آگے
چلکر ایک حدیث کی شرح مین لکھتے ہین واستدل به علی ان الامام هو الذی
یتولی قبض الزکوة وصرفها اما بنفسه واما بنائبه فمن امتنع منها
اخذت منه قهرا ص۲۵۵ جلد۳
یعنی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ زکوۃ کو چاہیے کہ امام خود وصول

مسلمان تھے صحابی تھے جنسے ابوبکر نے جنگ کیا اور کسی طرح جنگ کرنا اون سے
جائز نہ تھا بنص قرآن وحدیث و اجماع صحابہ اب اسکی ضرورت نہین رہی کہ کچھ اور
روشنی اس بحث پر ڈالی جائے۔ کیونکہ ابوبکر صاحب کا یہ تشدد یہ وحشیانہ سزا کہ آگ
مین زندہ جلواتے ہین۔ اوسی زمانہ سے نہین مخصوص ہے جبکہ جنگ ہو رہی تھی کہ
اوسمین جو کچھ چاہا کیا بلکہ بعد جنگ بھی اون کا غیظ وغضب اور انتقام ویسا ہی
موج زن رہا جیسا کہ تاریخ کامل مین ہے ولم یقبل من احد من اسد وغطفان
وطی وسلیم وعامر الا ان یاتوہ بالذین حرقوا ومثلوا وعدوا علی
الاسلام فی حال ردتھم فاتوہ بھم فمثل بھم وحرقھم ورضخھم
بالحجارۃ ورمی بھم من الجبال ونکسھم فی الآبار ص۱۳۲ جلد۲

یعنی نہ قبول کیا گیا کوئی عذر کسی سے نہ بنی اسد سے نہ غطفان سے نہ طے سے
نہ سلیم سے نہ عامر سے مگر یہ کہ حاضر کرین اون لوگون کو جنھون نے جلایا تھا اور مثلہ کیا تھا
اور زیادتی کی تھی مسلمانون پر حالت ردہ مین۔ بس سب لائے گئے اونکے ساتھ مثلہ
کیا گیا۔ جلائے گئے۔ پتھرون سے سر اونکے کچلے گئے۔ پہاڑون سے نیچے گرائے گئے۔
کوؤون مین ڈالے گئے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر صدیق نرم دل رحیم خلیفہ کا جوش انتقام کہ اپنے باغیون کی
کس طرح سرکوبی کی۔

جسپر حضرات اہلسنت نازان ہین۔ اور بفخر ومباہات بیان کرتے ہین کہ کیسا جلد خلیفہ
نے بغاوت کو فرو کیا اور دو ڈھائی برس مین اسلامی فتوحات بھی کئے۔

کہان ہین وہ اسلام کے شیدائی جو اسلام کے عدل وانصاف رحم دلی پر
ناز کرتے ہین دیکھین خدا نے اپنے رسول کو کن لفظون سے اسکی ممانعت کی ہے۔
وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین
جسمین خدا حکم دیتا ہے کہ اگر انتقام لو تو اوسیقدر جتنا کہ اونھون نے تمکو ستایا ہے
اور اگر صبر کرو تو بہتر ہے۔ یہ حکم حضرت پر اوسوقت نازل ہوا تھا جبکہ ہادر معویہ نے

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اس حکم کی کس طرح تعمیل فرماتے جس سے یہ بھی نتیجہ نکالا گیا ہے کہ دعا کرنا واجب ہے جیسا کہ اوسی فتح الباری مین ہے واستدل بہ علی استحباب دعاء اخذ الزکوۃ لمعطیہا واوجبہ بعض اھل الظاھر وحکاہ الحناطی وجھا لبعض الشافعیۃ وتعقب بانہ لو کان واجبا لعلمہ النبی السعاۃ ولان سائر ما یاخذہ الامام من الکفارات والدیون وغیرھا لا یجب علیہ فیہا الدعاء فکذلک الزکوۃ واما الایۃ فیحتمل ان یکون الوجوب خاصا بہ لکون صلاتہ سکنا لھم بخلاف غیرہ صفحہ ۵

یعنی اس آیہ سے استدلال کیا گیا ہے اسپر کہ زکوۃ لیتے وقت دعا کرنا مستحب ہے۔ بلکہ بعض اہل ظاہر نے واجب کہا ہے اور حناطی بھی بعض شافعیہ سے اسکے قائل ہین۔ مگر اسکا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر واجب ہوتا تو حضرت ضرور ان لوگون کو تعلیم کرتے جنہین اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ رہا آیہ تو اوسمین احتمال ہے کہ یہ وجوب حضرت سے مخصوص ہو کیونکہ حضرت ہی کی صلوۃ اونکے لئے باعث تسکین ہوسکتی ہے نہ غیر کی۔

دیکھیے مانعین زکوۃ کا استدلال کیسا قوی ہے کہ خود یہ لوگ بھی قبول کر رہے ہین کہ اس آیہ سے استحباب یا وجوب دعا ثابت ہے جسکا جواب وہ یہ دیتے ہین کہ ممکن ہے یہ حکم حضرت کے ساتھ مخصوص ہو تو جب وہ حکم صلوۃ و تطہیر و تزکیہ حضرت کے ساتھ مخصوص ہوا تو خذ من اموالھم صدقۃ بھی کیون نہ حضرت ہی سے مخصوص ہوگا کہ زکوۃ کا لینا بھی حضرت ہی کا کام تھا نہ ان لوگون کا جو کسی طرح اس کام پر نہ کبھی مقرر ہوئے نہ اون سے متعلق کیا گیا۔

افسوس کہ ہم اسوقت دوسری بحث مین ہین۔ اسلئے تفصیلی بحث نہین کرسکتے مگر خدا نے چاہا تو اسی تنقید بخاری کے اوس حصہ مین اسکی پوری حقیقت دکھائی جائے گی جسمین صحیح بخاری کی کتاب الزکوۃ کی شرح ہوگی۔

تشدد انتقام ابوبکر اب ان سب مباحث کے طے ہوجانے کے بعد کہ وہ سب

وشریعت رسول کا پاس۔ آخر یہ مسلمان تھے یا کافر کس شریعت نے کفار کے ساتھ ایسے ظلم کی اجازت دی ہے۔ کس دین نے اسکو جائز رکھا ہے۔

اگر ابوبکر کی نسبت کہو کہ اونکو اپنی خلافت کا سکہ جمانا تھا اپنا رعب بیٹھالنا تھا جسکے لئے نہ جائز دیکھنے کی ضرورت تھی نہ ناجائز کی۔ بلکہ جس سے خوف وخطرہ زیادہ تھا اوسکو ایسی ہی سخت سزا دی اگرچہ اوسکا جرم کمتر ہو چنانچہ مالک کی نسبت عام طور سے آپ دیکھ چکے کہ کوئی اوسکے کفر کا قائل نہ تھا کسی طرح وہ مرتد نہین ہوا تھا۔ بلکہ اسلام پر اپنے باقی تھا۔ اور بحکم رسول وہ اپنی قوم کے صدقات کا عامل تھا۔ سب صحابہ مہاجرین وانصار اوسکے ایمان کی گواہی دے رہے ہین۔

تو علمائے اہلسنت کی نسبت کیا کہا جائیگا جو اسطرح ابوبکر کی طرفداری کر رہے ہین کہ اونکے ہر ناجائز کو جائز اور ہر خطا کو صواب کر رہے ہین۔ حالانکہ وہ ایک ایسی نظیر اسلام مین قائم کر رہے ہین جس سے اسلام ہمیشہ کیلئے بدنام اور ذلیل وخوار ہو۔

آپنے تقریر ماسبق مین دیکھا ہے کہ جو لوگ مانعین زکوۃ ہین جنمین مالک بن نویرہ بھی داخل ہین اونکے انکار کا اصلی منشا یہ تھا کہ خاندان رسالت کے رہتے ہوئے یہ لوگ خلاف حکم خدا ورسول کیون خلیفہ ہوئے؟ اگر خاندان رسالت سے اسکو نکلنا چاہئے تو پھر ہم مین آنا چاہئے کہ ہم ہمیشہ کے معزز اور اپنی قوم کے سلاطین سے ہین۔ چنانچہ اسیوجہ سے ان لوگونکو سخت سزائین دی گئین بخلاف اسکے جو لوگ مدعی نبوت ہوئے تھے اونکو نہ سخت سزا دی گئی نہ کچھ چنانچہ اسود عنسی تو حضرت ہی کے زمانہ مین قتل ہوا مسیلمہ جنگ خالد مین مارا گیا مگر نہ اوسکی لاش جلائی گئی نہ کوین مین ڈالا گیا طلیحہ بن خالد۔ سجاح بنت منذر نے بظاہر اسلام قبول کیا اور وہ چھوڑ دئے گئے۔ بلکہ طلیحہ (جو مدعی نبوت ہوا تھا) تو ایسا دست وبازوئے خلافت بنایا گیا کہ تاریخ کامل مین ہے صفحہ جلد ۳

واما عما دہ بن شہاب فلما بلغ زمالہ لقیہ طلیحہ بن خویلد وکان خرج یطلب ثار عثمان وھو یقول لھفی علی اصول بیعتان [illegible]

حضرت حمزہ عم رسول کا مثلہ کرایا تھا تو حضرت نے فرمایا تھا اگر ہمکو موقع ملا تو ہم ستر
ادمی کا اسطرح مثلہ کرینگے اوسپر یہ حکم نازل ہوا اور پھر حضرت نے کبھی اسکا قصد نہیں کیا
بلکہ ممانعت فرمائی لیکن ابوبکر صاحب کا جوش ہے کہ قید کرتے ہین آگ سے جلاتے
ہین۔ پھر کیونکر وہ کہ سکتے ہین کہ یہ لوگ مسلمان تھے جنسے ایسے افعال سرزد ہوئے
اب اسپر ترقی سینئے کہ خالد نے مالک کے ساتھہ تو اور بھی کمال کیا کہ عہد کرتے
ہین ہم اب ذمہ خدا اور رسول وابوبکر کی قسم کہاتے ہین کہ تیرے ساتھہ کوئی بدسلوکی
نہ کرینگے اسپر بھی اوسکو اسطرح قتل کرتے ہین مرآۃ الزمان سبط ابن جوزی مین ہے

فقال له ای یا مالك لخالد هلم الی الاسلام فقال مالك وتعطینی ما
ذا فقال اعطیك ذمة الله وذمة رسوله وذمة ابی بکر وذمة خالد
ان لا اجاوز الیك وان اقبل منك فاعطاه مالك بیده و
خالد علی تلك العزیمة من ابی بکر فی قتله فقال یا مالك انی قاتلك
فقال لا تقتلنی فقال لا بد وامر بقتله فتحیت المسلمون ذلك
وقال المهاجرون اتقتل رجلا مسلما وقد اعطیته ذمة الله و
ذمة رسوله کما فی التشئید ص

یعنی خالد نے مالک سے کہا اسلام لا مالک نے کہا پھر کیا دوگے۔ خالد نے کہا ذمہ خدا
ورسول وذمہ ابوبکر وذمہ خالد کہ اسکے بعد پھر تجاوز نہ کرینگے اور تجھسے قبول کرینگے
مالک نے اپنا ہاتہہ دیدیا حالانکہ خالد اپنے اوسی ارادہ پر رہا جو ابوبکر کا حکم تہا تب
خالد نے مالک سے کہا ہم تجھے قتل کرینگے مالک نے کہا ہمکو نہ قتل کر۔ خالد۔ ضرور
قتل کرونگا۔ اسکے بعد خالد نے حکم قتل دیا جسپر مسلمان طیار ہوگئے۔ مہاجرین نے کہا کیونکر
اوسکو قتل کرتا ہے جسکو ذمہ خدا ورسول دیچکا ہے۔

اب اہل اسلام غور کرین کہ یہ خلافت تھی یا قیامت جسمین اس بے رحمی بے
دردی سے مسلمان ذبح کئے جاتے ہین۔ آگ مین بھونے جاتے ہین۔ کوؤن مین زندہ
گرائے جاتے ہین۔ پہاڑون سے اوڈیلے جاتے ہین۔ نہ خدا کا خوف ہے نہ رسول

کا نام بھی نہ لے۔

معاف کرنا رسول اللہ کا صدقہ کو اگرچہ بعد اسکے کہ ابوبکر کا قتال باجماع صحابہ ناجائز تھا اور وہ لوگ کسی طرح جائز القتل نہ تھے۔ سیرۃ رسول اللہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپنے وفد ثقیف کو صدقہ یعنی زکوۃ دینا معاف کر دیا تھا اور یہی فرمایا جو صحابہ ابوبکر سے کہ رہے تھے کہ جب ایمان انکا قوی ہو گا تو زکوۃ بھی دینگے چنانچہ زاد المعاد ابن القیم میں ہے "و فی سنن ابی داؤد عن جابر قال اشترطت ثقیف علی النبی ان لا صدقۃ علیہا و لا جہاد فقال النبی بعد ذلک سیتصدقون و یجاہدون ان اسلموا صـ۲۶ جلد ثانی"

یعنی سنن ابوداؤد میں ہے جابر سے کہ قوم ثقیف نے حضرت سے شرط کیا تھا کہ نہ وہ صدقہ دینگے نہ جہاد کرینگے۔ حضرت نے قبول فرمایا اور بعد اسکے کہا کہ قریب ہے وہ صدقہ بھی دیں جہاد بھی کریں اگر اسلام لائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ حضرت نے اونکے صدقہ کو معاف کر دیا تھا اور اونکے اسلام کو قبول کیا۔ مگر ابوبکر صاحب کو اپنی ناجائز سلطنت پر جوش تھا کہ فرماتے تھے اگر وہ رسی بھی نہ دینگے جس میں دنبیاں بندھیں تو میں ضرور اون سے جنگ کرونگا پھر بتلایئے یہ جنگ خلاف قرآن و سنت و اجماع ہوئی یا نہیں اور اسپر سنیوں کا فخر و مباہات کیسا ہے۔

احراق عمر چونکہ ابوبکر صاحب کے جلانیکا حال اس واقعہ میں بتفصیل مذکور ہو چکا ہے اور فتح الباری و شرح عینی سے یہی معلوم ہوا کہ عمر صاحب کا مذہب اسکے خلاف تھا کہ وہ کسی طرح بھی جلانے کو جائز نہ جانتے تھے۔ لہذا ممکن ہے کہ ناظرین کو خیال ہو کہ عمر صاحب بڑے رحیم تھے اسلئے انکے جلانے کا حال بھی سن لیجئے زاد المعاد میں ہے وقد حرق عمر بن الخطاب قریۃ بکمالہا یباع فیہا الخمر و حرق حانوت رویشد الثقفی و سماہ فویسقا و حرق قصر سعد علیہ لما احتجب فیہ عن الرعیۃ صـ۷۶ جلد ۲

یعنی عمر بن الخطاب نے ایک پورے قریہ کو جلا دیا کہ اسمیں شراب بکتی تھی۔ اور رویشد ثقفی کے حانوت (بھٹی) کو جلا دیا اور اوسکا نام فویسق رکھا اور سعد بن ابی وقاص کا قصر جلوا دیا صرف اس جرم پر کہ وہ رعیت سے چھپ کر بیٹھے تھے بتلایئے کیسے خلیفہ تھے کہ ایک وقت تو مذہب کا حکم کرتے کہ کسیکو جلانا نہ چاہئے اور جب انکو غصہ آجاتا تو پھر نہ دین کا خیال ہوتا نہ مذہب کا حالانکہ

عند عود القعقاع من اغاثة عثمان فلما لقی عمارة قال له ارجع فان القوم لا یریدون بامیرهم بدلا فان ابیت ضربت عنقک فرجع عمارة الی علی بالخبر۔

یعنی جناب امیرؑ نے بعد قبول خلافت اپنے عمال ہر طرف روانہ کیے عثمان بن حنیف کو حاکم بصرہ مقرر کیا اور عمارہ بن شہاب کو حاکم کوفہ جب عمارہ بمقام زبالہ پہونچے جو راہ کوفہ کی منزلون سے ایک منزل ہے تو وہان طلیحہ بن خویلد مدعی نبوت بعہد ابوبکر سے ملاقات ہوئی جو طلب خون عثمان کیلئے جا رہا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ہمکو پہلے اسکی خبر نہ ہوئی تو اوسنے عمارہ (حاکم کوفہ منجانب امیر المومنینؑ) سے کہا کہ تم کہان جاتے ہو پھر جاؤ کہ قوم اپنے امیر کے بدلہ مین کسی کو قبول نہین کریگی اگر تم نہ پھر جاؤگے تو ہم تمکو قتل کرینگے۔ چنانچہ عمارہ پھر آئے اور اس واقعہ کو جناب امیرؑ سے عرض کیا اس واقعہ سے تو آپ خود سمجھ سکتے ہین کہ اوسکی کسقدر عزت افزائی کی گئی تھی کہ اسقدر لشکر فراہم ہوا کہ خون عثمان کا انتقام لینے چلا اور عامل جناب امیرؑ سے اس طرح کا کلام کیا۔

تو کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ یہ سب کارروائیان کچھ بھی ایمانداری کا پہلو رکھتی ہین کہ جو لوگ مسلمان تھے اور کسی طرح اسلام سے مرتد نہ ہوئے اونکے ساتھ تو یہ سلوک کیا گیا کہ زندہ آگ مین ڈلوائے گئے اور جو لوگ خود نبوت کے مدعی ہوئے اونکی یہ عزت افزائی کی گئی کہ آج لشکر اسلام کو اسطرح اپنے رعب و داب سے پھیر رہا ہے

کسقدر سچا ہے یہ مقولہ الکفر ملة واحدة کہ ابوبکر صاحب اس خلافت کے درستی کیلئے کیا کیا کر رہے ہین ایک طرف ابوسفیان کو ملا رہے ہین جس نے سنہ ہجری تک رسول اللہؐ سے برابر جنگ کی اور ایک طرف طلیحہ بن خویلد سے ساز باز کر رہے ہین جسنے بعد حضرت ادعائے نبوت کیا تیسری طرف کیسے کیسے جلیل القدر صحابہ کو جنہین خود رسول اللہؐ نے عامل صدقات مقرر کیا تھا اس بیرحمی سے آگ مین ڈلوا رہے ہین کہ پھر کوئی شخص ایمانداری و حق گوئی و طرفداری اہلبیت طاہرینؑ

مین ہے۔ اول حادثہ کہ پیش آمد ان بود کہ عبید اللہ بن عمر بظن آنکہ در قتل حضرت فاروق شریک بودہ اند جمعے را از ضعیف الاسلام مثل ہرمزان وجمعے از نصاری مثل حفینہ بقتل رسانید و در اول خلافت این قضیہ پیش حضرت ذی النورین مرافعہ نمودند و از ہر طرف کشاکش افتاد حضرت ذی النورین از خالص مال خود مبلغے بہ اولیاء مقتول داد و خصومت از میان مسلمانان کیفما اتفق فرو نشاند صـ۲۳۵

جس سے معلوم ہوا کہ صرف شبہہ قتل عمر مین بہت سے کمزور مسلمان قتل کیے گئے اور اونکی کوئی حق رسی نہیں ہوئی شاہ صاحب نے تو اس واقعہ کو بہت ہلکا کر کے لکھا ہے مگر تواریخ دیکھیے تو معلوم ہو یہ واقعہ کیسا عظیم ہے تاریخ کامل مین ہے ثم جلس عثمان فی جانب المسجد بعد بیعتہ ودعا عبید اللہ بن عمر بن الخطاب وکان قتل قاتل ابیہ ابا لولوہ وقتل حفینہ رجلا نصرانیا من اہل الحیرۃ کان ظہیر السعد بن مالک وقتل الہرمزان فلما ضربہ بالسیف قال لا الہ الا اللہ فلما قتل ہولاء اخذہ سعد بن ابی وقاص وحبسہ فی دارہ واخذ سیفہ واحضرہ عند عثمان وکان عبید اللہ یقول واللہ لاقتلن رجالا ممن شرک فی دم ابی یعرض بالمہاجرین والانصار وانما قتل ہولاء النفر لان عبد الرحمن ابن ابی بکر قال غداۃ قتل عمر رایت عشیہ امس الہرمزان وابا لولوہ وحفینہ وہم یتناجون فلما راونی ثاروا وسقط منہم خنجر لہ راسان نصابہ فی وسطہ وہو الخنجر الذی ضرب بہ عمر فقتلہم عبید اللہ فلما احضرہ عثمان قال اشیروا علی فی ہذا الرجل الذی فتق فی الاسلام ما فتق فقال علی اری ان تقتلہ فقال بعض المہاجرین قتل عمر امس ویقتل ابنہ الیوم فقال عمرو بن العاص ان اللہ قد اعفاک ان یکون ہذا الحدث ولک علی المسلمین سلطان فقال عثمان انا ولیہ وقد جعلتہا دیۃ واحتملہا فی مالی صـ۲۹ جلد۳

کہ عبید اللہ بن عمر نے ابو لولو (غلط ہے) اور ہرمزان اور حفینہ کو جو ایک نصرانی تھا اہل

خود جیسے شرابی تھے سبکو معلوم ہے۔

سلوک جناب امیرؑ اپنے باغیون کے ساتھ

بہرحال یہانتک تو آپنے حضرت ابوبکر کے اون اعمال کو مشاہدہ کیا جو اونہون نے اپنے مخالفون کے ساتھ سلوک کیا۔ اب ان حالات کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ جناب امیرؑ نے اپنے باغیون کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

سب سے پہلے آپ اوس حکم کو ملاحظہ فرمائیے جو حضرت نے اپنے قاتل ابن ملجم ملعون کی نسبت فرمایا ہے بعد اسکے کہ وہ حضرت کو قتل کر چکا۔ روضہ ندیہ علامہ محمد بن اسمعیل صلاح امیر یمن سے جو اعاظم علمائے اہلحدیث سے ہین لما اخذ قال علیؑ احبسوه فان مت فاقتلوه ولا تمثلوا به وان لم امت فالامر الی العفو او القصاص اخرجه ابن عمرو بن عبد البر ص ۱۴۴

پھر لکھتے ہین اوصی الی الحسن والحسینؑ وصیة طویلة فی اخرها یا بنی عبد المطلب لا تخوضوا دماء المسلمین خوضا تقولون قتل امیر المومنین الا لا یقتلن بی الا قاتلی انظروا اذا انا مت من ضربتی هذه فاضربوه ضربة بضربة ولا تمثلوا به فانی سمعت رسول الله یقول ایاکم والمثلة ولو بالکلب العقور

یعنی جب ابن ملجم گرفتار ہوا تو حضرت نے فرمایا اسکو قید کرو اگر ہم مر جائین تو اوسکو قتل کرنا اور مثلہ نہ کرنا (یعنی ہاتھ پیر کان آنکھ کاٹنا) اور اگر ہم نہ مرے تو یا عفو کرینگے یا قصاص لینگے۔

جب حضرت نے حسنینؑ کو وصیت کی تو اوسمین یہ بھی فرمایا کہ دیکھو مسلمانون کے خون سے بچو ایسا نہ ہو کہ ہمارے قتل سے لوگون کو قتل کرو صرف اوس شخص پر ایک ضرب لگانا جسکے ہاتھ سے ہم قتل ہون بشرطیکہ اسی ضربت کی وجہ سے ہم مرین اور پھر اوسکا مثلہ نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ نے منع فرمایا ہے کہ کلب درندہ کا بھی مثلہ نہ کرنا چاہیے۔

اسی پر قیاس کیجیے حضرت کے اوس طریقہ جہاد کو جو آپ دشمنان دین کے ساتھ جہاد فرماتے کہ اوس مین کسقدر عدل و انصاف سے کام لیتے۔

قتل عبداللہ بن عمر بعوض عمر

اب اسکے مقابلہ مین سیرت شیخین کو دیکھئے کہ حضرت عمر کے [illegible] تو اونکے بیٹے عبداللہ بن عمر نے [illegible] مین کئی مسلمانون کو قتل کر ڈالا [illegible]

اور کون اوسکا قرآن اسپر بھی جو دعواے اسلام خلفائے ثلثہ کیا جاتا ہے تو عجیب ہے ۔
یہی امور تھے جنسے وہ صحابہ جناب امیرؑ سے ناراض رہا کرتے کیونکہ جانتے تھے جناب امیرؑ نہ کسی
کا مال ناجائز لینے دینگے کیسا ہی معزز ہو کیسا ہی ذی عزت مگر حکم شرع کی تعمیل ضروری ہے ۔
بخلاف خلفائے ثلثہ کے جو ہر کام مین اپنے اغراض نفسانی کو مقدم کرتے ۔

شرح بقیہ فوائد حدیث اب ہم اس حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ
ویدہ کی شرح کو یہان تمام کرتے ہین اور دوسری حدیث پر توجہ کرتے ہین کیونکہ ملال ناظرین کا
خیال ہے مگر جو لوگ اہل فہم ہین وہ اس تحریر مختصر سے سمجھ سکتے ہین کہ کہان تک خلفائے اہلسنت نے
اس حدیث کی رعایت کی ہے ۔ اسلیئے شارحین حدیث نے پہلے ہی سے کاٹ چھانٹ شروع
کی فتح الباری مین ہے قولہ المسلم قیل الالف واللام فیہ للکمال نحو زید الرجل
ای کامل فی الرجولیۃ وتعقب بانہ یستلزم ان من اتصف بھذا خاصۃ
کان کاملا ویجاب بان المراد بذالک مع مراعاۃ باقی الارکان قال الخطابی
المراد افضل المسلمین من جمع الی اداء حقوق اللہ اداء حقوق المسلمین و
اثبات الشئ علی معنی اثبات الکمال لہ مستفیض فی کلامہم صـ۲۹ـ
یعنی حدیث مین لفظ مسلم پر جو الف ولام ہے یہ کمال کیلیئے ہے کہ مسلم کامل وہ ہی جس کی
زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہین ۔ اسپر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ پھر چاہیے جسمین یہی
اوصاف پائے جائین وہ کامل الاسلام ہو تو اوسکا جواب یہ ہے مراد اس سے یہ ہے کہ ان صفتون کے
ساتھ اور ارکان کی بھی رعایت کی جائے ۔
خطابی نے کہا مراد اس سے افضل المسلمین ہے کہ جو شخص حقوق خدا کے ساتھ اداے حقوق
مسلمین بھی کرے وہ افضل مسلمین ہے ۔
اس سوال وجواب سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ مقصود اصلی کیا ہے حدیث نبوی کہ حضرت نے
جو بکلمہ حصر فرمایا کہ مسلمان وہی ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمین سلامتی مین رہین جسکا مفہوم
یہ ہے کہ جو شخص ایسا نہین ہے وہ مسلمان نہین ہے ۔ لہذا انلوگونکو اسکی فکر پڑی کہ کسی
طرح اس حدیث مین تاویل کرین تاکہ وہ لوگ بھی مسلمان قرار پائین جو اسکی خلاف ورزی

ذمہ سے اس تہمت میں قتل کیا کہ یہ سب قتل عمر میں شریک تھے ہرمزان کو جب قتل کرنے لگا تو اوسنے لا الہ الا اللہ کہا مگر عبید اللہ نے اوسکو بھی قتل کیا۔ تب سعد بن ابی وقاص نے اوسکو پکڑ کر اپنے مکان مین قید کیا اور تلوار چھین لی۔ جب عثمان خلیفہ ہوئے تو یہ مرافعہ پیش ہوا اور یہ بھی کہا گیا کہ عبید اللہ بہت سے مہاجرین و انصار کو بھی دہمکاتا تھا کہ بعوض خون عمر لوگون کو قتل کرینگے۔ عثمان نے مشورہ طلب کیا کہ کیا کرنا چاہیئے حضرت علیؓ نے کہا ہماری رائے ہے اسکو قتل کرنا چاہیئے۔ بعض مہاجرین نے کہا یہ نہایت نامناسب ہی کہ کل تو عمر مارے گئے اور آج اونکا بیٹا عبید اللہ مارا جائے۔ عمرو عاص نے کہا کہ اب تو آپ مسلمانون کے بادشاہ ہین پہر کیون یہ بدنامی لیجائے عثمان نے کہا کہ ہم اس مقتول کے ولی بنتے ہین اور اسکا خون بہا قبول کرتے ہین پھر اپنے مال سے خون بہا دیا۔

ہمکو عبید اللہ بن عمر سے بحث نہین۔ مطلب عثمان سے ہے کہ دو خون ناجائز کا مقدمہ اونکے سامنے پیش ہوا ایک مسلمان اور ایک اہل الذمہ کو ناحق قتل کیا ہے۔ اسکا انصاف یہ کر رہے ہین کہ نہ قاتل کو قتل کرتے ہین نہ وارثان مقتول کو راضی کرتے ہین خود ولی بنکر خون بہا اونکا دیتے ہین جس سے وہ خون ناحق ہضم ہوگیا۔

عبید اللہ بن عمر کا یہ قتل ایسا ناجائز تھا کہ تاریخ کامل مین ہے والاول اصح فی اطلاق عبید اللہ لان علیا لما ولی الخلافۃ اراد قتلہ فہرب منہ الی معاویہ بالشام ولو کان اطلاقہ بامر ولی الدم لم یتعرض لہ علی صفحہ ۳ جلد ۳

یعنی جب حضرت علی خلیفہ ہوے تو آپنے چاہا کہ عبید اللہ بن عمر کو اوس خون کے بدلہ مین قتل کرین جسپر وہ بھاگ کر معویہ کے پاس ملک شام مین چلا گیا۔ پس اگر عبید اللہ ولی الدم کی اجازت سے رہا ہوتا تو پہر کبھی حضرت علیؓ اوس سے متعرض نہ ہوتے۔

دیکھیے اسکا نام ہے انصاف اسکا نام ہے عدل کہ اون دو نو مسلمانون کے خون ناحق نے حضرت علیؓ کو مجبور کیا کہ اوسکا قصاص عبید اللہ سے لین جسپر وہ شام کیطرف بہاگ گیا اور عثمان نے ایسی خون کو اسطرح باطل کر دیا یہی فرق رہا ہے ہر دو فریق مین۔

اب کہیے حدیث المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ کا کون محافظ تھا

کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث شریف ایسی صریح اور واضح ہے کہ کسی تاویل کی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ تاویل کی جائے کہ مراد اس سے نفی کمال اسلام ہے نہ نفی اسلام تو لازم آتا ہے جو لوگ رسول اللہ کو ایذا دیں وہ مسلمان رہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ خدا و رسول کے ایذا دینے والے کافر ہیں نہ مسلمان۔

افسوس صد افسوس کہ صرف اسلام خلفائے ثلثہ کے قائم رکھنے کیلئے کیسی کیسی تحریفیں اور تاویلیں انکو قرآن و حدیث میں کرنی پڑتی ہیں جس سے حدیث و قرآن کے معنی ہی بدل جاتے ہیں۔ حالانکہ حضرت بنص صریح فرماتے ہیں وہی مسلمان ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہی ہے جو منہیات خدا کو ترک کرے نہ وہ شخص جو صرف گھر چھوڑ کر چلا جائے۔

مگر علمائے اہلسنت جان بوجھ کر تحریف کرتے ہیں چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں وکان المهاجرين خوطبوا بذلك لئلا يتكلوا على مجرد التحول من دارهم حتى يمتثلوا اوامر الشرع ونواهيه ويحتمل ان يكون ذلك بعد انقطاع الهجرة لما فتحت مكة تطييبا لقلوب من لم يدرك ذلك بل حقيقة الهجرة تحصل لمن هجر ما نهى الله عنه فاشتملت هاتان الجملتان على جوامع من معانی الحكم والاحكام ص ۲۹

یعنی گویا کہ اس میں خطاب ہے مہاجرین سے تاکہ صرف نقل مکان ہی پر نہ اعتماد کرلیں بلکہ احکام شرع کی تعمیل کریں (یہ مطلب تو ظاہر ہے اب تاویل شروع ہوتی ہے) اور محتمل ہے کہ حضرت نے یہ حدیث اون لوگوں کو دل خوش کرنے کو فرمایا ہو جو فتح مکہ کے بعد جب ہجرت منقطع ہوگئی تھی ہجرت نہ کرسکے تھے کہ اصلی ہجرت وہی ہے جسمیں منہیات خدا ترک کیے جائیں (جسکا مطلب یہ ہوا کہ حقیقت میں یہ بات نہیں ہے بلکہ صرف دل خوش کن کلمہ ہے پھر بتائیے کہاں ایمان رہا جو حضرت کے کلام کو اصلیت و واقعیت سے معرا سمجھتے ہیں) پس یہ دو نو جملہ مشتمل ہے معانی حکم و احکام پر مگر بعد اس تاویل کے یہ حدیث بیکار ہوگئی۔

عینی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے بہت سے فوائد معلوم ہوئے۔

داؤد عن عامر عن عبد اللہ عن النبی ۔ کہا عبد اللہ (بخاری) نے اور کہا ابو معاویہ نے بیان کیا ہمسے داؤد بن ابی ہند نے ۔ عامر (شعبی) سے کہ کہا سنا مینے عبد اللہ بن عمر کو اونہون نے یہ حدیث بیان کیا رسول اللہ ص سے اور عبد الاعلی نے اس حدیث کو روایت کیا داؤد سے اونہون نے عامر (شعبی) سے اونہون نے عبد اللہ سے اونہون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

اس قسم کا بیان جو آخر حدیث مین بخاری لکھتے ہین یا کوئی حدیث بلا سند لکھ جاتے ہین تو اوسکا نام تعلیق بخاری ہے جو حکم صحت سے اکثر خارج ہوتا ہے۔

عینی لکھتے ہین کہ بخاری نے یہان دو تعلیق لکھی ہے جسمین پانچ راویونکا نام لکھا ہے (۱) ابو معاویہ محمد بن خازم بجاد زای معجمہ آنکھ کے اندہے تھے ۔ کوفہ کے رہنے والے مگر مذہب انکا مرجئی تہا ۱۹۵ھ مین انکی وفات ہے اعمش کے بارہ مین البتہ موثق ہین ۔ مگر بخاری سے ملاقات نہین ہوئی کیونکہ بخاری کی ولادت ۱۹۴ھ مین ہوئی ۔ لہذا سند منقطع ہے جو شان صحت کے خلاف ہے ایسی وجہ سے انکی تعلیقات عام طور سے غیر صحیح ہوتی ہے پہر صحیح بخاری کہنا کیسا

(۲) دوسرا راوی داؤد بن ابی ہند ہے جو ایک عورت کا غلام تہا وفات ۱۳۹ھ صرف یہین پر یہ نام آیا ہے اور کہین نہین ۔

(۳) عبد الاعلی بن عبد الاعلی شامی قریشی ہے مگر مذہب اسکا قدری تہا وفات ۱۸۹ھ

(۴) عامر شعبی کا حال بعد اسکے مذکور ہوگا ۔

(۵) عبد اللہ بن عمرو عاص صحابی جسکا حال سابقاً مرقوم ہوا کہ یہ بڑا جہوٹا تھا ۔

غرض اس تعلیق کی یہ بیان کی گئی ہے کہ معلوم ہو شعبی نے خود عبد اللہ سے یہ حدیث سنی اور دوسری تعلیق کی یہ غرض ہے کہ ممکن ہے شعبی نے پہلے دوسرے سے سنا ہو پہر عبد اللہ بن عمرو عاص سے بہی سنا ہو ۔

مگر ابن حبان نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں ان الفاظ سے لکہا ہے عن الشعبی قال سمعت عبد اللہ بن عمرو ورب ہذہ البنیۃ سمعت رسول اللہ المہاجر من ہجر السیئات والمسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ ص ۱۵۷ عینی

یعنی شعبی نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ خانہ کعبہ کی قسم کہا کر کہتا ہے حضرت نے فرمایا تہا

اسوجہ سے کہ اسکی تاکید زیادہ ہی برعایت اسلام ہے اور نیز اسوجہ سے کہ کفار تو درپے مقاتلہ تھے لہذا
اونکا ذکر نہین ہوا اگرچہ اون مین بھی ایسے ہوتے ہین جنکو ایذا نہ دینا چاہیئے (مگر اس جواب کی ضرورت
نہین ہے کیونکہ دوسری حدیث مین من سلم الناس ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے آدمیونکو
امان ملے جیسا کہ عنقریب آتا ہے اور چونکہ حضرت کو معلوم تھا کہ اہل اسلام خود مسلمانونکو زیادہ
ایذا دینگے اسلئے اس حدیث مین مسلمین کی تخصیص ہے تاکہ معلوم ہو یہ لوگ اسلام سے خارج ہین جو
مسلمانون کو ایذا دین)

سوال مسلمات کو کیون نہ ذکر کیا جواب تغلیبا کیونکہ عورتین بھی اوسی طرح مخاطبات مین شامل
ہین جس طرح۔ یہ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب مسلمین کی ایذا سے مخالفت اسلام لازم آتی ہے تو ایذائے
مسلمات زیادہ اسکا باعث ہوگا تو یہ حدیث حکم لا تقل لہما اف مین ہے)

سوال لسان کیون کہا اوسکی عوض مین قول کیون نہین کہا کیونکہ قول بھی بدون زبان ممکن
ہے جواب تاکہ اسمین وہ لوگ بھی داخل ہون جو زبان نکالتے ہین بطور استہزا (یہان تو ایک
لطیفہ یاد آیا جو حضرت ابن عباس نے تفسیر آیہ لا تحرک بہ لسانک مین زبان ہلا کر دکھایا
تھا دیکھو تنقید بخاری حصہ اول

سوال ایذا باللسان و ایذا بالید مین کیا فرق ہے جواب ایذا لسانی عام ہے زمانہ ماضی و حال
و مستقبل سب کو بخلاف ایذائے دستی کہ وہ مخصوص ہے موجود سے مگر یہ کہ جب ہاتھ سے کچھ لکھدیا جائے
تو اسکا بھی وہی حکم ہوگا"

تمام ہوا ترجمہ کلام عینی بہ اختصار مگر آپکو اس تقریر سے انلوگون کی خوش فہمی بخوبی معلوم ہوئی
ہوگی کہ حدیث رسول سمجھنے مین کیسا ملکہ رکھتے ہین کہ باتین تو ہر طرح کی کر گئے مگر اس حدیث پر ایمان
نہ لائے کہ جنلوگون نے اسکی مخالفت کی اونکو خارج الاسلام سمجھتے بلکہ برعکس اسکے حدیث ہی مین
ایسی تاویل کی کہ مفہوم و مطلب حدیث بدلجائے۔

اب ہم بقیہ عبارت بخاری کی طرف توجہ کرتے ہین جو اسی باب مین لکھتے ہین۔

متن بخاری | قال ابو عبد اللہ وقال ابو معاویۃ ثنا داؤد ابن ابی ھند عن
عامر قال سمعت عبد اللہ بن عمر و یحدث عن النبی ﷺ وقال عبد الاعلی عن

اون لوگون سے جنکی زبان اور ہاتھ سے مسلمانونکو سلامتی نہ ملے۔ اور اس حدیث مین اوس اسلام کی افضلیت بیان کی گئی ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہین اور کوئی فرق نہین ہے

راوی اول سعید بن یحیی بن سعید قریشی لکھا ہے حالانکہ اصل مین یہ بنی امیہ سے ہے جیسا کہ عینی لکھتے ہین منہا انہ ذکر فی سعید بن یحیی شیخہ القرشی ولم یقل الاموی مع ان الاموی اشہر فی نسبتہ نظرا الی الاعمیۃ صہ۱۵۹

یعنی اپنے شیخ سعید بن یحیی کو قرشی لکھا نہ اموی حالانکہ اوسکا بنی امیہ سے ہونا مشہور تہا یہ نسبت نظر عموم ہے جس سے آپ سمجھ سکتے ہین کہ یہ کارروائی کس قسم کی ہے کیونکہ یہی اقسام تدلیس سے ہے اسکا اصلی نسب نامہ یون ہے سعید بن یحیی۔ بن سعید۔ بن ابان۔ بن سعید۔ بن العاص بن امیہ بن عبد الشمس والعاص قتل یوم بدر کافرا یعنی عاص بروز جنگ بدر حالت کفر مین قتل ہوا جناب امیر نے اسکو قتل کیا تہا۔ ابان بن سعید کو عثمان نے کاتبان قرآن مین داخل کیا

علامہ عینی لکھتے ہین قال صالح بن محمد ھو ثقۃ الا انہ کان یغلط صہ۱۵۹

یعنی صالح بن محمد اسکو ثقہ لکھتے ہین مگر وہ غلطی بہت کرتا تہا۔ پہر بتایئے اسکی روایت کا کیا حال ہوگا لطف یہ ہے کہ اس راوی سے صرف بخاری ہی نے نہین روایت کی ہے۔ بلکہ بہ استثنائے ابن ماجہ یہ سبکا استاد ہے۔ اس سے بڑہکر کیا دلیل ناصبیت ہوسکتی ہے کہ ایک اموی کو ان لوگون نے اپنا شیخ بنایا اور پہر دہوکہ دینے کیلئے اوسکی نسبت کو بنی امیہ کی طرف نہین ظاہر کرتے بلکہ قرشی کہتے ہین المتوفی ۲۴۹ھ ان روایت ابن حجر مین ۲۶ھ وی تحریری ہے۔

راوی دوم اوسکا باپ یحیی بن سعید ہے المتوفی ۱۹۴ھ

راوی سوم ابو بردہ ہے بضم الباء جسکا نام برید ہے قال ابو حاتم لیس بالمتقن یکتب وقال النسائی لیس بذلک القوی عینی صہ۱۵۹

یعنی یہ متقن نہین ہے کہا نسائی نے کہ ویسا قوی نہین ہے اور میزان الاعتدال مین ہے قال احمد یروی مناکیر وطلحہ بن یحیی احب الی منہ ابن عیینا عن برید بن عبد اللہ انہ یہودی ان سوق الطیر بر دمیہ فرسخ فی فرسخ صہ۱۲۲ جلد اول

وہ ہے جو سیئات کو ترک کرے اور مسلمان وہ ہے جس سے آدمی سلامتی میں رہیں۔
کسقدر افسوسناک ہے کہ اصل حدیث تو اسطرح ہو اور اوسکو بخاری نہ لکھا خالی یہ کہکر چھوڑ دیا کہ ابو معاویہ نے کہا اور اوسکو نہ لکھیں کہ کیا کہا۔

دوسری تعلیق قال عبد الاعلی سے شروع ہوئی اوسکی غرض یہ بتائی جاتی ہے کہ اسمین جو عبد اللہ کو بہ ابہام لکھا ہے کہ باپ وغیرہ کا نام نہیں ہے تو اوس سے بھی عبد اللہ بن عمر کو سمجھنا چاہیے۔ مگر افسوس کہ عبارت سے یہ باتین کسی طرح نہیں معلوم ہوتین۔ بہرحال قطب الدین کہتے ہین کہ یہ دونو تعلیقات بخاری سے ہین کیونکہ بخاری کو نہ ابو معویہ سے ملاقات ہوئی نہ عبد الاعلی سے۔ پھر نہ معلوم اونکی حدیث انکو معلوم کیونکر ہوئی کیونکہ بیچ مین کوئی واسطہ تو مذکور نہین۔ بہ اصطلاح اہلحدیث یہی حدیث معلق ہے جسکی ابتدائی سند نہ ذکر کی جائے۔

بہرحال جس حدیث کو بخاری نے ترک کر دیا کہ المسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ کہ مسلمان وہ ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے آدمی سلامتی مین رہین اوسکی شرح مین عینی کہتے ہین کہ لفظ ناس عام ہے جو شامل ہے مسلمان اور اہل ذمہ سب کو اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ناس سے مراد مسلمان ہین کیونکہ حقیقۃ انسان وہی ہین اور ممکن ہے کہ حمل کرین عموم پر بہ ارادہ شرط الا بحق اور یہ ارادہ اس شرط کا ہر حال مین متعین ہے۔
اسپر عینی اعتراض کرتے ہین کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ مسلمانونکے سوا جو اور انسان ہین وہ حقیقۃً انسان نہ رہین حالانکہ یقیناً یہ غلط ہے پھر لفظ امکان لکھنا بھی غلط ہے کہ ممکن ہے حمل کیا جائے کیونکہ یقیناً عام ہے۔

صحیح بخاری باب ای الاسلام افضل حدثنا سعید بن یحیی بن سعید القرشی قال حدثنا ابی قال حدثنا ابو داؤد بن عبد اللہ بن ابی بردہ عن ابی موسی رض قال قالوا یا رسول اللہ ۱۲ ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی ابو موسی سے روایت ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ صلعم اسلام کونسا افضل ہے حضرت نے فرمایا جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان لوگ سلامتی مین رہین۔

روایت تو وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی فرق اسقدر ہے کہ حدیث اول مین اسلام کی نفی ہوتی تھی

صحیح بخاری | باب اطعام الطعام من الاسلام حدثنا عمرو بن خالد قال حدثنا اللیث عن یزید عن ابی الخیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رجلا سال رسول اللہ صلعم ای الاسلام خیر قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف - یعنی ایک شخص نے حضرت سے پوچھا کون اسلام افضل ہے تو حضرت نے فرمایا کہانا کہلانا اور اسلام کرنا ہر شخص پر خواہ پہچانے یا نہ پہچانے مولوی وحید الزمان نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ ایک مرد نے انحضرت سے پوچھا اسلام کی کونسی حقیقت بہتر ہے آپنے فرمایا کہانا کہلانا اور ہر ایک مسلمان کو سلام کرنا اسکو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو -

مگر یہ ایسا ترجمہ ہے کہ علامہ عینی اسپر پہلے ہی اعتراض کرچکے ہیں قلت ھذا التعسف کلہ لاجل تقدیرہ ای خصال الاسلام افضل ولو قدر بما قدرناہ لاستغنی عن ھذا السوال والجواب فافہم صنا

یعنی یہ سب تکلف ہے کہ خصلت کا لفظ شامل کیا جائے پہر تعجب ہے مولوی صاحب سے کہ اوسی قسم کا ترجمہ کررہے ہیں حالانکہ بقول عینی یہ ترجمہ بہتر ہے کہ کونسا صاحب اسلام افضل ہے - یہ تقریر عینی کی اس حدیث کے پہلے جو حدیث تھی اوسکے متعلق ہے مگر چونکہ الفاظ حدیث ایک ہی ہیں لہذا دونو جگہ وہی تقریر جاری ہوگی -

بخاری نے اسی حدیث کو باب الایمان میں بہی لکہا ہے اور پہر باب الاستیذان میں - اور صحیح مسلم میں یہ حدیث صرف باب الایمان میں ہے جس سے بخاری کی خوش فہمی ظاہر ہے -

راوی اس حدیث کے سب مصری ہیں جو بہت کم اتفاق ہوا ہے انہا اس روایت کی ہے - عبد اللہ بن عمرو عاص پر ہے جسکا حال پہلے مذکور ہوا کہ صحابہ اوسکی تکذیب کرتے تھے -

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ پہلی حدیثوں میں تو حضرت نے بجواب اسی سوال سوال کے فرمایا تہا کہ بہترین اسلام وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے لوگ سلامتی میں رہیں اور یہان آپنے کہانا کہلانے اور سلام کرنے کو افضل اسلام فرمایا ہے اسکا جواب عینی یہ دیتے ہیں واجیب بان الجوابین کانا فی وقتین فلجاب فی کل وقت بما ھو الافضل فی حق السامع او اھل المجلس فقد یکون ظھر من احدھما قلۃ الم اعاۃ بیدہ

یعنی امام احمد کہتے ہیں کہ یہ شخص مناکیر کا راوی ہے ابن عیینہ روایت کرتے ہیں کہ اسنے ایک یہودی سے روایت کی یہ راوی ابو موسی اشعری کی اولاد سے ہیں۔

راوی چہارم ابو بردہ ہیں جو راوی سوم کے دادا ہیں انکا نام عامر تھا اور بعض نے عامر کہا ہی شریح قاضی کے بعد یہ قاضی کوفہ مقرر ہوئے المتوفی ۱۰۳ھ۔

راوی پنجم ابو موسی اشعری ہیں جنکے حالات سے زمانہ واقف ہی کہ جناب امیرؑ کے نہایت درجہ دشمن تھے تین سو ساٹھ حدیثیں ان سے مروی ہیں جنمیں سے پچاس پر تو بخاری و مسلم کا اتفاق ہے اور خاص بخاری میں ۴ ہے اور خاص مسلم میں ۱۵ ہیں۔

اس حدیث پر یہ اعتراض کیا گیا ہی کہ بروایت ابن مندہ خود ابو موسی نے سوال کیا تھا فتعین من هذا ان السائل هو ابو موسی وحده ومن روایة مسلم ان ابا موسی احد السائلین صنہ۱۷ عینی

یعنی روایت ابن مندہ سے معلوم ہوا کہ خود ابو موسی نے سوال کیا تھا اور روایت مسلم سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو موسی بھی سائلین میں داخل تھے مگر روایت بخاری کہ رہی ہی کہ ابو موسی کو سوال سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں قالوا ۔ لوگوں نے پوچھا ۔ عینی اسکا جواب یہ دیتے ہیں کہ دونوں روایتوں میں منافاۃ نہیں ہی کیونکہ ممکن ہی کئی مرتبہ اسکا سوال ہوا ہو ایک سوال میں ابو موسی بھی شامل تھے دوسرے میں نہ تھے ۔ یہی جواب ابن حجر نے بھی دیا ہے ۔ مگر افسوس کہ اسپر کسی نے خیال نہیں کیا کہ یہ ساری خرابی اس سبب سے ہے کہ بخاری روایت بالمعنی کرتے ہیں یعنی الفاظ حدیث کی پابندی نہیں کرتے ورنہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ قلت ۔ قلنا ۔ قالوا میں منافات نہیں ہی کیونکہ اس کتاب کا نام تو صحیح رکھا گیا ہی کیونکر معلوم ہو سکتا ہی کہ ان دونوں میں صحیح کون ہے ۔ اور تعدد واقعہ کا دعوی تو ہر جگہ چل سکتا ہی۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہی کہ سوال ہے افضل اسلام سے کہ کون اسلام افضل ہی جواب یہ دیا جاتا ہے کہ وہ مسلمان افضل ہے جسکی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامتی میں رہیں ۔ صحیح مسلم میں ای المسلمین افضل ہے جس سے معلوم ہوا کہ مسلم کی روایت بہ اعتبار قواعد نحو وغیرہ زیادہ درست ہے ۔

جواب دیا کرتے تھے - تو بہت کچھ انکی اصلاح ہو سکتی ہے کیونکہ جب خود رسول اللہ ایک سوال کا مختلف جواب دیتے تھے تو جو حضرات آپکے نائب اور جانشین ہون وہ بھی کیون نہ آپکی تاسی فرمائین - ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

؎ یہان آپکو مین نصیحۃ الشیعہ کی سیر کراتا ہون جسمین کس دریدہ دہنی و شوخ چشمی سے حضرات ائمہ اطہار کی نسبت اسی مختلف جواب پر اعتراض کیا گیا ہی ملاحظہ ہو صفحہ جلد اول -

علمائے شیعہ کو یہی خوف درپیش ہے کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہو گیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہے وہ خود بھی ایک بات پر قائم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور طرح طرح کے شکوک پیدا ہون گے چنانچہ اصول کافی مین ہے کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے عن زرارۃ بن اعین عن ابی جعفرؑ قال سألتہ عن مسئلۃ فاجابنی ثم جاءہ رجل فسألہ فاجابہ بخلاف ما اجابنی و اجاب صاحبی فلما خرج الرجلان قلت یا ابن رسول اللہ رجلان من اھل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منھما بغیر ما اجبت صاحبہ فقال یا زرارۃ ان ھذا خیر لنا و ابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد لصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا و بقائکم ثم قال قلت لابی عبد اللہ شیعتکم لو حملتموھم علی الاسنۃ او علی النار لمضوا وھم یخرجون من عندکم مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیہ -

زرارہ کہتا ہے کہ مینے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو اونھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اُسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اوسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون چلے گئے تو مینے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ یہ دونون شخص عراق کے رہنے والے تمھارے شیعون مین سے مین یہ دونون تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تمنے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہمکو اور تمکو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ گے تو سب آدمی تصدیق کرینگے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونون

ولسانہ وایذاء المسلمین ومن الثانی امساک من الطعام وتکبر فاجابہما علی حسب حالہما او علم ان السائل الاول یسال عن افضل التروک والثانی عن خیر الافعال او ان الاول یسال عما یقع المضار والثانی عما یجلب المسار او انہما بالحقیقۃ المتلازمان اذ الاطعام مستلزم لسلامۃ الید والسلام لسلامۃ اللسان قلت ینبغی ان یقید ھذا بالغالب او فی العادۃ ص ۱۶۳

کہ حضرت نے جو دو مختلف جواب دیا تو ایک وقت مین نہین بلکہ مختلف اوقات مین۔ اور ہر دفعہ وہ جواب دیا جو اوس مجلس یا سامع کے حق مین افضل تھا کیونکہ ممکن ہے کہ ایک دفعہ حضرت پر یہ بات ظاہر ہوئی ہو کہ اوسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمانونکی امداد دینے مین کم ہوتی ہے۔ اور دوسرے مین بخل و تکبر زیادہ تہا لہذا حسب حال ہر ایک کے جواب دیا یا حضرت نے سائل اول کے سوال سے یہ سمجھا کہ وہ اون باتونکو پوچھتا ہے جسکو ترک کرنا چاہیئے اور دوسرے کے کلام سے حضرت نے یہ سمجھا کہ وہ بہترین افعال کو پوچھتا ہے۔ یا پہلے کا سوال اوس سے تھا جس سے مضرتین پیدا ہون اور دوسرے کا سوال اون چیزون سے تھا جس سے جلب ہو اوسکا جو موجب مسرت ہے یا یہ کہ چونکہ دونون باخود باالازم ہین کیونکہ اطعام طعام مستلزم سلامتی ید ہے۔ اور افشاء سلام مستلزم سلامتی لسان اسلئے حضرت نے دو جواب دیا عینی کہتے ہین کہ اسکو مقید بہ عادت و غالب کرنا چاہیئے۔

غرض ان احادیث سے اولا اختلاف بدیہی طور پر ظاہر ہے کہ حضرت نے پہلے حدیث مین نفی اسلام کیا ہے اوس سے جسکی زبان اور ہاتھ سے مسلمانونکو سلامتی نہ ملے دوسری حدیث مین اوس اسلام کو افضل کہا ہے اور تیسری حدیث مین افضل اسلام اسکو فرمایا کہ اطعام طعام و افشاء سلام بہترین اسلام ہے ثانیا اس اختلاف کی وجہ مین اسقدر اہتمام کیا گیا ہے کہ کس وجہ سے اختلاف ہوا حضرت کے کلام مین جس مین ہمکو کلام کی ضرورت نہین کیونکہ رسول اللہ صادق و مصدق ہین۔

مگر کاش حضرات اہلسنت اسی ایک حدیث سے جسمین اسقدر اختلاف ہے اپنے اوس اعتراض کا بھی جواب سمجھ لیں جو ائمہ اطہار کی نسبت کہتے ہین کہ حضرات ائمہ مختلف

وهو المحمل على اختلاف حال السائلين او السامعين یعنی جب سوال متحد ہوا تو اختلاف کی وجہ وہی ہے کہ سائلین وسامعین کے حال مختلف تھے اسلئے جواب مختلف دیا گیا۔ آخر میں لکھتے ہیں وخص هاتين الخصلتين بالذكر لمسيس الحاجة اليهما في ذلك الوقت لما كانوا فيه من الجهد ولمصلحة التاليف و يدل على ذلك انه ... عليهما اول ما دخل المدينة كما رواه الترمذي وغيره مصححا من حديث عبد الله بن سلام ص ۳۰

یعنی حضرت نے جو اطعام طعام وافشاء سلام کو اسوقت خاص طور پر ذکر کیا تو اسوجہ سے اوسکی حاجت تھی کیونکہ وہ لوگ سخت تنگی میں مبتلا تھے اور بغرض مصلحت تالیف کیونکہ حضرت نے یہ حدیث اوسوقت فرمایا تھا جب آپ اوّل اوّل داخل مدینہ ہوئے تھے جیسا کہ ترمذی نے عبد السلام سے بطریق صحیح روایت کیا ہے۔

اس تحریر سے بھی اختلاف جواب بسوال واحد تو بدیہی طور پر معلوم ہوا اور اوسکے ساتھ یہ بھی کہ یہ حدیث خاص مصلحت سے کہی گئی تھی کیونکہ آپکے اصحاب جو مکہ سے آئے تھے وہ نہایت تنگی میں مبتلا تھے اسلئے یوں فرمایا کہ اہل مدینہ اس طمع سے اونکو خوب کھلائیں۔

خدا محفوظ رکھے ایسے عقائد فاسدہ سے جو حضرت کے کلام کو اصلیت سے معرا سمجھتے ہیں اور اس طرح کی تاویل کرتے ہیں جس سے حضرت کا کلام ایک خود غرضانہ کلام قرار پاتا ہے۔

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۵۸ دوسری حدیث میں ہے کہ وہ لوگ باخود یا مختلف نکلتے ہیں نہ یہ کہ حضرت اختلاف ڈالتے ہوں۔ بلکہ ممکن ہے کہ یہ اختلاف اونکے فہم سے پیدا ہوتا ہو۔

بہرحال جو اعتراض مولف نے حدیث سے قائم کیا ہے وہ تو کسی طرح حل نہیں سکتا۔ اور بفرض تسلیم جو جواب رسول اللہ کے اختلاف کے نسبت دیا گیا ہے وہی جواب تو حضرات ائمہ اطہار کی طرف سے بھی قبول کرنا چاہئیے کہ ہر شخص کی ضرورت اور فہم کے مطابق جواب دیا جاتا تھا۔ علی حیدر عفی عنہ

ابن حجر نے یہان ایک دوسری وجہ بتائی ہے ویحتمل ان یکون الجواب اختلف لاختلاف السوال عن الافضلیۃ ان لوحظ بین لفظ وخیر فرق یعنی جواب سوال مین اختلاف اسوجہ سے ہوا کہ ایک سوال مین لفظ افضل ہے دوسرے مین لفظ خیر مگر یہ جواب ایسا لغو ہے کہ آخر ابن حجر کو کہنا پڑا وعلی تقدیر اتحاد السوالین جواب مشہور

بقیہ نوٹ صفحہ ۱۳۰ کی بقالم ہو جائیگی۔

پھر زرارہ نے کہا کہ مینے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیون مین یا آگ مین بھیجدو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہو کر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام نے مجھکو اسکا وہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السّلام نے دیا تھا۔

ایک سوال اور سیکڑون اوسکے جواب — ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاوین تو اون مین وہ جوش اعتقادی کہان ہے جو علما مین ہے وہ تو صاف کہہ بیٹھین گے کہ ایسے آئمہ کو سلام ہے جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہتھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السّلام دونون کا شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے دو مختلف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق پس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس سے نئی بات کہی — ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اپنی گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا ہے درحقیقت ائمہ پر یہ سب افترا ہے ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے یہ اونہین راویون کا کام ہے جنہون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ائمہ کرام کیطرف منسوب کر دیا مگر نہ معلوم اس شخص نے حدیث کے کس جملہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے "عمداً اختلاف ڈالتے تھے" کیونکہ حدیث اول مین صرف اسقدر ہے کہ حضرت نے ایک کو جو جواب دیا اوسکا مغائر دوسرے کو جواب دیا جسمین سے اختلاف ہی معلوم ہوتا ہے نہ اختلاف ڈالنا کیونکہ مغایرت اور چیز ہے مخالفت اور چیز

حالانکہ حضرت کا کوئی کلام ایسا نہیں ہو سکتا جو اصلیت و حقانیت سے معرا ہو ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔

چونکہ بخاری نے اسکے بعد باب من الایمان شروع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان حدیثوں کو خاص اسلام کے متعلق سمجھتے ہیں لہذا ہم بھی اس حصہ کو یہیں تمام کرتے ہیں اور حصہ ثالثہ انشاء اللہ باب من الایمان سے شروع ہوگا۔ والحمد للہ اولاً و آخراً والصلوٰۃ علی محمد و آلہ باطناً و ظاهراً و لعنۃ اللہ علی اعدائہم سراً و جاھراً کتبہ العبد

الاحقر السید علی اظہر

عفی عنہ یوم الخمیس ۲۷

صفر ۱۳۲۸ھ